ناصر کاظمی کی ڈائری
(چند پریشاں کاغذ)

ناصِر کاظمی کی ڈائری

(چند پریشاں کاغذ)

ناصِر کاظمی

ترتیب و تعارف
حسن سُلطان کاظمی

پہلی بار ــــــ اپریل ۱۹۹۵ء

ناشر ــــــ ایس رضا

مطبع ــــــ چائنہ آرٹ پریس ہسپتال روڈ لاہور

سرورق ــــــ پروفیسر محمود الحسن جعفری

کتابت ــــــ محمد سخی

قیمت ــــــ ۲۰۰/- روپے

مقام اشاعت ــــــ مکتبہ خیال

۸۔ حکیم اسٹریٹ، اسلام پورہ لاہور

ــــــ سٹاکسٹ ــــــ

جہانگیر بکڈپو، اردو بازار، لاہور

ترتیب

تعارف

یہ لمحہ میرے لئے انتہائی فخر اور خوشی کا باعث ہے جو مجھے ناصر کاظمی کی تمام ڈائریوں کو کتابی صورت میں پیش کرنے کا اعزاز بخش رہا ہے۔ اِس کتاب کو پڑھ کر آپ یقیناً کہیں گے کہ مَیں نے ناصر کاظمی کے بیٹے ہونے کا حق بھی ادا کیا ہے اور ناصر کاظمی کے سچّے قاری ہونے کا ثبوت بھی دیا ہے۔ کیونکہ صرف بیٹا ہونے کے ناطے، شاید میں بہت سی باتیں اِس میں شامل نہ کر پاتا لیکن بطور قاری میں سمجھتا ہوں کہ ناصر کی زندگی کے ہر پہلو کا اُجاگر ہونا ضروری ہے۔ ناصر کی شخصیت کے بارے میں اگرچہ کافی کچھ لکھا جا چکا ہے لیکن ناصر کی مکمل تصویر کی جھلک اِس کتاب میں نظر آئے گی۔ اِس کے علاوہ ناصر کے قارئین اور مداحوں کو اُن کے بہت سے سوالات کے جواب بھی مِل جائیں گے۔

پاپا کو شروع ہی سے ڈائری اور روزنامچہ لکھنے کی عادت تھی۔ اُن کی بہت سی ڈائریاں قیامِ پاکستان کے وقت ہجرت کے دوران اور بہت سی بعد میں گُم ہو گئی تھیں۔ جو ڈائریاں دستیاب ہیں اور راقم کے پاس محفوظ ہیں، اُن میں ابتدائی یادداشتیں ۸ دسمبر ۱۹۲۵ء (اُن کی تاریخِ پیدائش) سے شروع ہوتی ہیں۔ اِس کے بعد راقم کی دی گئی ترتیب کے مطابق اُن کی ڈائریاں سن ۱۹۴۸ء سے لے کر یکم مارچ ۱۹۷۲ء (اُن کے انتقال سے ایک دن پہلے) تک کے عرصہ کا احاطہ کرتی ہیں۔ انہوں نے اپنی ڈائریوں کا مسوّدہ ایک ضخیم رجسٹر میں 'چند پریشاں کاغذ' کے نام سے لکھنا شروع کیا تھا جس میں وہ صرف '۱۹۵۳ء کی ڈائری' کا مکمل انتخاب کر پائے جبکہ دیگر سالوں کی یادداشتیں

مختصراً قلمبند کی گئی ہیں۔ البتہ ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کے حوالے سے ترانے اور ملّی نغمے، جن میں سے اکثر غیر مطبوعہ ہیں اور کبوتروں کے بارے میں تفصیلی اور حیران کُن معلومات بھی اِسی رجسٹر میں درج ہیں۔ ناصر کاظمی کی ڈائریوں میں چار عدد جیبی ڈائریاں، نو عدد عام سائز کی چھوٹی بڑی ڈائریاں اور ایک عدد بڑے سائز کا مذکورہ بالا ضخیم رجسٹر شامل ہے۔ اِس کے علاوہ تین عدد جیبی ڈائریوں میں صرف دوستوں اور احباب کے پتے، فون نمبر اور روزمرہ کے مقررہ پروگرام درج ہیں۔ لہٰذا راقم نے نہ صرف رجسٹر بلکہ اُن کی تمام ڈائریوں کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے کتاب کو سن وار ترتیب دیا ہے۔ ایک اور وضاحت ضروری ہے کہ ناصر کاظمی کی مذکورہ چند ڈائریوں کا بہت سا حصّہ دنیا بھر کے شاعروں، ادیبوں، نقّادوں، فلسفیوں، دانشوروں، مصوّروں، موسیقاروں اور دیگر فنکاروں کے ذکر، اُن کی تحریروں کے اقتباسات اور اپنے ذاتی تنقیدی نوٹس پر مشتمل ہے اور اِس کے علاوہ ناصر کاظمی کی زیرِ مطالعہ کُتب کے حاشیوں پر اُن کے لکھے ہوئے نوٹس بھی قابلِ ذکر ہیں، جن کے لئے ایک الگ کتاب درکار ہے۔

'ناصر کاظمی کی ڈائری' اُن کی آپ بیتی بھی ہے اور رُوداد بھی۔ یہ روزنامچہ بھی ہے اور کہیں کہیں اِس میں مکالمہ نویسی اور خاکہ نگاری کا اسلوب بھی ملتا ہے۔ یہ ایک کہانی اور داستان بھی معلوم ہوتی ہے اور قِصّہ گوئی کے انداز کے ساتھ یہ ناصر کاظمی کی زندگی کا سفرنامہ بھی ہے ——— تفصیلی تجزیہ فی الحال مقصود نہیں لیکن اگر اِس کتاب کے موضوعات کے حوالے سے بات کی جائے تو آیئے ناصر کاظمی کے اُس جہان کی تھوڑی سی سیر کریں جس کے کچھ پہلو یہ ہیں :——— نام اور ابتدائی حالاتِ زندگی، آباؤ اجداد اور عزیز و اقارب کا ذکر، سکول کے اساتذہ اور دوستوں کا تذکرہ، بچپن کی

شرارتیں ٭ باغات میں پھرنا ٭ ریل گاڑی کے ساتھ دوڑنا ٭ انبالہ کا ذکر اور
دیگر شہروں کا سفر ٭ قیامِ پاکستان اور ہجرت کا بیان ٭ بہن بھائیوں کا ذکر ٭
بیگم اور بیٹوں کا تذکرہ ٭ قرآنِ پاک کا مطالعہ ٭ اسلامی و دیگر مذہبی کُتب
اور تاریخ کا مطالعہ ٭ فارسی، اُردو اور مغربی ادب کا مطالعہ ٭ جدید
علوم و فنون سے شغف ٭ موسیقی سے رغبت ٭ مصوّری سے دلچسپی ٭ فوٹوگرافی
کا شوق ٭ شکار اور گھوڑ سواری ٭ عشق ٭ شاعری اور فن کا آغاز ٭ دریاؤں
اور پہاڑوں کی سیر ٭ دوست اور احباب ٭ نجی محفلیں ٭ رتجگے ٭ سگریٹ
نوشی ٭ بے تحاشا چائے اور کافی پینا ٭ فلم بینی کا شوق ٭ شطرنج اور تاش
کھیلنا ٭ کرکٹ کے کھیل سے دلچسپی ٭ کبوتروں کا شوق اور اُن کے بارے میں
غیر معمولی معلومات ٭ مختلف سفر ٭ لاہور کے ہوٹل ٭ لاہور کی گلیاں اور
باغات ٭ حلقۂ اربابِ ذوق ٭ 'ہمایوں' اور دیگر رسائل کا تذکرہ ٭ مختلف
موسموں کا ذکر ٭ گھریلو زندگی کی ذمہ داریاں ٭ خوش خوراکی اور خوش لباسی ٭
خوشحالی کا دور اور بے زری کا زمانہ ٭ حالاتِ حاضرہ سے باخبری ٭ قومی زندگی
میں تہواروں، میلوں اور رسُومات کی اہمیّت ٭ ہمعصر شاعر، ادیب،
نقّاد، دانشور اور دیگر فنکار ٭ ادبی مباحثے ٭ مکالمے ٭ تنقیدی نوٹس ٭
ٹیبل ٹاک ٭ اُردو کلاسیکی شعراء کے انتخاب ٭ مشاعرے اور سفر ٭ اپنے مکان
کے مقدمے کا تذکرہ ٭ ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ اور ترانوں/
ملّی نغموں کی تخلیق ٭ ریڈیو پاکستان لاہور کی ملازمت ٭ ادبی ریڈیو فیچرز
اور دیگر پروگرام ٭ ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان کا المیہ ٭ اپنی بیماری کا تفصیلی
احوال ------

مَیں اپنے چاچاجی عنصر رضا کاظمی کا ممنون ہوں جنہوں نے پاپا کی تحریر پڑھنے، اُن کی زندگی کے مختلف واقعات کی تصدیق کرنے اور خاص طور پر کبوتروں کی معلومات کے حوالے سے میری بہت رہنمائی کی۔ ناصر کاظمی کے کبوتر بہت مشہور ہوئے اور چاچاجی آج تک اُسی طرح باقاعدگی سے اُنہیں اُڑاتے ہوئے ناصر کے اِس آسمانی سفر کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

اگر میں اپنے دوست پروفیسر انیس اکرام فطرت کا ذکر نہ کروں تو یہ تعارف نامکمل رہے گا جس کی شب و روز رفاقت میں کتاب کے مسوّدے کی تکمیل ہوئی اور جس کے قابلِ قدر مشورے ہر دم میرے ساتھ رہے۔

میرے بڑے بھائی باصر سُلطان کاظمی جو پچھلے ساڑھے چار سالوں سے اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان (مانچسٹر) گئے ہوئے ہیں، اُن کے بارے میں اتنا کہنا کافی ہے کہ "دُور رہ کر بھی وہی کام آیا"

میں اپنی باجی (والدہ صاحبہ) کا بھی مشکوُر ہوں جنہوں نے "شاعر" کی تحریروں کو قوم کی امانت سمجھتے ہوئے انہیں شائع کرنے کی اجازت دی۔

آیئے ناصر کاظمی سے براہِ راست ملاقات کریں۔

حسن سُلطان کاظمی

مارچ ۱۹۹۵ء

ابتدائی یادداشتیں

نام ــــ سیّد ناصر رضا

ناصر کاظمی

۸ دسمبر ۱۹۲۵ء ولادت بروز ہفتہ بوقت اذان۔
محلّہ قاضی واڑہ در مکان نانا نیاز نبی بن بُو علی بخش۔ کنیز منزل۔
نام والدہ، کنیزِ محمدی۔ نام والد، سیّد محمد سلطان بن شریف الحسن۔
دو بھائی، بڑا حامد حسین اور چھوٹا عنصر رضا، بہ فضلِ خدا حیات ہیں۔
دو بیٹے، باصر رضا اور حسن رضا۔ شادی شفیقہ بانو (شفیقہ تسکین)،
دخترِ سید انوار الحق بن عبد العزیز، ساکن انبالہ، منٹگمری میں ۶ جولائی ۱۹۵۲ء
کی رات ۱۲ بجے نکاح ہوا۔

۸ دسمبر ۱۹۲۵ء، ہفتہ، علی الصباح اپنے نانا مرحوم کے گھر محلہ قاضی واڑہ میں پیدا ہوا ــــــ مس ڈیوس، مسز سکاٹلر، مس زہرا، مس میری اور میری والدہ کی دیگر سہیلیاں اِس موقع پر مبارکباد دینے کے لئے آئیں۔ مشن گرلز سکول میرے نانا کے مکان کے سامنے تھا۔ اُس دن سکول میں چھٹی ہو گئی تھی۔ میرے دادا کا مکان محلہ ہاشمی میں جو اُن کے بڑے بھائی کے نام پر ہے، انبالہ میں تھا۔ گھوڑے، کُتّے اور دوسرے جانور رکھنے کا شوق میرے دادا اور میرے والد کو بہت تھا۔ میرے دادا سیّد شریف الحسن پولیس انسپکٹر تھے ــ اور نصیر پور، مگر پورہ اور راجگڑھ کے بہت بڑے زمیندار تھے اور انبالہ کے چند نامور رئیسوں میں سے تھے ــ میرے والد سید محمد سلطان بی۔اے تک تعلیم حاصل ــ لاہور میں اسلامیہ کالج میں ــ نائب تحصیلدار رہے اور سب انسپکٹر پولیس بھی ہوئے۔ لیکن ملازمت کی طرف سے اُن کا دل اُچاٹ تھا۔ گھوڑ سواری کا شوق انہیں بہت تھا۔ ۲۵ سال کی عمر میں محکمہ سپلائی فوج میں ملازم ہوئے۔ ترکی، بلوچستان، عراق، عرب اور مصر میں رہے۔ جنرل ٹائسن کے دفتر میں صوبہ دار میجر رہے ــ نہایت ہی نمازی، عابدِ شب زندہ دار مخلص، ایماندار تھے، ایسے لوگ دنیا میں بہت ہی نایاب ہیں۔ لاہور میں ۲۹ مئی ۱۹۴۹ء کی صبح کو سر گنگا رام ہسپتال میں جگر اور معدے کی بیماری سے فوت ہوئے۔ مرتے ہوئے وہ مجھے کہہ رہے تھے کہ ناصر میرا نام زندہ رکھے گا اور اُردو ادب اس پر ناز کرے گا۔

میری والدہ انبالہ شہر میں سب سے پہلے سینئر پاس کر کے مشن گرلز سکول میں معلمہ ہوئیں۔ میر تقی، میر انیسؔ اور میر حسنؔ کی خاص مداح تھیں۔ ۲۶ ستمبر ۱۹۴۹ء کی صُبح کو دماغ کی بیماری سے چل بسیں معصوم، نیک، نمازی اور رحم دل عورت تھیں۔

---- مَیں نے پانچویں جماعت تک مشن گرلز سکول میں اور باقی والدہ مرحومہ کے زیرِ سایہ تعلیم حاصل کی۔ ۱۲ برس کی عمر میں قرآن ختم کیا۔ ۱۳ برس کی عمر میں گلستان، بوستان، شاہنامہ فردوسی، قصہ چہار درویش، فسانۂ آزاد، الف لیلیٰ، صرف ونحو اور شاعری کی دیگر کتابیں ختم کر لیں۔

پانچویں اور چھٹی جماعت مَیں نے نیشنل ہائی سکول پشاور سے پاس کی۔ ماسٹر پرتھمی چند، پنڈت ہیمراج، ہیڈ ماسٹر بھیجا مل، مولوی عنایت اللہ اور ماسٹر مول چند میرے اُستاد تھے۔ پشاور میں ذوالفقار علی، وحید الدین اور رتن لعل میرے ہم جماعت تھے اور میرے خاص دوست تھے۔ رتن لعل سینما ہال میں قلبی حرکت بند ہو جانے سے جاں بحق ہوا اور باقی نہ جانے کہاں ہیں۔ پشاور میں وزیر باغ، شاہی باغ، قلعۂ اکبر میری پسندیدہ سیر گاہیں تھیں۔ شاہی باغ میں چڑیاں، چھوٹے اور طوطے پکڑا کرتا تھا۔ کبوتر پالنے کا شوق مجھے بچپن سے تھا اور ان کے متعلق غیر معمولی معلومات رکھتا ہوں۔ انبالہ میں دُور دُور کے رئیس میرے کبوتروں کی زیارت کو آتے تھے، اور صبح کے وقت جب میرے کبوتر اُڑتے تھے، شہر میں دُھوم مچ جاتی تھی۔ میرے والد، والدہ اور نانی مرحومہ میرے کبوتروں کا خاص خیال رکھتے تھے۔ میری نانی امیر بی بی ہر چند نابینا تھیں لیکن میرے کبوتر اور میری بلّی اُن سے بہت مانوس تھے۔ ہجرت کے وقت ۱۳ اگست کو مَیں اپنے تمام کبوتر باوا سنت سنگھ رئیسِ انبالہ کو دے آیا تھا۔ نامعلوم اب کس حال میں ہیں۔ اُن کبوتروں کی نسلیں اب ہمارے ملک میں نایاب ہیں۔ گھوڑ سواری کا مجھے بے حد شوق ہے ضلع انبالہ اور پٹیالہ کے تقریباً ۱۵۰ گاؤں اور پنجاب (گوجرانوالہ۔ لاہور۔ پتوکی۔ شیخوپورہ) کے بیشتر گاؤں میں نے گھوڑے پر سفر کرتے ہوئے دیکھے، شملہ ہلز

ڈگشائی۔ جتوگ۔ کوٹ گڑھ۔ کسولی۔ سباٹو۔ کمار ہٹی۔ دھرم پورہ۔ ڈیرہ ڈون مسوری۔ مری۔ ڈلہوزی۔ ایبٹ آباد۔ کشمیر کی سیر کی۔

۷ اور ۸ جماعت میں نے ڈی۔ بی۔ مڈل سکول، ڈگشائی سے پاس کئے۔ اُس سکول میں آٹھویں جماعت نہیں تھی لیکن میرے والد کی کوشش سے یہ جماعت شروع ہوئی۔ ڈگشائی آٹھویں جماعت میں ہم صرف تین طالب علم تھے۔ تارا چند اور رتن لعل پسر شام لعل میرے ہم جماعت تھے۔ نند کشور ہمارے ہیڈ ماسٹر تھے۔ سباٹو میں مَیں نے ورنیکلر فائنل مڈل سکول کا امتحان دیا اور ضلع شملہ میں اوّل رہا اور وظیفہ حاصل کیا۔ نویں دسویں مَیں نے مسلم ہائی سکول انبالہ سے پاس کی۔ اس عرصہ میں والد صاحب اور والدہ سے دُور رہا اور اکثر سکول سے بھاگتا تھا۔ کیونکہ موجودہ تعلیم کا طریقہ ناپسند تھا اور گھنٹے کے وقت پر بجنے سے سخت چڑ تھی۔ سکول سے بھاگ کر میں، محمد علی، افتخار، بیروں۔ اناروں۔ آموں۔ امرودوں کے باغ اُجاڑتے۔ ایک دفعہ ہم نے امرودوں کے باغ میں آگ لگا دی اور اُس دن کے بعد باغ کا مالی کبھی نہ سویا۔ پھر ایک دفعہ بلوں کا باغ اُجاڑا۔ بھیڑے والے پیر اور پنج پیروں کے مزار پر بیٹھ کر ہم بیر اور آم کھاتے تھے۔ افتخار میرے بچپن کا دوست ہے اور ہجرت کر کے سرگودھا میں مقیم ہے۔ ایک دفعہ سکول کے ماسٹر ظہور الحسن بخاری ہمارے پیچھے بید لے کر دوڑے، کئی طلبہ بھی ساتھ تھے لیکن ہم ہاتھ نہ آئے اور لڑکوں کو چاقو دِکھا کر بھگا دیا۔

موسیقی سے مجھے خاص رغبت ہے۔ ایک دفعہ اُستاد عبدالعزیز مرحوم سے ستار اور سارنگی سیکھنے کی کوشش کی لیکن میرا کالج کھُلنے پر حسرت دِل میں رہ گئی اور اِسی اثنا میں اُستاد فوت ہو گئے۔

شاعری میں میرا صحیح اُستاد میری والدہ تھیں اور ویسے آغاز میں کچھ احباب سے مشورے بھی لیتا رہا ہوں اور حفیظ ہوشیارپوری خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

عشق، شاعری اور فن یوں تو بچپن ہی سے میرے خون میں ہے لیکن اِس ذوق کی پرورش میں میرے ایک دو معاشقوں کا بڑا ہاتھ ہے۔ ۱۹۳۷ء میں جب میری عمر ۱۳ برس کی تھی پہلی بار مجھے دِل میں ایک خلش محسوس ہوئی۔ اس کی ذمہ دار ایک پھُول سی لڑکی تھی جس کا نام حمیرا تھا۔ اور اُسے سب بالو کہہ کر پکارتے تھے۔ میرے والد ڈلگشائی میں میجر جنرل پینگلے کے سُپرنٹنڈنٹ تھے۔ وہاں ہمارے مکان کے ساتھ ایک ڈرائی کلینر رہتا تھا۔ یہ فِتنہ اُن کے گھر سے اُٹھا۔ اور آج تک دامن گیر ہے۔ حمیُرا اب یاد تو نہیں لیکن بھُولی بھی نہیں۔ یہاں سے میری شاعری کا آغاز ہوا۔ اُن دنوں میں ننھی مُنھی نظمیں کہتا تھا اور اختر شیرانی مرحوم کے شعر بہت چاؤ سے پڑھتا تھا لیکن والدہ کے اِصرار پر غزل شروع کی۔ خود حمیُرا بھی غزل کی شیدائی تھی اور والدہ سے گلستان، بوستاں اور قرآن پڑھنے آتی تھی۔ ایک دن والدہ باہر تھیں اور ہم ایک دوسرے کی شوخ آنکھوں کا شکار ہو گئے۔ وہ مجھ سے لپٹ گئی۔ اُس کی خُوشبو سے ابھی تک میرا دماغ مہکا ہوا ہے۔ ہم دِن بھر اِکٹھے پڑھتے۔ پڑھتے تو کیا لیکن دِکھانے کو کتاب ہمارے سامنے ہوتی۔ ویسے والدہ صاحبہ ہماری دلچسپیوں سے آگاہ تھیں اور وہ خود بھی خوش تھیں۔ لیکن والد صاحب کی طبیعت اور دیگر مجبوریوں کی وجہ سے خاموش تھیں۔ وہ اکثر حمیُرا کی تعریف کرتیں اور اسی ذکر میں ہم سو جاتے۔ پہاڑوں کی برف بار یخ بستہ راتیں اُس کے قُرب میں گذرتیں۔ ہم بھنوروں کی طرح پھُولوں کے گیت گاتے، برف سے کھیلتے اور سرِ عام مِلتے۔ پہاڑوں کی مغرور سُنہری چوٹیاں ہمیں رشک سے دیکھتیں۔ دن رات، ہفتے، مہینے گزر گئے۔ ہماری ملاقاتوں کے چرچے ہونے لگے۔ ایک دودھ بیچنے والی مجھے

گھور گھور کر دیکھتی۔ یہاں تک کہ میرے والد کا تبادلہ ہو گیا اور میرے کالج کے دن آئے لیکن میں نے والدہ کو وہاں رہنے پر مجبور کیا۔

بریلی میں میری عمر ۲/۱ ۲ سال تھی۔ کرنل بوسٹاک ولسن کے ساتھ والد صاحب ہیڈ کلرک تھے دو خچروں والا ٹانگہ ہر وقت میرے لئے تیار رہتا تھا۔ محمد دین میرا چپراسی تھا۔ وہ مجھے کندھوں پر بٹھا کر کمپنی باغ کی سیر کراتا۔ لال سنگھ اور پیر خاں والد صاحب کے دوست تھے۔ ایک دن میں، والد صاحب اور لال سنگھ دیگر دوستوں کے ہمراہ شام کے وقت ریلوے لائن کے پار شکار کھیلنے گئے۔ ایک تالاب کے کنارے سیاہ مرغابیوں کا جوڑا بیٹھا تھا۔ والد صاحب نے گولی چلائی۔ اُن میں سے مادہ پانی میں گر گئی۔ محمد دین نے باہر نکال لیا۔ وہ ابھی زندہ تھی۔ گھر میں پلنگ کے نیچے چھوڑ دی۔ رات کو اُس کی پلاؤ بنائی۔ مرغابی کا نر تنہا رہ گیا اور دُور تک ہمارا پیچھا کرتا رہا۔ والدہ اس پر ناراض ہوئیں اور والد صاحب غالباً پھر شکار پر نہیں گئے۔ بریلی میں بندر بہت تھے۔ ایک دن وہ میری مٹھائی لے کر چلے گئے اور میں نے دیر تک اُن کا پیچھا کیا۔ آخر میں نے اپنی پلیٹ واپس لے لی۔ کرنل بوسٹاک ولسن کے بعد کرنل رائس آیا، وہ میرے والد کا بہت دوست اور مہربان افسر تھا۔ مجھے بہت پیار کرتا تھا۔

اس کے بعد نوشہرہ چھاؤنی میں والد صاحب کا تبادلہ ہوا۔ وہاں ہم شہر سے دُور ایک سرکاری بنگلے میں رہتے تھے۔ رات کو گیدڑ اور دوسرے جنگلی جانور ہمیں سونے نہ دیتے۔ ایک دن میں ریچھ کی غار میں اپنے دوستوں کے ساتھ چلا گیا اور دوست مجھے تنہا چھوڑ کر چلے آئے۔ اگر والد صاحب وقت پر نہ آتے تو اُردو ادب ایک شاعر سے محروم ہو جاتا۔ ایک دن والدہ، والد اور میں سرکس دیکھنے گئے۔ ہمارے پڑوس میں ایک صوبیدار رہتا تھا جس کا نام نیک خان

تھا۔ وہ اپنی بیوی کو بہت مارتا تھا۔ آخر میرے والد کی مداخلت سے وہ باز آیا۔ بیوی کو مارنے کی وجہ غالباً اُس کا لاولد ہونا تھا۔

اس کے بعد دادا جان ڈیرہ اسمٰعیل خان گئے۔ مَیں، میری بڑی بہن حمیدہ، والدہ اور والد اور ہمارا نوکر غلام حسین عرف گونگا انبالہ سے رات کے دو بجے چلے۔ دن کے وقت لالہ موسٰے پہنچے۔ سارا دن انتظار کر کے دریا خاں کے لئے گاڑی بدلی۔ دریا خان صُبح کے ۵ بجے آیا۔ یہ ننھا مُنّھا غیر آباد اِسٹیشن نہایت ہی دلچسپ اور حسین ہے۔ وہاں میرا سُرخ کوٹ گاڑی کے نیچے گر گیا جو ہمارے نوکر نے نکالا۔ اس کے بعد دریائے سندھ کے بیس پاٹ سے گزرے۔ دریا خان سے ڈیرہ اسمٰعیل خاں تک ۸ میل کا فاصلہ ہے اور تانگے اور موٹروں سے گزرتے ہیں۔ دریا کے کنارے ایک چھوٹی سی ریلوے لائن ہے جو کسی زمانے میں پتھروں کی باربرداری کے لئے تھی۔ چھ ماہ کے قیام کے بعد ڈیرہ اسمٰعیل خاں سے انبالہ کی واپسی مجھے یاد ہے۔ شام کے وقت ہم تانگہ لے کر عازمِ دریا خاں ہوئے۔ دریائے سندھ طُغیانی پر تھا۔ پانی کے جہاز فرّاٹے بھر رہے تھے۔ جب ہم نے کشتیوں کے دس پاٹ طے کر لئے تو راستے میں اِس زور کی آندھی آئی کہ میں نے اپنی زندگی میں ایسے طوفان کم دیکھے ہیں۔ ہم نے اپنا تانگہ رسّوں سے باندھ دیا۔ اونٹوں کے قافلے اور اونٹنیوں کے زرد زرد سنہرے بچے پریشان و حیران ریت کے ٹیلوں کی طرف بھاگ رہے تھے اور وہی دریائے سندھ جو اٹک کے پاس مختصر سا ہے، یہاں ایک بحرِ بیکراں کی طرح ڈبونے کو آمادہ تھا۔ بڑی مُشکل سے رات گئے ہم دریا خاں پہنچے۔ اس کے بعد ہی ہمیں خبر مِلی کہ تمام پُل ٹوٹ چکے ہیں اور اب پانی کے جہاز چل رہے ہیں۔ حمیدہ بہن کے ساتھ یہ آخری سفر تھا۔

نوشہرہ —— شہر سے دُور ایک گوشے میں ایوب خاں (رئیسِ نوشہرہ)

کے مکان میں ہیں، میری والدہ اور والد رہتے تھے۔ بعد میں نانا صاحب بھی والدہ کی علالت کی خبر سن کر آ گئے تھے۔ اُس وقت میری عمر چھ سال کی تھی۔ یہ شہر بہت ہی ویران اور بے کیف تھا۔ اکثر لوگ ناخواندہ اور قبیلہ کی طرح خانہ بدوش تھے۔ لیکن کمپنی باغ جو مالاکنڈ روڈ پر تھا اور دریائے کابل نہایت دلچسپ تھا۔ اُس دریا پر ریل کے پُل کے علاوہ ایک کشتیوں کا پُل بھی تھا۔ مَیں، والدہ اور والد اکثر شام کو اُس دریا کی سیر کو جاتے اور کشتی لے کر سیر کرتے۔ والد کشتی میں ہی نماز پڑھتے۔ یہاں کے لیڈی ہسپتال کی بڑی ڈاکٹر مس بارنٹ نہایت ہی حسین و جمیل اور نوعمر عورت تھی۔ میں اکثر اُس کے رنگین اور معطر ماحول میں رہتا تھا۔ وہ مجھے اکثر پیار کرتی اور کھلونے دیتی —— (ایک دفعہ انبالہ میں مسز کاٹلر نے مجھے ایک سوتی جاگتی گڑیا دی جس کا ایک حصہ اب تک میرے پاس موجود ہے)۔

نوشہرہ میں ایک دفعہ طوفان آنے کی خبر سُنی۔ سارا شہر خالی ہو گیا۔ لوگ قریب کی پہاڑیوں پر مردان اور درگئی وغیرہ میں چلے گئے۔ لیکن میرے والد نے وہیں رہنے کا فیصلہ کیا۔ ویسے ہم نے سامان باندھ لیا تھا۔ ایک ٹرک مکان کے باہر کھڑا رہتا تھا اور کشتیوں کا انتظام بھی کر لیا تھا۔ جس رات طوفان متوقع تھا ہم سب جاگتے رہے اور والد صاحب مصروفِ دُعا رہے۔ طوفان نہ آیا لیکن کسی دوسرے شہر کی طرف ہو لیا اور جو حال اُس شہر کے لوگوں کا سُنا، خدا نہ دِکھائے۔ نوشہرہ شہر میں ایک دن مَیں صُبح صُبح اپنے کوٹھے پر پراٹھا کھا رہا تھا کہ کچھ کوّے بھی میرے ساتھ آ گئے اور ایک کوّا تو میرا تمام کھانا لے گیا۔ میں رونے لگا لیکن میری والدہ ہنس دیں اور مولوی اسمٰعیل میرٹھی کی مشہور نظم گا کر سُنائی۔ ہائے وہ دن بھی قیامت تھے۔ خواب کی طرح گذر گئے۔ اُس نظم کے کچھ شعر یاد ہیں جو نقل کرتا ہوں۔

کوّے ہیں سب دیکھے بھالے چونچ بھی کالی پَر بھی کالے
لیکن ہے آواز بُری سی کان میں جالگتی ہے چھُری سی
ہاتھ میں تھا بچے کے ٹکڑا آنکھ بچا کر جھٹ لے بھاگا
– – – – – – – وا رے تیری پھُرتی کاگا

ہر روز شام کے پانچ بجے چائے کے بعد میرے نانا مجھے ریل گاڑی دِکھانے جاتے جو ہمارے گھر کے عقب میں ایک کھیت کے قریب سے گذرتی تھی۔ میں بے تاب ہو کر اُسے دیکھتا اور اُس کے ساتھ دوڑنے کی کوشش کرتا لیکن نانا بہلا کر لے آتے۔ سفر کا شوق میری گھُٹی میں تھا اور بعد میں مجھے موقع بھی مِلا۔

– – – ہم وہاں تقریباً دو سال رہے۔ وہاں میرا ایک دوست کوثر بھی تھا جو ہمیشہ میرے کھلونے چُرا لیتا اور میں والدہ سے کہتا کہ ٹوٹ گئے۔ وہ غریب اور شریف لڑکا تھا۔ اب نہ جانے کہاں ہے کس حال میں ہے۔ مِلے تو شاید پہچان بھی نہ سکوں۔ ایک دن نوشہرہ میں شبِ برات کے دن والد اور والدہ مجھ سے پہلے جاگ اُٹھے اور والدہ نے میرے ساتھ لوہے کا ایک چمٹا رکھ دیا۔ میری آنکھ کھُلی تو چمٹا دیکھ کر میں آگ بگولا ہو گیا اور والدہ والد سے دوبارہ سونے کو کہا۔ چنانچہ انھوں نے رات کے کپڑے پہنے اور دروازے لگا دیئے۔ پھر میں پہلے اُٹھا اور حسبِ معمول اُنھیں جگایا۔ میں بچپن سے بڑا ضدّی تھا اور آج تک اس ضدّ نے مجھے پریشان کر رکھا ہے۔ مَیں نے اپنی ضد کو کبھی نہیں دبایا اور کبھی چاہنے والے زندہ تھے تو میری ضدّیں بھی پوری کرتے تھے۔ اب تو یہ دُنیا فاقوں پر فاقے دِکھا رہی

ہے۔ خدا جانے ابھی کیا دیکھنا ہے۔ اور میری مٹی کہاں کی ہے۔ غزل میری زندگی ہے اور اِسی کی دُھن میں دن رات مست رہتا ہوں۔ رگوں میں خون کی جگہ زہرِ غم اُتر چکا ہے۔ فاقوں نے تن اجاڑ دیا ہے — مجھے دال سے بہت نفرت ہے اور نوشہرہ میں ایک دن مَیں نے دال کی ہنڈیا اُلٹ دی والدہ بہت ناراض ہوئیں لیکن پھر انڈے کھلائے اور ایک دن والد چلغوزے لائے، میں نے سب چھین لئے، لیکن والدہ نے کہا کہ بانٹ کر کھانا چاہیئے۔ اور آج تک میں ایسا ہی کرتا ہوں۔

میرے بڑے بھائی حامد حسین محکمہ پولیس میں ملازم ہیں۔ پہلی والدہ سے ہیں۔ اُن سے ایک بہن حمیدہ بانو بھی تھیں جو ۱۸ سال کی عمر میں قلبی حرکت بند ہو جانے سے انبالہ میں فوت ہو گئیں۔ وہ مجھے ماں سے زیادہ پیار کرتی تھیں۔ میرا ایک چھوٹا بھائی ہے عنصر رضا جو میری زندگی کا اب آخری سہارا ہے۔

اچھی طرح یاد پڑتا ہے کہ میری عمر اُس وقت تقریباً ۵ سال کی تھی۔ ہم اپنی بڑی حویلی سلطان منزل واقع ہاشمی محلّہ، انبالہ شہر میں رہتے تھے۔ دوپہر اور سہ پہر کے درمیان کا وقت تھا۔ خالہ شرف سلطانہ دوڑی دوڑی آئیں اور خالہ انوری کے یہاں لڑکی پیدا ہونے کی خبر سُنائی ——— یہ صاجزادی اب گڈّو اور پپّو کی باجی (والدہ) ہیں۔ حفیظ ہوشیار پوری نے اُنہیں بانوئے شہرِ طرب کہا ہے۔ شفیقہ بانو، نام میری خالہ صغرا نے رکھا۔

جب میں پہلے پہل لاہور آیا تو میری عمر دس سال کی تھی۔ پھوپھی فضّہ نے

پودینہ لینے کے لئے بھیجا۔ سارے بازار اور سبزی منڈی چھان ماری، نہ مِلا —— معلوم ہوا کہ لاہوری البیلے پودینہ کو پُودنہ کہتے ہیں۔

میں انبالہ شہر کا باسی ہوں۔ وہاں میں پیدا ہوا۔ میری ماں پیدا ہوئی۔ میرے نانا پیدا ہوئے۔ انبالہ اب ہندوستان، مشرقی پنجاب میں ہے۔ انبالے کے آم، دریاں، ہرن، سرسوں کا ساگ، مکّی، بیر، املی، طوطے، مور، کبوتر، صحرا، کِھرنیاں وغیرہ —— خلجیوں اور مغلوں کے زمانے سے لے کر آج تک شمالی ہندوستان کی سب سے بڑی اور مضبوط ترین چھاؤنی ہے۔

رمضان کا مہینہ تھا، گرمی کا موسم تھا۔ ہم کنیز منزل میں رہتے تھے۔ صُبح ۶ بجے میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کسی عظیم الشان قلعے میں ہوں۔ بادشاہ جہانگیر موجود ہے۔ پھر آگے بڑھا، دیکھا کہ درویشوں اور قلندروں کا ایک مجمع ہے۔ دیگیں پک رہی ہیں اور کچھ بزرگ سفید لباس پہنے باجماعت نماز پڑھ رہے ہیں، میں بھی ایک صف میں ہوں۔ پھر دیکھا کہ مکان کے طویلے پر کچھ لوگوں نے دھاوا بول دیا۔ ایک شخص نے کلہاڑی ماری۔ میں بچ گیا، نانی اماں کے سَر پہ لگی ابھی خواب دیکھ رہا تھا کہ والدہ نے جگایا۔ نانی اماں جن کا نام امیر بی بی بنتِ سیّد جعفر علی تھا، پلنگ پہ بے ہوش پڑی تھیں۔ وہ آخری ۱۸ سال نابینا رہیں۔ اُن کے ۷ بچے سن صَغیر میں فوت ہوئے۔ والدہ آخری بیٹی تھیں۔ نانی کی عمر اُس وقت تقریباً ۸۰ سال تھی، صحت ایسی کہ جوان مات۔ ٹیک روجیں تھیں۔

ہماری نانی کے ساتھ ایک داستان ختم ہوگئی۔ جو کہانیاں مَیں نے اُن سے سُنیں اب تک کسی کتاب میں نہیں پڑھیں۔ سوچتا ہوں کہ اگر وہ لکھتیں تو اُردو کی داستانوں میں کچھ اور اضافہ ہوجاتا یا یہ شائد میرا وہم ہے۔ سب کی

نانی اماں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ ۸۰ برس کی عمر میں گھر کا سارا کام کرتیں، چکّی پیستیں، چرخہ کاتتیں، کاغذوں کی ٹوکریاں بناتیں۔ ٹکڑوں کا حلوہ، آٹے کی سویاں، بیسن کی روٹی، سرسوں کا ساگ، رس اور بنولوں کی کھیر، ملگوچھیاں، گودڑے، گلگلے پوڑے اور کڑھی سب کھانے انہیں بے حد مرغوب تھے۔ اُنھوں نے ہی مجھے پالا تھا۔ بچپن میں جب بیمار ہوتا تو طرح طرح کے ٹونے کرتیں۔ دن ڈھلے کوٹھے پر کھڑی ہو کر راکھ کی پڑیاں اُڑاتیں۔ چوراہے پہ منہ اندھیرے صدقہ رکھتیں۔ نانا کا ایک پاؤں گھر میں اور دوسرا گلی میں۔ ایسے ایسے ناز اُٹھانے والے تھے اپنے۔ نانی کی زبانی ہم نے اکثر سنا کہ وہ بچپن میں اپنے والد سیّد جعفر علی اور سُسر لُو علی بخش کے ساتھ غالب کے گھر بھی دو بار گئیں۔ اس کی شہادت مجھے ایک بڑھیا جھومر بی بی مقیم اجمیری دروازہ دہلی سے ملی۔ جھومر بی بی کا انتقال ۱۹۵۳ء میں ہوا۔ اُس وقت اُن کی عمر ۱۱۲ برس تھی۔ اُن کے بہت سے خطوط نانا مرحوم کے پاس تھے جو ضائع ہو گئے۔

میرے ابّا کے پاس چاندی کی ایک جیبی گھڑی تھی جسے وہ اپنی واسکٹ کی جیب میں رکھا کرتے تھے اور دفتر سے آنے کے بعد الماری کے اوپر والے خانے میں رکھ دیا کرتے تھے۔ مَیں اُن دنوں چوتھی جماعت میں پڑھتا تھا۔ میرا معمول یہ تھا کہ دھوپ نکلتے ہی اپنے کوٹھے پر چڑھ کر کبوتر اُڑانے لگ جاتا اور ابھی میرے ننھے سفیر آسمان کی مملکت کی طرف سفر کا آغاز ہی کرتے کہ ابّا مجھے آواز دیتے کہ بیٹا گھڑی میں ساڑھے آٹھ بجا چاہتے ہیں، سکول کا وقت ہو گیا ہے اور مجھے ابّا سے زیادہ گھڑی پر غصہ آتا۔ مَیں اکثر ابّا سے آنکھ بچا کر اُس گھڑی کو بغور دیکھتا، اُس کی ٹِک ٹِک کو کان لگا کر سنتا اور اپنے تئیں سخت حیران

ہوتا اور جی میں بگڑتا کہ انسان نے یہ کیسی عجیب چیز ایجاد کی ہے جس نے ساری دنیا کو پابند کر کے رکھ دیا۔ یہ گھڑی میرے اور میرے کبوتروں کے درمیان دیوار بن گئی تھی۔ ایک روز میں نے اُس گھڑی کی چابی کو اس زور سے گھمایا کہ وہ چلتے چلتے ٹھہر گئی۔ اگلی صُبح ابّا کو دفتر سے دیر ہوگئی اور میں بھی جی بھر کر کبوتروں کی اُڑان دیکھتا رہا اور سکول سے مجھے بھی دیر ہوگئی۔ اُس روز گھڑی میرے اور کبوتروں کے درمیان حائل نہ ہوسکی مگر نہ تو مجھے یہ گوارا تھا کہ ابّا دفتر جانا چھوڑ دیں اور نہ ابّا یہ چاہتے تھے کہ میں سکول چھوڑوں، اس لئے میں نے اس روز کے بعد گھڑی سے سمجھوتہ کر لیا۔

جوں جوں میری عُمر بڑھتی گئی صُبح کی دھوپ اور آسمان کے ننھے سفیر میری نظروں سے اوجھل ہوتے گئے۔ میرے دن رات، میرا سورج اور میرا چاند گھڑی کی سوئیوں کے پابند ہو گئے۔ وقت کا آزاد بہتا دھارا میرے حواس اور میرے خون سے نکل کر گھڑی کے ڈائل میں اسیر ہو گیا۔

گھڑی کے بنانے والے نے تو گھڑی اس لئے بنائی تھی کہ وہ فطرت سے آزاد ہونا چاہتا تھا مگر بالآخر وہ گھڑی کا اسیر ہو گیا۔ یہ گھڑی وقت کی علامت ہے جس نے مہذب دنیا کو چار سُو میں پابند کر دیا ہے۔ اب اگر انسان وقت کی قید سے، ہونا چاہے بھی تو وہ آزاد نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کی معاشرتی شخصیت اسے معاشرے میں رہنے کے لئے پابند کر دیتی ہے۔

ناصر بن محمد سلطان بن شریف بن امیر بن فضل علی بن قطب بن بدر بن ابوالحسن بن عبدالحکیم بن محمود بن علی شیر بن حبیب بن معین الدین بن قیام الدین بن شہاب الدین بن فخرالدین بن سیّد محمود بن ابوالفضل بن الفوارض بن محمد شاہ بن تاج الدین بن عبدالسلام بن کمال بن ابوسعید بن عیسٰی بن جعفر بن حسن بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسینؓ بن حضرت علیؓ بن ابو طالب بن ابوالمطلب بن ہاشم بن عبدلمناف۔

مذہب میرا اشاعری اور قبیلہ میرا ہاشمی ہے۔ دین میرا اسلام ہے اور کتاب قرآن پاک جو میرے جدّ امجد شافعِ محشر، سرکارِ رسالت ختمی مرتبت نبی آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ پیرِ طریقت میرا جدّ اعلیٰ امام اوّل علی مرتضٰے ہے اور مورثِ اعلیٰ میرا علیؓ کا لختِ جگر امامِ ہفتم حضرت امام موسٰے کاظم علیہ السلام ہیں جن کے خلف حضرت حسن الخاطب میرے جدّ اعلیٰ ہیں۔ علیؓ کا شیعہ ضرور ہوں مگر میرے عقیدے میں نہ تبرّے کو کوئی دخل ہے نہ تقیے کو۔ میرے دوست وہی ہیں جو خدا کے دوست ہیں، انبیاءؑ کے دوست ہیں، حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست ہیں، علیؓ کے دوست ہیں اور آئمہ اطہار کے دوست ہیں۔ بعض شیعہ رسوم میں شرکت اس لئے کرتا ہوں کہ ان سے آلِ نبیؐ اور اولادِ علیؓ کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ مجلسِ عزا امامِ مظلوم اور شہدائے کربلا کی یاد تازہ کرتی ہے۔ شبیہہ ذوالجناح، علَم اور تعزیئے شہدائے کربلا کی یادگاریں ہیں، اس لئے ان کا احترام بھی مجھ پر اور میری اولاد پر واجب ہے۔ اگر بعض واعظین اور عزادار کوئی نامناسب یا غلط حقائق بیان کرتے ہوں تو میں، اور میری اولاد اس سے بری الذّمہ ہے۔

دائیں سے بائیں۔ دوسری کرُسی پر ناصر کاظمی کے دادا سیّد شریف الحسن۔

ناصر کاظمی کی والدہ کنیزہ محمدی بیگم کا آخری دیدار۔ سرہانے غضنفر رضا کاظمی بیٹھے ہیں۔

ناصر کاظمی اور اُن کی بیگم شفیقہ بانو۔
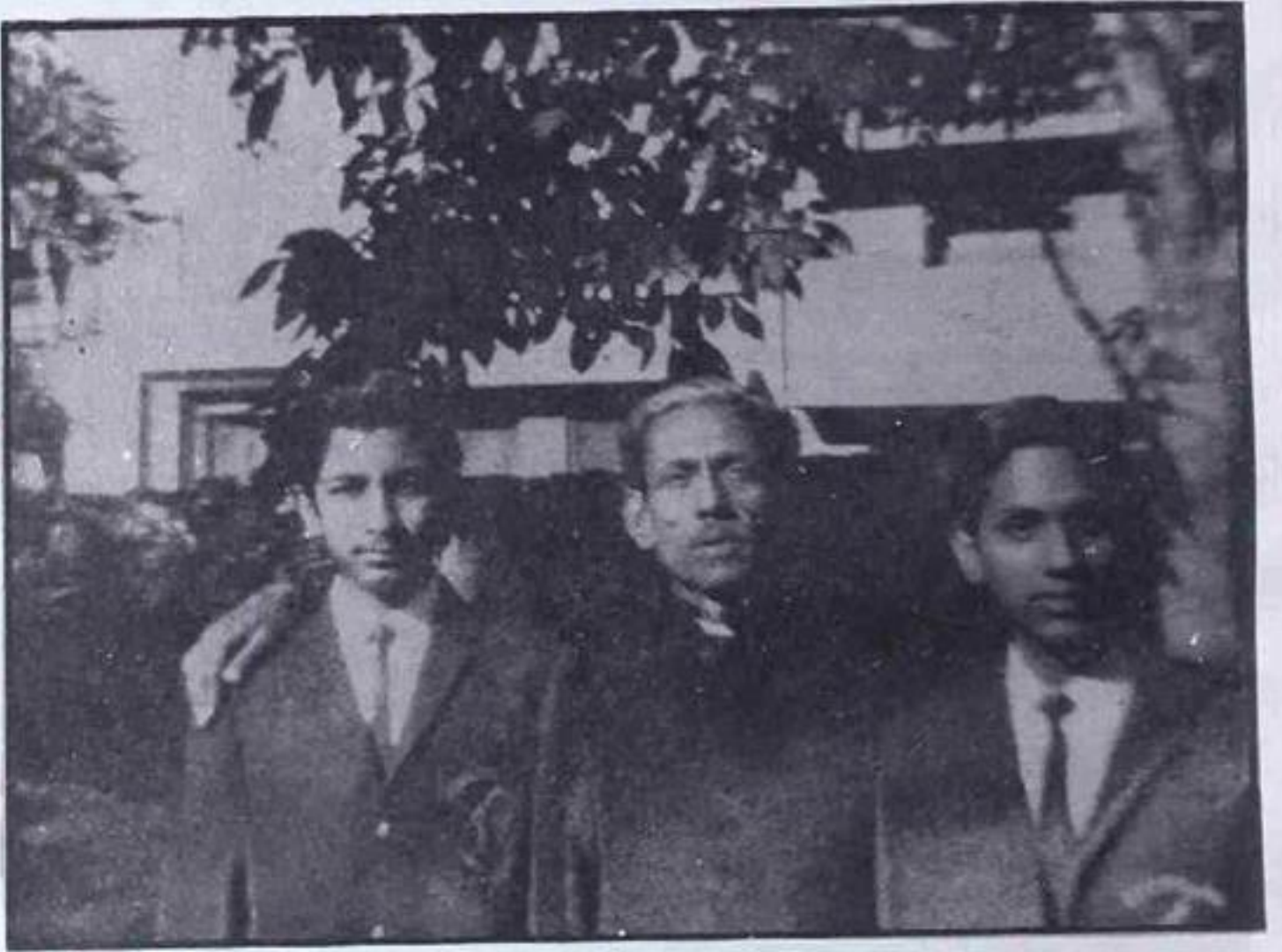
ناصر کاظمی کی دائیں جانب اُن کے بڑے بیٹے باصر سُلطان کاظمی
اور بائیں جانب اُن کے چھوٹے بیٹے حسن سُلطان کاظمی۔

ناصر کاظمی اپنے چھوٹے بھائی عنصر رضا کاظمی کے ساتھ۔
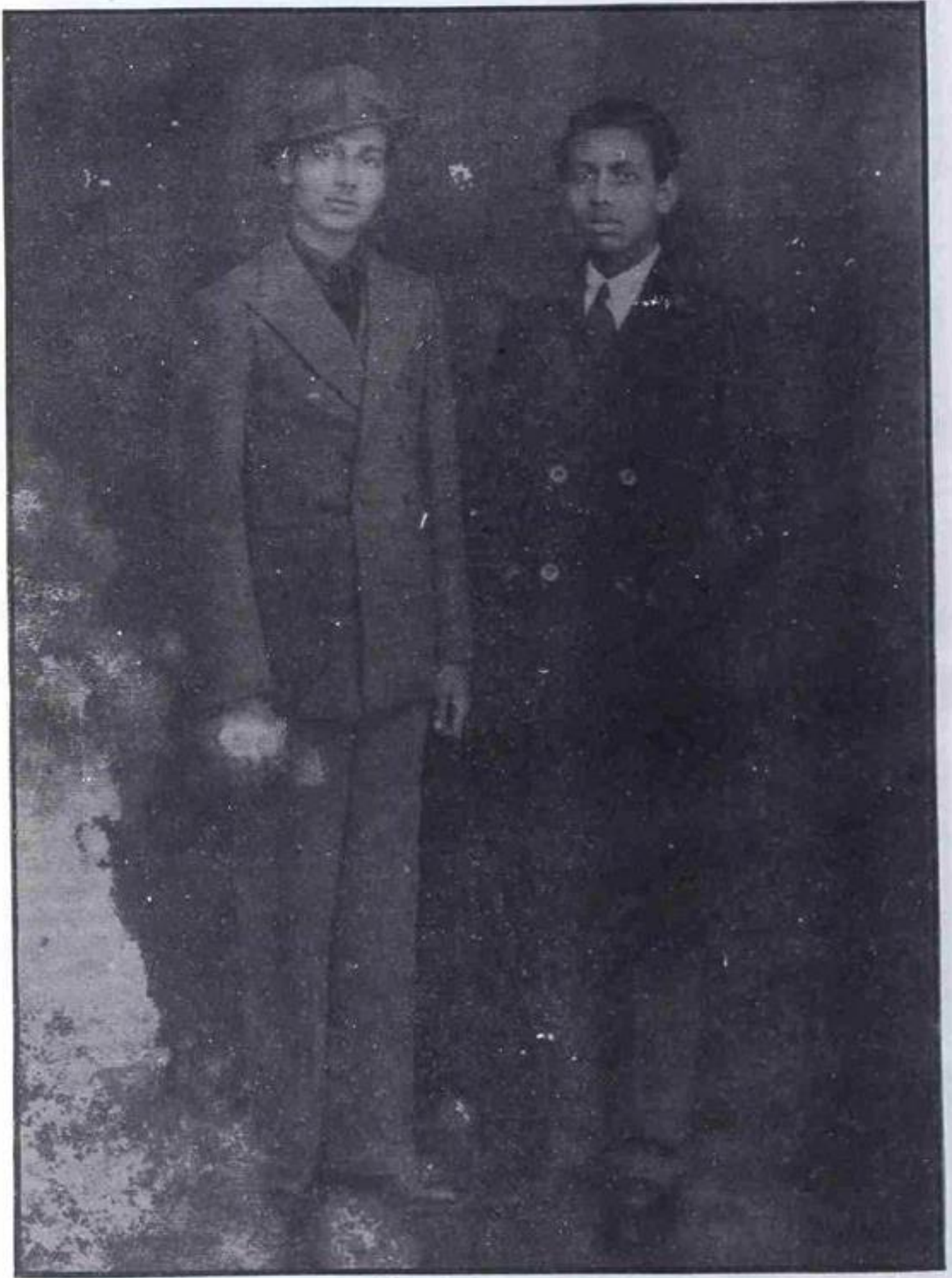
ناصر کاظمی اور افتخار کاظمی (ہیٹ پہنے ہوئے)
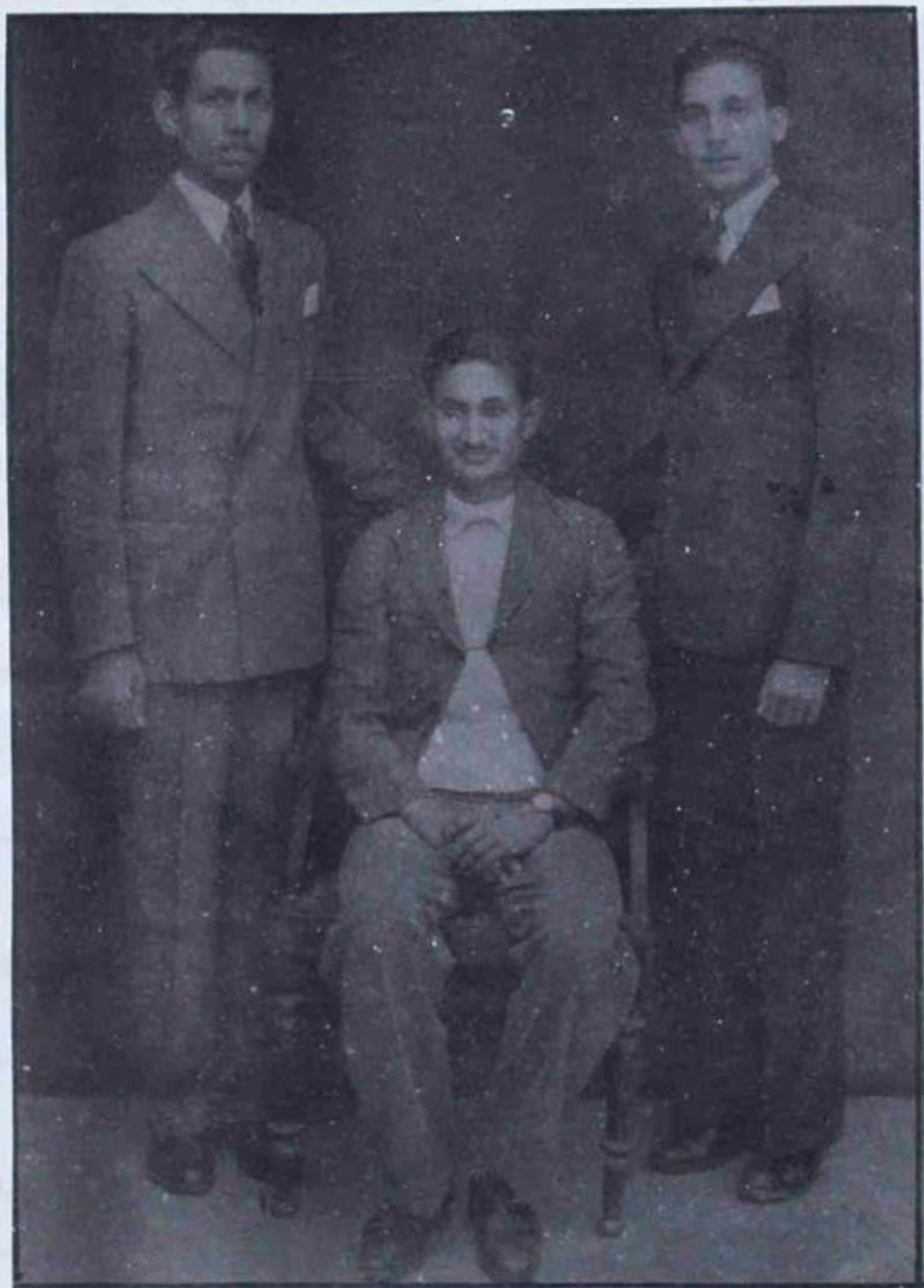
بائیں سے دائیں۔ ناصر کاظمی، ماموں شوکت اور افتخار کاظمی۔

۱۹۴۸ء تا ۱۹۵۰ء

صدائے رفتگاں پھر دل سے گزری
نگاہِ شوق کس منزل سے گزری

۲۷ مارچ ۱۹۶۹ء

او میرے مصروف خدا
اپنی دنیا دیکھ ذرا

۷ نومبر ۱۹۶۸ء

مرنا ہے بہتر اس کچھ دن سے

یہ دو زمانے ۲۲ مارچ ۱۹۵۰ء کو لکھا

خواب دیکھا ہے کہ یاروں پہ قیامت گزری

۱۲ مارچ ۱۹۶۸ء

ناصرؔ کاظمی کا عکسِ تحریر

۱۹۴۸ء تا ۱۹۵۰ء

ع خواب دیکھا ہے کہ یاروں پہ قیامت گزری
۲ مارچ ۱۹۴۸ء

اومیرے مصروف خدا
اپنی دُنیا دیکھ ذرا
۷ نومبر ۱۹۴۸ء

تجھ کو نادم کون کرے سب تری آنکھوں کے بیمار
غم جس کی مزدوری ہو جلد گرے گی وہ دیوار
۱۹۴۸ء

ے صدائے رفتگاں پھر دل سے گزری
نگاہِ شوق کس منزل سے گزری

۲۷ مارچ ۱۹۴۹ء

ع کرتا اُسے بیقرار کچھ دیر

یہ دو غزلہ ۲۲ مارچ ۱۹۵۰ء کو کہا۔

۱۹۵۱ء

یکم جنوری ۱۹۵۱ء ۔

"Like a shot down rang through the night".

=

دو جنوری ۔ ۵۱ء

شاعر لفظ بھی بوتا ہے۔ سکی ترجمہ ہے اس بات کا تجربہ ہیں۔

---

۳ ۔ جنوری

"There probably is no such absolute dictum as the ~~non~~ 'non-poetic' word; any word may be poetic if used in its right order!- - - -

---

ناصر کاظمی کا عکسِ تحریر

جنوری تا دسمبر ۱۹۵۱ء

یکم جنوری۔

"Like a shot dawn rang through the night."

---

۲ جنوری۔ شاعر نقّاد بھی ہوتا ہے۔ اُس کی تحریریں اِس بات کا ثبوت ہیں۔

---

۳ جنوری۔

"There probably is no such, absolute diction as the 'no-poetic' word; any word may be poetic if used in its right order"------

---

۴ جنوری۔

"Like the sweet apple which reddens upon the topmost bough."

"As if the iron scythe in the grass stops for a flower."

---

۵ جنوری۔

"But for you there are no replies. Poet, that's you."

'Alexander Pushkin'

"Yes, in our times the men were men.
Heroes --- not lads like you."

ایک روسی شاعر

"Night swallowed the sun as the fish
Swallowed gones."

چینی شاعری کا پس منظر

---

۶ جنوری ۔

"Sometimes the voice of a bird
calls among the ancient trees ---
Sometimes a cukoo sings to the moon,
weary of empty bills."

"And those who hear the tale of it
turn pale with fear."

"Alas, traveller, why did you come
to see fearful a place!
In day times one hides from running tigers,
in the night from long serpents."

"In the darkness of leaves."
'Sitwell'

"پتوں کی اندھیاری میں"

---

۱۰ جنوری ۔ سُدھ لے گھر کی بھی شعلۂ آواز
دُود کچھ آشیاں سے اُٹھتا ہے
(میر)

مسلسل ساز بجانے سے سازندے کی اُنگلیاں زخمی ہو جاتی ہیں۔ نَے کے جسم پر انگلیوں کے نشان پڑ جاتے ہیں۔ نَے کے سینہ میں سانسوں سے آگ بھڑکتی ہے اور دُھواں اُٹھنے لگتا ہے۔ جب آواز کے شعلے انتہا کو پہنچ جائیں تو آگ بجھنے کی منزل آتی ہے۔ اِسی لئے شعلۂ آواز کی تاب لانا ہر نَے اور ہر نَے نواز کے بس کا روگ نہیں۔

ان دنوں نکلے ہے آغشتہ بخوں راتوں کو
دُھن ہے نالے کو کسی دل میں اثر کرنے کی

میرؔ

وقت، جگہ، جذباتی اور ذہنی تجربہ —— تخلیقی لمحوں کا سرمایہ۔ "نالہ" "راتوں" کو "آغشتہ بخوں" نکلتا ہے۔

---

۱۱ فروری۔ ہندی راگ

چھایا نٹ —— متناسب اعضاء۔ گلابی پگڑی۔ ہیروں جڑا ہار پہنے۔ سرِ شام سہیلیوں کے گرد سڑک کے کنارے۔ ہاتھوں میں پھول۔ کومل آنکھیں۔ آتے جاتوں پہ زور سے ہنستی ہوتی۔

باگیشری —— گہری رات۔ کنول کی آنکھیں۔ زرد بدن۔

جے جے ونتی —— آسمانی پھول۔ بارش کا دیوتا۔ بانسری پہ۔ شراب پیئے ہوئے۔ کوکلا کی طرح زرد کپڑے۔ ہیروں جڑا ہار پہنے۔ کیوپڈ کے تیر لئے۔

مالکونس —— خون کے ساتھ دوڑتا ہوا۔ دیوتاؤں کی کھوپڑیاں اُن کے گرد بہادر دیوتا۔

۱۹۵۱ء

ہنڈول راگ ——— بہار کا موسم۔

---

۲۹ جولائی۔ عابد علی کا مجموعۂ کلام "شبِ نگار بنداں" چھپ کر آیا تو منہ سے بے اختیار ایک بات نکل گئی۔ شبِ نعل بنداں ——— ہمارے شہر انبالہ میں ایک کوچۂ نعل بنداں ہوتا تھا ——— کلام پرانی روش کا ہے۔ فارسی پیش پا افتادہ تراکیب، پرانے مضامین، کہیں کہیں لہجہ جان دار اور تیکھا بھی ہے لیکن شاعری غائب۔ دیوان میں ایک مطلع بھی نہیں۔ کوئی کیا کہے۔ چھوٹے بڑے ہر نوع کے شاعر کی زمینوں میں طبع آزمائی کی ہے لیکن رنگ نہیں جم پایا۔

ع ہر آواز پر میرؔ غالبؔ رہا
ناصرؔ

یہ مصرع مَیں نے ڈاکٹر سیّد عبداللہ کو غالبؔ کے نام سے سُنایا۔ کہنے لگے دیوان میں تو نہیں۔ مَیں نے نسخۂ حمیدیہ کا حوالہ دیا۔ مان گئے۔ بعد کو میری نظم 'نیا شہر' چھپی۔ پڑھ کر شل ہو گئے۔ ایک دن صبح صبح گھر پہ آئے، بہت بگڑے کہ تم نے جھوٹ کیوں بولا۔ مَیں نے کہا یہ جھوٹ نہ بولتا تو اتنی بڑی داد کیسے ملتی؟ مصرعِ غالبؔ کے نام سے سُنا دو تو واہ۔ خود کہو تو خیر ہاں اچھا ہے، خوب ہے وغیرہ وغیرہ۔ بُت پرست کہیں کے۔

---

۲۲ ستمبر۔ لارنس باغ میں دن بھر گھومتا رہا۔

ے نئے سُہانے رنگ اُڑا کر جاڑے کی رُت آئی
ایک سے ایک نرالی خوشبو ایک سے ایک نیا سپنا

۲۷ اکتوبر۔ ؎ دن کی قندیل سو گئی ناصر
رات کالی ہوئی چراغ جلا

یکم نومبر۔ ع ختم ہونے کو ہے تاروں کا سفر
یہ غزل 'امروز' میں شائع ہوئی تھی۔

---

۲ نومبر۔ ع لوگ تھے رفتگاں میں کیا کیا کچھ

---

۸ دسمبر۔ میرا جنم دن۔
یتیمی، غریب الوطنی، بے زری، دربدری۔

---

۱۵ دسمبر۔ شیخ صاحب، نُورعالم اور خالد اقبال کے ہمراہ ریگل میں دوسرا شو "King Soloman's Mines" دیکھا۔
وحشی ناچ، رنگ روپ' اشبانی مناظر۔

---

۱۶ دسمبر۔ نُورعالم الائیڈ پریس میں بطور کمرشل آرٹسٹ کام کر رہا ہے۔ دن بھر کی کمائی سات روپے مجھے دے گیا ہے۔
آج حلقے میں غزل پڑھی۔
ع دِلّی اب کے ایسی اُجڑی گھر گھر پھیلا سوگ۔
غالب احمد ان دنوں میری تنہائیوں اور رتجگوں میں زیادہ شریک رہتا ہے۔ آج صرف ٹھنڈے پانی کا ناشتہ کیا۔

---

۱۸ دسمبر۔ سات بجے شب عظیم مرتضیٰ اور حبیب جالب کے ہمراہ کوئٹہ ایکسپریس سے مشاعرہ پڑھنے ملتان کو روانہ ہوئے۔ خانیوال کے اسٹیشن پر چائے پی۔ ۱۹ کو علی الصبح گاڑی ملتان پہنچی۔ سیّد الطاف حسین گردیزی رئیسِ ملتان کے ہاں قیام کیا۔

---

۱۹ دسمبر۔ آئی یو خان، کمشنر ملتان کی صدارت میں مشاعرہ ہوا۔ اس مشاعرے میں تقریباً چالیس مقامی شعر گو شریک ہوئے۔

---

۲۰ دسمبر۔ گردیزی صاحب کے گھر پر مشاعرہ ہوا۔ رات کو لاہور کے لئے روانہ ہوئے۔

---

۲۱ دسمبر۔ لاہور پہنچا۔ پیر صاحب کے ہاں اسمبلی میں کھانا کھایا۔ شیخ صاحب اور نور عالم بھی ہمراہ تھے۔ رات بھر کوچہ گردی کی۔

وہ دُور تھا تو خواہشِ دیدار تھی مگر
دیکھا تو آرزو ہوئی بوس و کنار کی

چاند اور سورج پھول اور تارے
اُن آنکھوں کے نرم اشارے

ترجمہ از بھرتری ہری

---

۲۲ دسمبر۔ رات چار بجے گھر آئے۔ مظفر بھی میرے ہاں سو رہا۔

۱۹۵۱ء

صبح آنکھ کھلی تو شاہ جی غائب تھے۔ میں پھر سو رہا۔ شام کو ٹی ہاؤس گیا۔ پھر ڈینیز ہوٹل میں شہزاد، مظفر، انتظار، پیرزادہ احمد شجاع، نصیر احمد امجد حسین، شیخ صاحب، راز مراد آبادی، احمد مشتاق، آفتاب ربانی، سلیم واحد سلیمی، عارف عبدالمتین، مرزا محمد علی، نور عالم اور دیگر احباب کے ساتھ ہنگامہ رہا۔ بارہ بجے رات گھر آیا اور کلیاتِ میر پڑھتا رہا۔

---

۲۳ دسمبر۔ مظفر اور غالب احمد کے ساتھ دو بجے رات تک لوہاری دروازے میں دلشاد ہوٹل میں اُبلے ہوئے انڈے۔ مکھن اور نمک میں ملا کر کھائے۔ صبح چار بجے غالب احمد کے ہوسٹل میں آکر سو رہا۔ غالب احمد ان دنوں اورینٹل کالج میں ایم۔ اے عربی کا طالب علم ہے۔

---

۲۴ دسمبر۔ اطالیہ کا شاعر Leopardi پڑھنا شروع کیا۔

---

۲۵ دسمبر۔ پراگندہ روزی، پراگندہ دل ——— ۳۰ سگریٹ پیئے۔ دن ہوٹلوں میں۔ رات سڑکوں پر۔ رات وارث روڈ پر شاہد حمید کے ہاں گزاری۔

ع   آنکھ رکھتا ہے تو پہچان مجھے

---

۲۶ دسمبر۔ میرا بائی، سورداس کے بھجن۔

---

۲۷ دسمبر۔ غالب احمد، احمد مشتاق اور انتظار حسین۔ (بیڈن روڈ)۔ نمکین دال، سوّیاں، شامی کباب، چائے اور سگار۔

"Wind, Sand and Stars."

by Antonino de Saint Erupery
Translation --- Lewis Galenture

Mountains, deserts with all their
beauty any terror.
It is the feeling of beauty that
speaks in us, and beauty can not endure what is
common place
and trioial ---
Stars --- "The frozen glitter of diamonds."

"Adventures are to the adventurers."
'whitehead'

---

۲۸ دسمبر۔ اوڈین میں دوسرا شو "Bitter Rice" دیکھا۔ اٹلی کی یہ فلم لائقِ دید ہے۔

۱۹۵۲ء

جنوری تا دسمبر ۱۹۵۲ء

اِن اُداس شہروں میں
دل اُداس رہتا ہے

جنوری ۵۲ء

---

۳۱ جنوری۔ آدھی رات۔ دلشاد ہوٹل، لوہاری دروازہ، لاہور۔

میں ہوں اب اور اندھیری راتیں
تیری زلفوں کے طلسمات کہاں

---

۱۵ فروری۔ دن بھر ہوٹل۔ جعفر طاہر سے مِلا۔ پلاؤ، شوربا، انڈے کباب۔ انتظار کے ساتھ۔ غالبؔ پر مومنؔ کی سکیم۔ شام سے رات ۱۰ بجے تک چھینٹے پڑے۔ اب ۳ بجے تک مضمون لکھ رہا ہوں۔ نُور عالم بھی مِلا۔

---

۱۶ فروری۔ رات بھر غالب کے ساتھ صُبح ۵ بجے تک۔ جعفر طاہر آیا۔ دیال سنگھ کالج مشاعرہ۔ تصویر۔ بخاری صاحب صدر۔ غزل پڑھی "پیمانہ گُل"۔ عابد علی، حفیظ، جعفر طاہر، بخاری کے ساتھ کھانا کھایا۔ پھر انجم رومانی کے گھر ایک بجے تک ہیں، جعفر اور حفیظ۔ شعر و شاعری۔ پھر غالب کے ہاں۔ نُور عالم وہیں تھا۔ لوہاری گئے۔ نُور عالم اعظم کے کمرے میں سو گیا۔ میں اور غالب لوہاری۔

صُبح ۹ بجے گھر آیا۔ دن میں۔
غالبؔ پر مضمون "غالب اور زینت محل" لکھا۔ "آفاق" میں دیا۔ مضمون شائع ہوا۔ شور ہوا کچھ نہیں بھی۔

---

۱۷ فروری ۔ سارا دن سویا۔ رات پھر مظفر علی کراچی سے آیا۔ ہم سب گھومتے رہے۔ مشتاق کے ہاں مِل میں گئے۔ نئی غزل شروع کی۔

---

۱۸ فروری ۔ دن بھر ہوٹل گردی۔ رات کو گورنمنٹ کالج میں مشاعرہ۔ رات کے ۲½ بجے تک ہوٹل میں نشست۔ صُبح ۴ بجے تک لوہاری مِل میں۔ پھر گھر آیا۔

---

۱۹ فروری ۔ دن گزرا۔ نُور عالم نے میری غزل میں ایک مصرع کہا۔ وہ شعر کبھی نہیں کہتا۔ رات کو خالد چیف کالج سے آیا۔ دال، کباب، انڈے، مکھن، چائے اور سگریٹ کئی قسم کا۔ بھائی کو ۲۵ روپے بھیجے۔ احباب کے ساتھ نشست رہی۔ نظیرؔ اکبر آبادی اور اقبالؔ پڑھنا شروع کیا۔ اب ½۱۱ بجے گھر آیا۔

---

۲۰ فروری ۔ دن کے دو بجے کوئی آکر جگا گیا اور اپنے ساتھ لے گیا۔ رات کی بات پوری ہوئی نہ معلوم پرسوں سے مجھے کیا ہو رہا ہے۔ غالباً نُور عالم نے آج میری ڈائری پڑھی لیکن اُس نے مجھے بتایا نہیں۔ خدا جانے دل میں کیا سوچتا ہوگا لیکن مجھے اُس پر بھروسہ ہے اور اپنے دل پر بھی۔ آج سے

مَیں اپنی ڈائری نہیں لکھوں گا اور اگر لکھوں گا تو دوسرے انداز میں جسے مَیں بھی نہ سمجھ سکوں۔ ایک چھوٹی سی کتاب 'Philosophy in a New Key' شروع کی۔ آج میں مشاعرہ میں نہیں گیا۔

---

۲۱ فروری۔ دو بجے نورُ عالم جگانے آیا۔ پھر ہوٹل گیا، ڈاکٹر باقر سے حکیم احمد شجاع کے نام خط لیا۔ پیر احمد شجاع کے علاوہ رات کو مظفر علی سیّد، انتظار، شیخ صاحب اور نورُ عالم۔

---

۲۲ فروری۔ دن کے ۲ بجے شیخ صاحب آئے۔ چائے پی۔ ریگل میں "Sunset" دن کا شو دیکھا۔ شام کو مظفر، انتظار، حفیظ ہوشیار پوری، ریاض، طفیل، کاظمی اور دوسرے احباب شہرت وغیرہ۔ پھر میری آنکھ کا تارا آگیا۔ کچھ دیر بیٹھ کر چلا گیا۔ وہ جب آتا ہے تو دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے۔ جاتا ہے تو دنیا اندھیر ہو جاتی ہے۔ اس کالی رات میں اُسے ڈھونڈتا پھرا لیکن وہ دُور جا چکا ہو گا۔ سو گیا ہو گا یا پڑھ رہا ہو گا۔ غالب کے سانتھ ۲½ بجے واپس گھر آگیا، وہ چلا گیا۔ اب ایک غزل شروع کی ہے۔ ؎

دُور اس تیرہ خاکداں سے دُور
دیکھ دنیائے جسم و جاں سے دُور

---

۲۳ فروری۔ دن کے ۲ بجے سو کر اُٹھا۔ رات بھر قہوہ خانے میں پھر مشتاق احمد کے پاس مِل میں گیا۔ صُبح سات بجے گھر آیا۔ آنکھ کا تارا ابھی ہِلا۔

۱۹۵۲ء

۲۴ فروری۔ رات کو ایم اے۔ او کالج میں مشاعرے میں شرکت کی۔ جگر مراد آبادی، حفیظ ہوشیارپوری، راز، شہزاد، مظفر علی سیّد، غالب، جعفر طاہر، خمار اور دیگر شاعر تھے۔ مظفر علی سیّد کے ساتھ رات بھر باہر رہا۔ پھر ہل میں جاکر بیٹھ گیا۔ صبح کو گھر آیا۔ ۲۲ فروری والی غزل مکمل کی۔

---

۲۵ فروری۔ ۳ بجے سو کر اُٹھا۔ ادارۂ فروغِ اُردو کی طرف سے دعوت تھی۔ طفیل احمد کے ہاں۔ جگر، عابد علی، صوفی تبسم، آنند رام لکھ، ندیم قاسمی، راز، احسان دانش اور بہت سے لوگ تھے۔ رات کو آنکھ کا تارا مِلا اور میں اب تک اُس کے پاس ہوں۔

---

۲۶ فروری۔ آج صبح ۷ بجے تک گھر سے باہر رہا۔ ہوٹل گردی کی۔ ایک آدھ مصرع موزوں کیا۔ انتظار، مظفر اور غالب —— آنکھ کا تارا نہ جانے کہاں غائب۔ آج وہ کئی دنوں کے بعد مجھے نہ مِلا ؎

اب وہ مہ ایک اور مہ سے ملا
چند در چند یہ حکایت ہے

میرؔ کا یہ شعر آج سمجھ میں آیا۔ مجید صاحب، ڈاکٹر باقر، لیث صدیقی، وقار عظیم، مشکور حسین اور حمید نظامی سے مِلا۔

---

۲۷ فروری۔ صبح ٦ بجے گھر آیا۔ ۱۲ بجے سو کر اُٹھا۔ باہر گیا۔ چائے پی۔ دھوبی نے اُدھار کپڑے دینے سے انکار کر دیا۔ میلے کپڑے پہن کا دفتر "امروز" گیا۔ انور کارٹونسٹ سے مِلا۔ ۱۰ روپے غزل کا معاوضہ دل پر پتھر رکھ کر وصول کیا۔

اور ۵ روپے خرچ کر دیئے۔ آنکھ کا تارا کافی ہاؤس میں مِلا پھر دوڑ کر چلا گیا۔ ایک شعر غالب احمد کا نقل کرتا ہوں، بہت پسند آیا۔ ؎

شہر سے دُور دن کا پھول کھِلا　　آنکھ چمکی کرن کرن کے ساتھ

خالہ صاحبہ آئیں۔ اُن سے کچھ باتیں ہوئیں اور انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ شفیقہ صرف میرے لئے ہے لیکن اگر میں کوئی معذرت کر لوں۔

---

۲۸ فروری۔ دن میں ہوٹل پھر یونیورسٹی میں تصویروں کی نمائش دیکھی۔ اُستاد شاعر کی بیٹی کو دیکھا، پرسوں پھر ملوں گا۔ آنکھ کا تارا بھی مِلا۔ نور عالم بھی آیا۔ میرا سکیچ اُس نے ابھی تک نہیں بنایا۔ پھر حفیظ سے ریڈیو میں مِلا، راز سے بھی۔ رات کے ۱۲¾ بجے گھر آیا۔ اب غزل لکھنے کی سوچ رہا ہوں۔ کچھ تصویریں آنکھوں کے سامنے ناچ رہی ہیں۔ پتّے جھڑنے کا موسم ہے۔ آرزوئیں جوان ہو رہی ہیں۔ ایک ایک پتّہ "دلِ شب چراغ" ہے۔ کل آنکھ کا تارا ملے تو اُسے چُوم لوں کم از کم آنکھوں سے۔ وہ میرے درد کا درماں ہے لیکن اُس کے درد کا درماں کوئی اور ہے۔ یہ خواب بھی عجیب ہوتے ہیں۔ کوئی کسی کا کوئی کسی کا۔ کبھی کسی کے کبھی کسی کے اور کبھی صرف میرے۔

---

۲۹ فروری۔ دن ہوٹلوں میں۔ رات اسٹیشن اور صُبح گھر آیا۔ منٹو بھی مِلا۔ اپنے متعلق شعر لکھوانے چاہتا ہے۔ میں کیا کروں۔

یکم مارچ۔ ۲ بجے نور عالم جگا کر لے گیا۔ کافی ہاؤس۔ رات کو نور، صفدرؔ، شہرتؔ، انتظارؔ، قیوم نظر اور میں ریڈیو سٹیشن گئے۔ شہرتؔ، قیوم اور میں نے

غزلیں پڑھیں۔ میں نے "گل پارہ" والی غزل پڑھی۔ پھر حفیظ سے ملے، پھر ساری رات مل میں گزری۔ صبح ہوٹل۔ ۸ بجے گھر آیا، سویا، پھر نور عالم جگا کر لے گیا۔ رات کو ایک بجے گھر آیا۔ آنکھ کا تارا اس وقت دُور جا چکا ہو گا۔ آج وہ ناراض ہو گئی۔ خیر کل مان جائے گی۔ میری آنکھ کا تارا میرے پاس ہے۔ مَیں اب کسی سے نہ ملوں گا۔ نہیں ملوں گا۔

---

۲ مارچ ۔ دن کے دو بجے اُٹھا۔ رات کو حفیظ ہوشیار پوری، انتظار، شیخ صاحب، نور عالم سب ملے۔ آنکھ کا تارا بہت دیر ساتھ رہا۔

---

۳ مارچ ۔ شیخ صاحب جگا کر لے گئے۔ نمائش تصاویر کی دیکھی۔ آنکھ کا تارا ملا۔ ۱۲ بجے گھر آیا۔ حفیظ ہوشیار پوری شام کو آیا۔

---

۴ مارچ ۔ دن ہوٹلوں میں۔ دو بجے مظفر علی سیّد اور نور عالم مجھے جگا کر لے گئے۔ رات کو مَیں اور میری آنکھ کا تارا گھومتے رہے۔ پھر اُسے دُور تک چھوڑ کر چلا آیا۔ جی چاہتا ہے ساری عمر اُس کی صُحبت میں بسر کروں اور وہ اسی طرح رہے۔ میرا دل بھی اسی طرح رہے لیکن یہ ناممکن ہے۔ کتنے آنکھ کے تاروں کو رویا ہوں لیکن وہ جلد ہی بچھڑ گئے۔ رات پھر کاٹن مل میں گزری۔ حفیظ بھی ملا۔

---

۵ مارچ ۔ حفیظ سے ریڈیو میں ملا۔ اُس نے کام دلانے کا وعدہ کیا۔ آنکھ کا تارا صبح سویرے ملا پھر رات کو بھی۔

---

۶ مارچ - آج ۱۰ بجے کی بجائے ۱/۲ ۱۱ بجے ریڈیو سٹیشن گیا - پہلے گھومتا رہا پھر چائے پی - پھر ایک گھنٹہ میر پڑھتا رہا - ایک دو پروگرام مرتب کئے - اپنے سب سے بڑے افسر سے گپیں ہانکیں اور بغیر اطلاع کے چلا آیا - دوسرے احباب اور آنکھ کا تارا بھی مِلا - سفرِ منزل کے آخر تک میری آنکھوں میں رہا - اب میرے دل میں ہے - جس قدر احسان اُس نے مجھ پر کئے ہیں، جتنا پیار اُس نے مجھ سے کیا ہے اس کا بدلہ چکانے کے لئے دوسری زندگی چاہیئے سو وہ تو ناممکن ہے لیکن کاش کوئی غائبانہ طاقت اُسے نیک صلہ دے - وہ ہنستا رہے خوش رہے - کشورستان میں گیا - یہ وہ گھر ہے جہاں میں برسوں رہا - آج اُس کے دروازے میرے لئے بند ہیں - یہ اندھیری رات، بجلی، بادل، بوندیں —— وہ تنہا لیمپ کی نیلگوں روشنی میں پڑھ رہی ہوگی یا سو رہی ہوگی - مَیں اِدھر رو رہا ہوں - اب ہنسنے کو جی چاہتا ہے لیکن اتنی فرصت کہاں - دن بھر آنکھ کا تارا، آدھی رات تک کچھ دیر کشورستان - (نواب صاحب) کچھ دیر سونا پھر جاگنا اگر کوئی جگا دے - دن بھر ہوٹل - اب ایک کام مِلا ہے سو دیکھیں کیا ہو —— بیکار دوست، بیمار گلیاں، بے روح مناظر - لاہور اب وہ لاہور نہیں - شہر کیا قبرستان ہے لیکن مجھے عزیز ہے - میرا اور اُس کا شہرِ طرب ہے اور اس میں آنکھ کا تارا ابھی تو ہے - میری آنکھیں کبھی بے نُور نہیں ہو سکتیں - دل بجھ گیا تو کیا ہوا -

---

۷ مارچ - آج چائنیز میں صُبح سویرے گیا - یوسف ظفر مِلا - غزلیں سُن کر بے حد خوش ہوا - پھر سارا دن اور وہی ہوٹل، وہی بیرے، وہی بے روح لوگ - حفیظ رات کو مِلا اور آنکھ کا تارا بھی -

---

۱۹۵۲ء

۸ مارچ ۔ کل رات نور عالم میرے ہاں سو گیا۔ مچھر اور کھٹمل اُسے کاٹتے رہے ۔ ساری رات وہ سو نہ سکا پھر بخار ہو گیا ۔ افسوس میں اپنے پیارے دوستوں کو آج ایک رات مہمان بھی نہیں رکھ سکتا۔ لیکن کتنے بلند اور پیارے ہیں میرے بعض دوست ۔ صبح ہوٹل میں گیا ۔ شیو کرایا پھر ریڈیو سٹیشن گیا۔ کام گیا ۔ ۴½ بجے واپس آیا ۔ رات کو حفیظ مِلا۔

---

۹ مارچ ۔ دن گزرا ۔ حلقہ میں گیا ۔ فاطمہ کبُرا صاحبہ نے غزلیں مانگیں۔ رات ہوئی مشتاق کے ساتھ مِل میں ۔ پھر لوہاری کے قہوہ خانہ میں اپنی پرانی غزلیں سُناتا رہا ۔ پھر وہ لڑکی یاد آگئی جو میری زندگی میں دوسری بار ایک نئی زندگی لے کر آئی ۔ جتنا عشق اُس نے مجھ سے کیا اس کی مثال دنیا میں کم ہے لیکن مَیں نے اُسے باپ کے ڈر اور اپنی آوارگی کی وجہ سے کھو دیا ۔

---

۱۰ مارچ ۔ دن ہوٹلوں میں ۔ ریڈیو نہیں گیا ۔ جعفر طاہر اور دوسرے احباب مِلے ۔ مظفر اور حنیف بھی مِلے ۔ شیخ صاحب ، نور عالم اور حفیظ مِلے ۔ آنکھ کا تارا دیر تک میرے پاس رہا ۔ ایک اور —— میں نے اُس کا نام لَٹّو رکھا ہے ، آج اُسے بتا دیا —— سِتم کیا میں نے ۔ ایک شعر کل رات ہوا تھا ۔ ؎

میں اک ٹوٹا ہوا سازِ طرب ہوں
صبا کی انگلیاں مجھ کو نہ چھیڑیں

آج دال ، کباب ، مٹر گوشت ۔ چائے ، کافی ، چائے پھر کافی اور

سگریٹ بے شمار۔ پرندکا گوشت کئی دنوں سے نہیں کھایا۔ نہ شطرنج کھیلی نہ شکار گاہ میسّر ہے۔

---

۱۱ مارچ۔ صبح اُٹھ کر ہوٹل میں گیا۔ پھر —— آنکھ کا تارا ملا۔ شعر پڑھتا رہا۔ محفلیں برپا ہوئیں۔ رات کو حفیظ، انتظار، مظفر، شیخ صاحب اور دوسرے احباب مِلے۔ ساری رات مشتاق کے ساتھ لوہاری کے دلشاد ہوٹل میں گزاری۔ صبح آیا۔

---

۱۲ مارچ۔ ۱۲ بجے سوکر اُٹھا۔ ہوٹل میں گیا پھر لارنس باغ گیا۔ پَت جھڑ کا موسم گیا، بہار آرہی ہے۔ ایک ایک پتّہ بہار کا دل ہے۔ میرا دل دھڑک رہا ہے۔ آنکھ کا تارا ملا۔ کشورستان آباد ہے لیکن مجھ پر اُس کے سب دروازے بند۔ رات کو چائنیز میں صوفی تبسّم، عبدالمجید، حفیظ ہوشیارپوری، محمد صفدر، مشیر محمد بھٹی، پروفیسر کرامت حسین، شاہ صاحب، ابراہیم سلیم اور تقی الدین پال کے ساتھ کھانا۔ پھر شعر و شاعری۔ رات پھر دلشاد ہوٹل، صبح گھر آیا۔

---

۱۳ مارچ۔ ۲ بجے گھر سے سوکر باہر نکلا۔ "آفاق" کے دفتر "شیراز" میں شاہد حمید کے ساتھ چائے —— انارکلی۔ محی الدین، ایک پرانا دوست ملا۔ پھر ماڈل ٹاؤن پیر احمد شجاع جو میرے مخلص دوست ہیں کے ہاں زبیر، اکرم کاظمی، نور عالم اور شیخ صلاح الدین کے ساتھ کھانا کھانے گیا۔ رات کے دس بجے اُن کی کار میں چائنیز واپس آیا۔ کافی پی۔ آنکھ کا تارا گھر چلا گیا۔ شیخ صاحب گھر چھوڑ کر گئے۔ اب ڈائری لکھ رہا ہوں۔ دو موم کی شمعیں میری مونس تنہائی

ہیں۔ ایک شعر ہوا ہے ؎

ڈھونڈیں گے لوگ مجھ کو ہر محفلِ سخن میں
ہر دور کی غزل میں میرا نشاں ملے گا

---

۱۴ مارچ۔ صبح اُٹھا پھر ہوٹل میں گیا۔ کافی ہاؤس میں سلیم طاہر، مختار صدیقی، یوسف ظفر، سیّد نصیر احمد، پروفیسر عبد المجید ——— سپر چائینز سوپ۔ پھر حفیظ ہوشیار پوری اور دوسرے احباب ملے۔ حلقے کا سالانہ اجلاس ہوا۔ صدارت حفیظ نے کی۔ عبادت بریلوی، انتظار، اشفاق اور مولانا صلاح الدین احمد۔ مظفر نے ریاض احمد کا مقالہ پڑھا۔ پھر رات کو عابد علی کی صدارت میں مشاعرہ بغیر ترنّم کے، وائی۔ ایم۔ سی۔ اے میں ہوا۔ عابد علی، ندیم، مختار، ضیاء، یوسف ظفر، ریاض، حفیظ، شہرت، راقم الحروف، مظفر، محمد صفدر، انجم رومانی وغیرہ نے شرکت کی۔ پھر چائینز میں ۱۲ بجے تک رہے۔ بارش زور سے ہوئی۔ میں، شاہد حمید، نور عالم، مظفر، احمد مشتاق اور انتظار لوہاری گئے۔ میں اور نور گھر چلے آئے۔ بارش ہو رہی ہے۔

۱۵، ۱۶ مارچ۔ میں ابھی سو کر بھی نہ اُٹھا تھا کہ قیوم نظر اور یوسف ظفر نے دستک دی اور وہ مجھے لائل پور مشاعرے میں لے جانے کے لئے مجبور کرنے لگے۔ میں کپڑے بدل کر منہ ہاتھ دھو کر فی الفور تیار ہوا۔ صرف خیالِ خاطرِ احباب۔ پہلے ٹی ہاؤس میں ناشتہ کیا۔ نور عالم اور شیخ صاحب کو بُلا لایا۔ وہ آج کیمبل پور جا رہے ہیں، شام کے ½۶ بجے کی گاڑی سے۔ پھر ہوٹل میں ندیم قاسمی، احمد راہی، یوسف ظفر، قیوم نظر، سلیم طاہر، مختار صدیقی

اور ئیں تھے۔ ہم بس کے اڈے پر میو ہسپتال کے پاس گئے۔ پھر دوسری بس میں شاہ عالمی دروازے سے چلے۔ مَیں فرنٹ سیٹ پر بیٹھا۔ کیلے، سنگترے، پان اور سگریٹ لئے۔ راستہ بھر شعروشاعری اور شوروغل۔ مَیں اس شور میں کم شریک رہا۔ شام کے ۱/۲ ۵ بجے لائل پور پہنچے۔ موسم قدرے خُنک تھا۔ پھر آندھی آئی پھر بارش۔ مشاعرہ باہر گراؤنڈ میں ہونا تھا۔ ہال میں فرش بچھائے گئے۔ ہوسٹل میں قیام کیا۔ مُنہ ہاتھ دھویا پھر کالج میں چائے پی۔ اس کے بعد آرام کیا۔ پھر مشاعرے میں شرکت کی۔ صدر پرنسپل تاج محمد خیال تھے۔ اُنہوں نے اپنے عالمِ شباب کی معمولی غزلیں اور نظمیں سُنائیں، صرف دو عدد۔ مشاعرہ میں ہم لاہور کے شاعروں نے دو دو غزلیں پڑھیں، مَیں نے تین تحت اللفظ میں ——— 'انجمن میں آ'، 'دل دھڑکنے کا سبب یاد آیا' اور 'سفرِ منزلِ شب یاد نہیں' والی غزلیں پڑھیں۔ شور علیگ اور دوسرے شاعر بھی تھے۔ پھر کھانا کھایا۔ مختار سے اقبالؔ پر بحث ہوئی۔ پھر سو گئے۔ صُبح اُٹھے، چائے پی۔ پھر اپنے پرانے ہم جماعت قیوم لکّی جو آسٹریلشیا بینک کا منیجر ہے کے ہاں چائے پی۔ خلیق قریشی، حبیب جالب اور مقامی شاعر بھی تھے۔ شیخ عبدالشکور بھی لاہور سے گئے ہوئے تھے۔ غیر معمولی ناشتہ۔ گھرانہ محفلِ فرشی مختصر سی۔ پھر لاہور کو روانہ ہوئے۔ مَیں نے شعر پڑھا۔

ع۔ دم رہا ہے آنکھوں میں ——— احباب جم رہا ہے پڑھتے رہے۔

مَیں اُن کی عقل پر رو دیا۔ سارے رستے شعر سنائے اور سُنے۔ پھر بارش۔ کشتیوں کا پُل ——— بارش۔ قلعہ کے پاس اُترے۔ تانگہ لیا۔ ٹی ہاؤس پہنچے۔ اتنے میں نور عالم نظر پڑا، حیران ہوا میرے سامنے تھا۔ اب مَیں لاہور آ چُکا تھا۔ دن گزرا۔ ساری رات لوہاری غالب احمد کے ساتھ۔

۱۹۵۲ء

غزل شروع کی۔ ؎

عشق جب زمزمہ پیرا ہوگا
حُسن خود محوِ تماشا ہوگا

چار شعر کہے۔ صبح ۵ بجے گھر آیا۔ سو گیا۔

---

۱۷ مارچ ۔ آج صبح خالو جی آئے۔ دن بھر ہوٹل۔ احباب۔ ڈاکٹر صلاح الدین اکبر کی شادی میں ولیمہ۔ پھر نشست رہی۔ ایک شعر کہا۔ ؎

دائم آباد رہے گی دنیا
ہم نہ ہونگے کوئی ہم سا ہوگا

اس وقت آنکھ کے تارے کو میٹروٹنک چھوڑ کر آرہا ہوں۔ اُس نے مجھے ایک چراغ کھلایا۔ ایک ننّھی سی دیا سلائی دی جس پر بِگل بنا ہوا تھا۔ یہ دیا سلائی کا سائز مجھے بہت پسند ہے۔ سگریٹ کیپسٹن اور گولڈ فلیک بہت پیتا ہوں لیکن کریون اے اور دوسرے اچھے سگریٹ بھی پسند ہیں سوبرانی کچھ عرصہ نور عالم نے پلایا لیکن پھیکا اور معصوم سگریٹ ہے۔ کھانے میں مرغ۔ پرند کا گوشت، ہرن کی ران۔ پھلوں میں آم، انگور، سردا، انار، آڑو، مالٹا پسند ہیں۔ دہی مکھّن بے حد۔ خوش پوشی اور مہمان نوازی کی تو اب آرزو ہے ـــــ دوست ہر قسم کا بناتا ہوں۔

---

۱۸ مارچ۔ سعید لندن سے آیا۔ عزیز۔ ڈاکٹر صاحب ملے۔ پھر نور عالم، غالب، مظفر، شہزاد، مشتاق اور انتظار کے ساتھ لارنس گیا۔ پانی بتاشے، دہی بھلّے، پکوڑے، چنے، دال نمکین وغیرہ۔ پھولوں کی

وادی سے گزرے۔ آنکھ کا تار ملا۔ میں نے اُسے آنکھوں سے چوما مغز، انڈے، مکھن، چائے اور کافی پی۔ رات کو ۲ بجے تک احمد مشتاق کے ساتھ رہا۔ غزل جاری ہے۔

---

۱۹ مارچ ۔ دن بھر ہوٹل۔ احباب۔ چائے، سگریٹ، کافی، پان، مُرغ، انڈے، مکھن، دہی وغیرہ۔ حفیظ، مظفر اور انتظار کے ساتھ رات کو آوارگی ــــ

---

۲۰ مارچ ۔ صبح سویرے ہوٹل۔ احباب۔ چائے خوراک بدستور۔ غزل احباب کو سُنائی ع چمن آرا ہو گا ــــــ دوستوں کو خطبے دیئے۔ بور کیا بور ہوا۔ حفیظ کی کتب خوانی وغیرہ پر باتیں ہوئیں۔ خلیل الرحمٰن کی کتاب 'نلمے' دیکھی۔ حفیظ اچھا غزل گو پرانے خیال کا آدمی ہے۔ علوم وفنون کے اَدق انداز میں اپنی کمزور اور بے جان شخصیت کو چھپا رکھا ہے۔ آنکھیں ذہین چمکدار، سیاہ رنگ، گالیں پچکی ہوئیں، سفید بال کہیں کہیں سیاہ ہی بھی، پتلا دُبلا، مخلص اور وضعدار۔ میرا پیارا دوست ہے۔ ایک طویل عمر اُس کے ساتھ بسر کی ہے۔ اُس کی بہت سی غزلیں میری صُحبت کا نتیجہ ہیں۔

---

۲۱ مارچ ۔ آج صبح دھوپ خوشگوار تھی۔ ۱/۲ ۹ بجے باہر نکلا۔ ابر چھا گیا۔ کشورستان سے گزرا ــــــ پھر گُل زمینوں درختوں کی ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھ گیا۔ پان کھایا، سگریٹ سُلگائی، ہوٹل میں گیا، چائے، مکھن، ٹوسٹ ــــــ ریڈیو غزلیں بھجوائیں۔ عباسی اور دوسرے احباب

کو شعر سُنائے۔ لیکچر دیئے ––– غزل اور روایت، اُردو، انگریزی، چینی اور فارسی شاعری پر باتیں کیں۔ لوگ مجھے ادب اور احترام سے سُنتے ہیں کبھی کبھی تنگ بھی آتے ہیں لیکن کم لوگوں کو مُنہ آنے کی ہمّت ہوتی ہے۔ میری باتیں سچّی، کھری، خوبصورت اور رنگ و آواز کا ایک مجموعہ ہوتی ہیں، لوگ کیوں نہ سُنیں۔ میں پچھلی رات کا ایک جادو ہوں۔ چڑھتے سورج کی دنیا کو اپنے لفظوں سے مسحور کرتا ہوں مفلسی میری قسمت ہے۔ سارا دن اَبر رہا۔ رات کو ڈاکٹر عبادت، مشکور حسین، انتظار، شاہد حمید، شہزاد، احمد مشتاق اور فرہاد زیدی۔ پھر حفیظ بھی مِلے۔ ریاض اور صفدر کے ساتھ نشست مٹن چانپ، انڈے، کافی چائے، دال وغیرہ ––– بدستور سگریٹ چلتے۔ موم کی شمعیں مانگ کر لایا۔ دُکان بند تھی۔ انتظار کو "آفاق" کے لئے مضمون " ایک قوم ایک زبان" دیا۔ اب بارش ہو رہی ہے۔ پتّے جھڑ رہے ہیں۔ تانگوں کے چلنے کا شور اور بارش کی بوندوں کا ناچ میرے کمرے کے سکوت کو توڑ رہا ہے۔ موم کی تین شمعیں روشن ہیں جن کی روشنی میں یہ الفاظ تحریر کر رہا ہوں مَر جاؤں گا تو دنیا روئے گی ––– بیسویں صدی کا سچّا، مخلص، منفرد شاعر ––– ناصر کاظمی۔ رہتی دنیا تک حسّاس دِلوں کو گرمائے گا ––– میں چاند میں سو رہا ہوں گا۔

<u>ہرن اور چاند</u> ––– ہرن جو پانی میں چاند کے عکس کے ساتھ ساتھ دوڑتا دوڑتا چل بَسا۔ شاعر ایک زخمی ہرن، چشمے کی تلاش میں عرصہ سے سرگرداں ہے۔ آلِ محمدؐ کو پانی نہ ملا۔

آلِ محمدؐ پیاسی ہے   پانی دے اے نہرِ فرات

گجرات سے مشاعرہ کے لئے پرسوں خط مِلا۔ علاؤ الدین اختر سے

شرمندہ ہوں۔ وہ میرے عزیز رفیق صلاح الدین اکبر کا بھائی ہے۔ پھر مظفر کا خط پنڈی سے مِلا۔ غزل کیوں بھیجوں کِسے بھیجوں کون سمجھے گا —— گلیاں، اندھیرے، چاند، دکانیں، چوکیدار، کُتے، ہوٹل، چائے، کافی، انڈے، مکھن، مرغ، پرند کا گوشت، شکار، شطرنج، شاعری، کبوتر، خوبصورت اور ذہین دوست، رسیلی لڑکیاں، خوش پوشی جو میسّر نہیں، موسیقی، غزل، غزل، غزل، مسلسل صرف میرے انداز کی —— میری زندگی میں میرے بے شمار لاتعداد دوست ہیں۔ ہر دوست مجھے مختلف طور پر جانتا ہے۔ میرا کوئی دوست بے وفا نہیں بلکہ میں لاپرواہ اور بے نیاز ہوں۔ پتّے جھڑتے ہیں تو میرا دل روتا ہے —— ناچتا ہے، بوندیں، ابر، بادل، مور، چکور، چاند، ہرن، ریت —— رات کا جادو میری شاعری کے لئے بہترین نام ہے —— موم کی شمعیں جل کر پگھل گئیں۔ اندھیرا ہوگیا۔ رنگوں کی یاد، مَیں نے چراغاں کر دیا، شور مچا دیا، شریر پیاری مانوس صورتوں اور آنکھوں سے میرا کمرہ بھر گیا۔ شمع پھر جلی، مَیں تڑپ گیا، پڑھنے لگا، شعر لکھنے لگا —— آج میری دو ڈائریاں گُم ہوگئیں۔ میری زندگی کے کئی برس مَر گئے۔ میں اندھا ہوگیا۔ کاش مِل جائیں۔ کون لے گیا میری ڈائریاں۔ کہاں سے لاؤں وہ سال و ماہ ؟

نمائندہ انسان —— مَیں فطرت کا نمائندہ ہوں۔ جو دیکھتا ہوں، سُنتا ہوں، محسوس کرتا ہوں۔ ماضی، حال اور مستقبل کی قید سے باہر نکل کر بیان کرتا ہوں۔ لوگ میرے شعروں کو پچھلی رات غور سے پڑھیں، تجربے، مشاہدے اور علم و نظر سے کام لیں۔ میرؔ و غالبؔ کی اور بات، وہ بڑے اور پرانے لوگ تھے۔ بہت کم شاعر مجھے دل سے پسند ہیں۔ وہی جو سچّے اور

منفرد، جبلی فطری ہیں۔ جرمن شاعر رِلکے آج پڑھ رہا ہوں۔ بڑا شاعر ہے۔

---

۲۲ مارچ ۔ دن کو دس بجے اُٹھ کر کافی ہاؤس گیا۔ کافی پی، ناشتہ کیا۔ خاقان کے ساتھ لارنس گیا۔ وہاں ایک نوجوان لڑکی ندرت الطاف سے ملاقات ہوئی جو اس وقت ایف۔ سی کالج کی متعلم ہے۔ میری مداح ہے۔ معمولی لیکن اچھے ذوق کی ذہین پتلی دُبلی لڑکی ہے۔ تصنع اور سادگی کا عجیب بھونڈا سا امتزاج۔ اس کے بعد ہم تینوں نے پیلس میں دن کا شو "ترانہ" دیکھا۔ پکچر ضیافتِ طبع کے لئے کافی تھی۔ رات کو نور، مظفر، حفیظ اور انتظار سے ملا۔ رات بھر گھومتا رہا۔

---

۲۳ مارچ ۔ آج حلقۂ اربابِ ذوق کا اجلاس تھا۔ نور اور انتظار مجھے گھر سے بُلا کر لے گئے۔ قیوم نے معمولی سی غزل سُنائی۔ پھر ڈاکٹر لیث صدیقی نے ایک طویل، بور، خشک اور گھٹیا سا مقالہ "اردو غزل تقسیم کے بعد" سنایا۔ مقالے پر خاصی لے دے ہوئی۔ حفیظ ہوشیارپوری، ڈاکٹر عبادت، ندیم، حمید احمد خان اور احباب نے دبے لفظوں میں کچھ اعتراضات کئے۔ مقالہ میں نہ تو انہوں نے قدیم وجدید غزل کا فرق ظاہر کیا۔ معمولی، پوچ گھٹیا شاعروں کا ذکر کیا۔ حفیظ ہوشیارپوری اور فیض کا ذکر نہ معلوم کیوں کر دیا۔ آج کل ملک کے گوشے گوشے میں شور برپا ہے کہ سب غزل گو میرؔ کے رنگ میں کہہ رہے ہیں لیکن دو چار کے علاوہ آج تک مجھے کوئی ایسا آدمی اِس دور اور اِس ملک میں نہیں مِلا جس نے میرؔ کو پوری طرح پڑھا ہو —— میرؔ نہ ہوا خالہ جی کا گھر ہوا —— میرؔ کا پڑھنا پھر

صحیح ہیر کو سمجھنا ہر آدمی کا کام نہیں۔ خیر ان جاہلوں اور عقل کے اندھوں کو خدا سمجھے۔ ناانصاف اور ذوق محدود، نظر کم بین ــــــ شکر ہے میں ان کی نظرِ التفات سے محروم ہوں۔ مجید امجد منٹگمری سے آیا۔ مجھے ۱۹ اپریل ۱۹۵۲ء یوم اقبال پر ایک مشاعرے کی دعوت دے گیا ہے۔ نہایت نیک مخلص انسان ہے، اچھا شاعر بھی۔

---

۲۴ مارچ۔ صبح ۱۲½ بجے اُٹھ کر بھابھی کی طرف گئے۔ نور اور میں نے وہیں کھانا کھایا۔ کشورستان سے نکل کر کافی ہاؤس میں صفدر اور مظفر سے ملے۔ پھر 'ادبِ لطیف' کے دفتر میں میرزا ادیب سے ایک تقریر جھاڑی، پھر نیا ادارہ گیا۔ شاہد حمید، انتظار، مشتاق اور شہزاد کے علاوہ ایک بے شمار گروہ ملا۔ انتظار کے ساتھ ایک بجے تک سڑکیں ناپتا رہا اور اپنی شاعری اور غزل کے متعلق گفتگو رہی ــــــ

ترکیب کی نظمیں ختم کیں۔

---

۲۵ مارچ ۔ دن بھر ہوٹل گردی۔ پیر صاحب کے ہاں گیا۔ اسمبلی میں ایک ملازمت کے لئے عرضی دی۔ پیر صاحب نہایت مخلص، باوضع، شریف اور پڑھے لکھے نوجوان ہیں۔ پنجاب اسمبلی میں لائبریرین ہیں۔ سہارنپور کے مہاجر ہیں۔ انھوں نے ایک دفعہ مجھے ۳۰ روپے بطور قرض بھی دیئے جو ابھی تک ادا نہیں کر سکا لیکن جلد ہی لوٹا دوں گا۔ یہ فکر ہر وقت دامن گیر ہے۔ آج کل میں بہت سے احباب، ہوٹل والوں اور پان والوں کا مقروض ہوں۔ آنکھ کا تارا ملا۔

---

۲۶ مارچ ۔ دن ہوٹل میں۔ دوپہر کے بعد مظفر علی سیّد کے ہاں گیا۔ پال نیش کی تصاویر دیکھتا رہا۔ چائے پی، سموسے کھائے۔ نور عالم آ گیا جعفر طاہر سے فرار کیا۔ میں سبزے پر سو گیا۔ نور اور مظفر تھوڑی دیر کے لئے باہر گئے۔ پھر مجھے سبزہ پر سے جگا کر ہوٹل میں لے گئے۔ رات کو چھینٹے پڑے۔ گھر آیا، پڑھتا رہا، سو گیا۔ کوئی خوشی نہیں لیکن خوش ہوں۔ سُرخ، نیلے، پیلے، سبز پھول کھل رہے ہیں۔ بہار آ گئی ہے۔ میں تنہا ہوں۔ احباب بدستور ملے۔

---

۲۷ مارچ ۔ دن کو کچھ عرصہ ابر رہا چھینٹے پڑے۔ شیخ صلاح الدین کو کیمبل پور، مَیں نے، نور عالم اور مظفر نے مل کر خط لکھا۔ کافی ہاؤس، ٹی ہاؤس اور چائینز وغیرہ میں احباب کے ساتھ نشست بدستور۔ رات کو مشتاق کے ساتھ۔ آج رات بھائی عنصر منٹگمری سے آیا۔

---

۲۸ مارچ ۔ صبح عنصر بھائی کے ساتھ ناشتہ کیا۔ پھر مشتاق اور نور آ گئے۔ تنور کا لگا ہوا پراٹھا دہی کھایا۔ انڈے، مکھن، ٹوسٹ اور چائے بدستور۔ سگریٹ پان پھر عجائب گھر گئے۔ مغل مصوّری کے چند نایاب شاہکار دیکھ کر مظفر علی سیّد کے ہاں گئے۔ وہاں سوئے، اُلٹی سیدھی باتیں کیں۔ مظفر ہمیشہ خلوص سے ملتا ہے۔ ہر طرح خاطر مدارات کرتا ہے شرارتیں کرتا ہے۔ میرا قدردان ہے، پڑھا لکھا، قابل، شریر نوجوان ہے۔ دوست ہے لیکن کسی کا۔ مجھے اُس سے بڑی امیدیں ہیں۔ شاعر بھی ہے اور صاحبِ ذوق بھی، صاحبِ دل بھی، صاحبِ نظر بھی۔ کھرا آدمی ہے۔ پھر انتظار، شاہد حمید، شہرت، انجم، قیوم، حفیظ، تقی الدین پال،

خلیل صفدر اور تابش دہلوی ملے۔ شاہد حمید، کارواں پبلشرز سے میری کتاب کا معاملہ کرا رہا ہے۔ مخلص آدمی ہے۔ کسی کسی کا دوست ہے۔ بات ابھی تک طے نہیں ہو سکی۔

---

۲۹ مارچ۔ صبح کو عنصر کے ساتھ ناشتہ کیا۔ احباب کے ساتھ نشست رہی۔ دوپہر میں مشتاق کے ساتھ عجائب گھر گیا۔ تصاویر دیکھیں۔ مظفر نہ ملا پھر نور عالم آگیا اور ہم لارنس گئے۔

آج پھر شاہد حمید سے کتاب کے معاملے پر بحث ہوتی رہی۔ وہ میری کتاب بھی شائع کرنا چاہتا ہے اور مجھے خوش بھی کرنا چاہتا ہے۔ میرا قدردان اور مداح بھی ہے لیکن پبلشر کو بھی ناراض نہیں کرنا چاہتا۔ تمام شرائط مجھے منظور ہیں صرف ایک شرط کہ مجھے کچھ غزلیں انتخاب کرنے کا حق حاصل ہو، اُنہیں منظور نہیں۔ لیکن مجھے آج کل پیسوں کی ضرورت ہے اور دوسرے اِس سے بہتر معاملہ شاید ہی اِس مُلک میں اِن دنوں ہو سکے۔ میں اِس لحاظ سے کہ ۱۵ فی صدی رائلٹی عُمر بھر لوں، کسی مُصنّف کو آج تک یہ شرف حاصل نہیں ہوا۔

---

۳۰ مارچ۔ عنصر، خورشید، میں اور شمشاد نے ناشتہ چائنیز میں کیا۔ آغا بیدار بخت، ملک بشیر، قیوم نظر، محی الدین اور حلقہ کے تمام احباب ملے۔ نور اور میں مظفر کے پاس گئے۔ کافی ہاؤس میں م۔ حسن لطیفی، کاظم شمسی، صفدر، سیّد نصیر احمد، خورشید کمال عزیز، وحید انوار حسین وغیرہ سب ملے۔ دن کو میں، نور اور مظفر نے نیو ہوسٹل کی ٹک شاپ میں چائے پی،

اُبلے ہوئے انڈے کھائے۔ شام کو شیخ صاحب آئے۔ رات کو مَیں، مشتاق، مظفر، شیخ صاحب، نُور عالم اور انتظار نے اکٹھے چائنیز میں کھانا کھایا۔ دہی، کباب، کٹلس، دال، انڈے وغیرہ۔ پھر چائے پی اور سب بکھر گئے۔ مَیں، نُور، مظفر اور شیخ صاحب سبزہ پر ہائی کورٹ کے چورلہے میں گول دائرے میں لیٹ گئے۔ غزل سُنائی پھر میٹرو گئے وہ سو چکا تھا۔ اللہ اللہ یہ وہی میٹرو جو صبح تک گل رخوں سے بھرا رہتا تھا، رات بھر جہاں جشن برپا ہوتے، ستارہ جیسی شمعیں ناچتیں۔ اب ۱۲ بجے سے پہلے ہی یہاں مرگھٹ کا سماں طاری ہے۔ پھر شملہ پہاڑی تک نُور کو چھوڑ کر میکلوڈ روڈ آیا۔ مظفر سے جو بات پوچھی، کہتا کہ "لعنت"۔ یہ اُس کا تکیہ کلام بن چکا ہے۔ شیخ گئے اور مظفر کو ہوسٹل چھوڑ کر ۲ بجے اب گھر آیا ہوں۔ چائنیز شاعری پڑھ رہا ہوں ——— عنصر بھائی گہری نیند مزے میں سو رہا ہے، میری زندگی کا آخری سہارا ہے وہ۔

---

۲۰ اپریل۔ منٹگمری۔ یوم اقبال پر ایک مشاعرہ۔ ۱۰۰ روپے لئے۔ مجید امجد، حفیظ جالندھری، عابد علی، عدم وغیرہ۔ خالہ کے ہاں گیا۔

---

۱۴ مئی۔ ریلوے اسٹیشن لاہور کے ٹی سٹال پر چائے پی۔ رات کے دو بجے 'صبا جانتے ہیں' والی غزل کہی۔

۶، ۷ جولائی۔ میری شادی۔ چھ جولائی ۱۹۵۲ء کی رات کو منٹگمری برات گئی۔ حلقہ ارباب ذوق اور کافی ہاؤس سے برات جمع کی۔ براتیوں

ہیں انتظار حسین، نور عالم، شیخ صلاح الدین، شاہد حمید، صفدر میر، خواجہ اسد اللہ، نانا فضل رسول، بھائی حامد، اصغر حسین، شاکر، عنصر اور بڑی بھابھی شامل تھے۔

رات کے بارہ بجے کے بعد، جولائی کی پہلی گھڑی نکاح ہوا۔ حفیظ ہوشیارپوری نے تاریخ نکالی جو اخبارات میں شائع ہوئی۔

ع شاعرِ شہرِ طرب شاداں شدہ

ع عیدِ شاعرِ شہرِ طرب

حفیظ کی بیٹی نے کہا کہ آپ اپنی بیگم کو کیا کہہ کر پکارتے ہیں۔ میں نے کہا، بانو ـــــ صبیحہ نے فوراً تاریخ نکالی ناصر کاظمی بانو

شادی کے دو تین روز بعد حفیظ صاحب کافی ہاؤس میں ملے۔ پوچھا کیا حال ہے! میں نے کہا شادی کے بعد ذرا پابند ہو گیا ہوں۔ حفیظ نے فوراً کہا ؎

ہر قید سے آزاد تھا ہر چند ناصر کاظمی
شادی ہوئی تاریخ ہے پابند ناصر کاظمی

۱۹۵۲ء

---

۲ ستمبر۔ فرانس کے شاعر رامبو کو پڑھنا شروع کیا۔

"But when we were parted
we did not sigh nor we ----
we had all life before us
in which to weep alone."

ع رونے کو تو زندگی پڑی ہے — فراقؔ

---

۱۰ ستمبر۔ شاعر ویران سبزہ کی طرح سے انتظار کرتا ہے، درختوں کے

۱۹۵۲ء

نیچے، آسمان کے نیچے، دھوپ، بارش، آندھی، اُجالا۔ پھر اُس پر پھولوں، شبنم، بوندوں اور کرنوں کی بارش ہوتی ہے۔

---

۱۵ ستمبر۔ دن بھر گھر رہا۔ رابنسن پڑھتا رہا، پھر ییٹس۔ شام شیخ صاحب گھر آئے۔ رات کو فلم "آن" رتن سینما لاہور میں شفیقہ، مَیں اور شیخ صاحب۔ ایک بجے گھر آئے۔ دو دفعہ یکمشت گُل کھلائے۔

---

۱۶ ستمبر۔ دوائی کھائی۔ بغل میں گلینڈ ہو گیا۔ رات ½ ۹ بجے ٹھیک میٹرو۔ ——— شاہد حمید، نور عالم، انتظار، خورشید، شیخ صاحب اور سلیم شاہد۔ پھر کچھ لوگوں کو لیکچر دیئے۔ ٹیبل ٹاک نہایت دلچسپ رہی۔ سٹوری اور شارٹ سٹوری پر بحث۔

کولرج پڑھنا شروع کیا۔ اس کے خطوط، ڈائری، نوٹس اور نظمیں لکھیں۔ اِس وقت رات کے دو بجے ہیں۔ بیوی سو رہی ہے اور میں پڑھ رہا ہوں۔

---

۱۷ ستمبر۔ "منٹو" بازار میں ننگا ہو کر آجاتا ہے۔ کبھی کبھی لوگ اُس کی بے سبب عریانی کو برداشت کرتے ہیں۔

مَیں لوگوں سے باتیں کرتا ہوں جن سے کتابوں اور براہِ راست کتابی علم کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ میری باتیں کسی دوسرے آدمی سے نہیں ملتیں۔ یہی میری شاعرانہ عظمت ہے۔

رات کو شیخ صاحب آئے۔ عنصر کو ۱۲۰ روپے دے گئے۔ پھر رامبو اور ملارمے پر بحث۔ بھائی حامد ملے اور پھر سو گیا۔ بجلی کا پنکھا شور کرتا رہا۔ اُسے

کھولا وہ خراب ہو گیا۔ پھر ½ ۱ گھنٹے لگا رہا، آخر ٹھیک کر کے چین لیا۔ آج ایک بار پھر احساس ہوا کہ میں انجنیئر بن سکتا تھا۔ سائنس کیوں چھوڑی۔ خیر ——

---

۱۸ استمبر۔ شام شیخ صلاح الدین سے قرآن اور اسلام پر بحث ہوتی رہی۔ کچھ شیعہ مذہب سے متعلق بھی گفتگو رہی۔ شیخ صاحب کہہ رہے تھے کہ شیعہ مذہب نہیں بلکہ ایک گروہ ہے جو رسموں کا پابند ہے۔ میں نے اُن سے کافی بحث کی لیکن اِسلام کے کسی گروہ کو نہیں مانتے، صرف مسلمان جو اب خال خال شاذ کہیں ہوں —— اس کے بعد حضرت محمدؐ پر گفتگو ہوئی، اُن کے فضائل اور اطوار پر روشنی ڈالی۔ عیسائیت اور اسلام میں بنیادی فرق وغیرہ وغیرہ —— قرآن کا دعویٰ، اس کا الہامی کتاب ہونا، صرف اللہ کا کلام ہونا۔ پھر 'A Book of Light' 'Divine Book' ہونا اور 'A Book of All Times' ہونے پر بصیرت افروز باتیں ہوئیں۔

شیخ صاحب نے مزید کہا کہ میں دِلی طور پر Emotional اور Sentimental ہوں لیکن دماغی طور پر میں نے اپنے آپ کو سخت اور بے نیاز بنا رکھا ہے۔

بڑا شاعر معجزہ ہے اور اُس کی شاعری بھی معجزہ ہے۔ میں ڈائری کیوں لکھتا ہوں، اس کی وجہ میری تحریروں میں تلاش کرو۔ جب مر جاؤں گا تو لوگ کہیں گے کہ اِس ظالم نے اور کیا کیا لکھا ہے اور کیوں نہیں لکھا —— میری بہت سی ڈائریاں گم ہو گئیں۔ خوش نصیب ہے چور، کاش وہ کوئی

جوہری ہو۔

سگریٹ بجھ گئی۔ دوسرا سگریٹ کون سلگائے۔ آج اختلاج بھی ہے۔ حقہ شروع کر دیا لیکن اس کا شور سہانا بھی ہے اور بدمزہ بھی۔

سوا سات بجے رات۔ ابھی ابھی اپنی رفیقۂ حیات کے ساتھ کھانا کھایا۔ عنصر بھائی اور نوکر اکبر بھی شریک تھا۔ ابھی ابھی میرا کمرہ عزیزوں اور احباب کے شور سے بھرا ہوا تھا اور ایک ہی لمحہ میں سُنسان ہو گیا۔ دونوں کمروں کی بجلیاں جل رہی ہیں۔ آتش دان پر دودھ گرم ہو رہا ہے۔ کرسیوں پر سے مخملی گدیاں غائب، کھونٹیاں ویران، سنگھار دان صاف، آئینہ دھندلا، صندوق مُقفّل، فرش ویران اور دونوں پلنگ تنہا سُنسان۔ شفیقہ محرّم منانے اور اپنی والدہ سے ملنے منٹگمری چلی گئی۔ مجھے صرف ۳ روپے دے گئی۔ اَور دے رہی تھی لیکن اُس کی اور بھائی کی ضرورت مقدم تھی۔ اب خورشید اسٹیشن سے آئے تو میٹرو جاؤں۔

---

۱۹ ستمبر۔ ۱۲ ½ بجے رات میٹرو سے واپس آیا۔ شیخ، خورشید، مظفر، تنصیر حسین اور انتظار حسین کے ساتھ ¾ ۱۰ سے ۱۲ بجے تک نشست۔ پان نہیں ملے۔ احمد آبادی پان اور اچھے ہندوستانی پان نایاب۔ سگریٹ کی ڈبیہ کے بھاؤ ایک عدد پان۔ ۳ آنے کا ایک جگر گوشہ۔ اللہ اللہ ہندوستان کی کیا بات ہے؟ دِلّی، لکھنؤ، بنارس، الہ آباد، پٹنہ، سہارنپور، انبالہ اور کلکتہ کے پان ——— پان تھا یا چراغ۔ شاہانِ مُغلیہ کی آنکھ کا تارا۔

نواب واجد علی شاہ کا جگر گوشہ۔ ہیرا جیسی الائچی، چاندنی جیسا کتھا، ستاروں جیسی چھالیہ، ریشم جیسا کتھا۔ پان کیا جیسے برگ پر تتلی بیٹھی ہوئی ہو۔ منہ میں جاتے ہوئے بتاشہ کی طرح گھل جائے۔ چونے کا مزہ (چن رس، یعنی چاند کا رس)۔ سلیقہ سے تراشی ہوئی الائچیاں جیسے اوشا (صبح کی دیوی) کے دانت، موتیے کی کلیوں جیسے — گرمی کی دوپہر میں کھاؤ تو سینہ ٹھنڈا ہو جائے۔ اندھیری رات میں سینہ روشن ہو جائے۔ جاڑے میں پسینہ آنے لگے۔ برف زار میں کھا کر آدمی ننگ دھڑنگا جس طرف چاہے میلوں سفر کرلے۔

جواہر لال نہرو (جواہر لعل نہرو) یا جواہر جمع جوہر۔ لعل بمعنی ہیرا۔ نہ بمعنی نو۹۔ رُو بمعنی چہرہ۔ نو۹ چہروں والا ہیرا۔ جو کشمیر سے نکلا دلّی میں آکر چمکا۔ جناح کی شعلہ بیانی کے سامنے پگھل کر بہہ گیا۔

آج میں نے دوسرا شو پلازہ میں "Tarzen's Fury" دیکھا۔ اُس میں ایک ننھا لڑکا، ایک شیر، ایک ہیروں سے بھرا ہوا مندر اور ریتیلے پہاڑوں اور میدانوں کے مناظر، وحشی گیت "Wild Folk Song" کی آوازیں۔ جنگل کی سفید لڑکی، ٹارزن کی معشوقہ کی رانیں، چٹیل، سیاہ اور بھورے پتھروں کے پہاڑ اور چشمے پسند آئے۔ انہی چیزوں کے لئے میں ایسی پکچریں دیکھتا ہوں۔ ٹارزن کی کوئی پکچر ہو اُسے ہر قیمت پر دیکھتا ہوں۔

بڑا ادیب یا شاعر الفاظ کو اپنے پنجوں میں اس طرح دبا لیتا ہے جیسے شیر کے پنجے کے نیچے ہرن۔

---

۲۰ ستمبر - صبح آٹھ بجے سو کر اُٹھا۔ خورشید اور ہمشیرہ رضیہ (کزن) کے ساتھ ناشتہ کیا۔ اب تک سگریٹ نہیں پی۔ اختلاج کا زیر و بم جاری ہے۔ پھر سو گیا اب پھر اُٹھا ہوں۔ "ماہِ نو" کراچی سے ابھی ابھی ڈاکیا لایا۔ میری غزل بھی اس میں شامل ہے۔ "ماہِ نو" روز بروز بہتر ہو رہا ہے۔ اس کی گٹ اپ اور مضامین بہتر ہوتے جا رہے ہیں۔ پان کھایا۔ مداری کا تماشا باہر درختوں کے سائے میں دیکھا۔ لوہے کے دو دائرے، سرخ پانی کا گلاس وغیرہ۔ دو بجے کھانا کھایا۔ لوبیے کی پھلیاں اور آلو چپڑی ہوئی روٹی۔ پھر سو گیا۔ تین بج کر بیس منٹ پر آنکھ کھلی۔ جلدی سے شیو کیا۔ ریشمی اور بھورے رنگ کی بشرٹ اور سمر کی پتلون زیبِ تن کی۔ سائیکل پر حفیظ ہوشیار پوری کے ہاں گیا۔ چار بجنے میں دس سیکنڈ پر حفیظ کے ہاں پہنچا۔ آج انھوں نے مجھے، نور عالم، شیخ صلاح الدین اور انتظار حسین کو چائے پر دعوت دی تھی۔ کابلی چنے، اُبلے ہوئے مصالحہ دار، فرینچ ٹوسٹ اور چائے۔ اس سے پہلے شکنجبین پی۔ ساڑھے سات بجے اُٹھ کر ٹی ہاؤس آئے۔ شاہد حمید ملا۔ پھر میٹرو گئے۔ وہاں صفدر اور آفتاب ڈار بھی آ گئے۔ غالب احمد ابھی ابھی گجرات سے آیا۔ نشست رہی۔ اُس سے غزل سُنی۔ ساری غزل پسند آئی ؎

پھر اُٹھا جانبِ دل شور کہیں　　آرزوؤں نے کیا زور کہیں
دُور اُس پار چمک لہرائی　　پھر گھٹا اُٹھی ہے گھنگھور کہیں
کون جانے یہ کہاں برسے گی　　یہ برستی ہے کہیں شور کہیں
جنگلوں میں بھی تو آبادی ہے　　من میں رہتا ہے وہ چت چور کہیں
چشمِ نرگس بھی ہوئی دیدۂ شوق
کاش آ جائے وہ اِس اُور کہیں

۱۹۵۲ء

غالب احمد کی اِس غزل میں مطلع کے دوسرے مصرع میں آرزوؤں کی زا اور زور۔ پھر دوسرے شعر میں گھٹا اور گھنگھور کی آواز۔ پھر یہ مصرع " یہ برستی ہے کہیں شور کہیں " ـــــــــ مون سون اسی طرح اٹھتی ہے۔

غالب احمد اگر اسی طرح سوچ سمجھ کر لکھتا رہا تو نئے غزل گوؤں میں بلکہ نئے شاعروں میں سب سے آگے بڑھ جائے گا۔ مجھے اُس سے بہت رغبت اور دِلی پیار ہے اور بہت سی اُمیدیں بھی ہیں۔ اُس کی یہ غزل اُس کے تمام ہم عمروں اور بے شمار معاصرین کی المناک موت ہے۔

شیخ صاحب نے آج کہا کہ جدید شاعری کا رات سے بہت گہرا تعلق ہے۔ غالب احمد نے کہا کہ میری " سو رہو سو رہو " والی غزل رات کی ترجمان ہے۔ اس پر مَیں نے ایک فقرہ کہا کہ اس میں صنعتی دور کے قدموں کی چاپ ہے۔ رات کا تعلق حسن، تخئیل، وجدان، وحدتِ فکر اور آرام سے ہے، جو اِس دور میں نایاب ہے۔ اِسی لئے آج کے ہر بڑے اور صحیح شاعر میں رات کا تصور بدرجہ اُتم ہے۔ میری شاعری پر رات کا گہرا سایہ ہے اور رات سے وابستہ تمام تخلیقات، چاند، شبنم، نیند، خواب، پچھلا پہر، آخرِ شب، سرِ شام، ستارے، جگنو، شمع، چراغ، گوہرِ شب چراغ (خود کو کہا ہے)، شعلہ، آگ، بانسری کی دُھن اور آدھی رات وغیرہ وغیرہ۔

---

۲۱ ستمبر۔ آج دن کے بارہ بجے کاظم شمسی آیا۔ پھر شیخ صاحب آ گئے۔ اُلٹی سیدھی گفتگو رہی۔ پھر پاک ٹی ہاؤس میں گئے۔ شہرت بخاری، قیوم نظر،

انجم رومانی، اصغر سلیم کے ساتھ چائے پی۔ پھر شیراز میں گُردے کھائے۔ پھر "آفاق" کے دفتر سے انتظار کو لے کر میں اور شیخ صاحب لارنس گئے وہاں سے ساڑھے چھ بجے اُٹھے، میٹرو آئے، وہاں سے بور ہو کر ٹی ہاؤس آئے۔ مظفر، جاوید شاہین، شہزاد، احمد مشتاق اور وحید الدین احمد سی ایس پی ملے۔ پھر صفدر، نور عالم، غالب احمد، خورشید اور ہم سب دو بجے رات تک میٹرو میں ——— پھر صفدر نے موجودہ شاعری اور اس کے گزشتہ دس سالوں کا جائزہ لیا اور کہا کہ فیض، پطرس، راشد، قیوم، ظفر اور ان تمام نئے شاعروں نے ——— Betray ——— کیا ہے، یہ ذہین ضرور تھے لیکن Small ——— کم ظرف، صرف سیاسی وقار کے لئے انہوں نے ادب کو نقصان پہنچایا۔

نامعلوم شفیقہ اور بھائی کا خط آج کیوں نہیں آیا۔ تشویش ہے۔ وہ بہت یاد آرہی ہے لیکن پرسوں تو گئی ہے اتنی جلدی کیسے بُلا لوں۔

پاک ٹی ہاؤس میں راؤ نعیم (اوکاڑہ والے) کے ساتھ کھانا کھایا۔ ڈاکٹر وحید قریشی بھی ساتھ تھے۔ پھر شہرت، تھانوی، اے حمید، انتظار حسین، سجّاد رضوی اور غالب احمد آ گئے۔ حلقۂ اربابِ ذوق میں ڈاکٹر وحید نے مضمون پڑھا۔ پھر میں نے اپنی یہ غزل پڑھی۔

ع آنکھ کہتی ہے ترے دل میں طلب ہے کوئی

غزل ویسے تو بہت پسند کی گئی لیکن درحقیقت سوائے غالب احمد، شیخ صلاح الدین اور تھوڑی بہت حفیظ کے کسی کے سمجھ میں نہیں آئی۔

۱۹۵۲ء

لیکن اعتراضات کی جرأت کسی کو نہ ہوئی۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی نے مشکل سے جان بچائی۔ ظہیر کاشمیری نے بہت کوشش کی کہ کوئی عیب نکالے لیکن وہ کیا ہے ــــ غالبؔ اور میرؔ زندہ ہوتے تو بات کرتا ــــ پھر کافی ہاؤس میں حفیظ، غالب، نور عالم، شیخ صاحب اور عبدالمجید بھٹی کے ساتھ نشست رہی۔ کافی پی۔ پھر میٹرو میں۔ ریگل کے قریب کباب روٹی کھائی۔ احمد آبادی پان کھایا اور گھر آیا۔

---

۲۲ ستمبر۔ صبح ۱۰½ بجے شیخ صاحب اور غالب احمد آئے۔ مَیں نے شیو کیا اور کپڑے بدلے۔ پھر صوفی غلام مصطفےٰ تبسّم کے ہاں گئے۔ وہاں دو حضرات، ایک ڈاکٹر آفتاب احمد خان اور ایک کیمبرج کا انگریز طالب علم بیٹھے تھے۔ تقریباً ایک گھنٹہ گپیں ہوئیں۔ ایک غزل ترنم سے سنائی۔ پھر وہاں سے ٹی ہاؤس گئے۔ انتظار، کاظم شمسی، ڈاکٹر وحید قریشی، شیخ صاحب، غالب احمد، مظفر علی سیّد اور مَیں نے کھانا کھایا، گپیں رہیں۔ پھر انتظار کو 'آفاق' کے دفتر چھوڑا۔ شیخ اور مَیں حفیظ کے پاس ریڈیو سٹیشن گئے۔ ۲½ بجے دن سے ۷½ بجے تک وہاں رہے۔ عشرت رحمانی سے بھی ملاقات ہوئی۔ پھر مقبول احمد وارثی کے ساتھ کار میں فلیٹیز ہوٹل گئے ــــ پھر میٹرو سے ہوتے ہوئے ٹی ہاؤس۔ وہاں نورِ عالم اور انتظار ملے۔ آخر ۱۰½ بجے رات شیخ صاحب مجھے گھر چھوڑ گئے۔ اب ایک منظوم فیچر لکھنے کی فکر میں ہوں۔ صبح ریڈیو سٹیشن رانا مراد آبادی کو دینا ہے۔

---

۲۳ ستمبر۔ صبح ۴½ بجے اذان کے بعد آنکھ لگی۔ ۹½ بجے سو کر اُٹھا۔

۱۹۵۲ء

باہر گیا۔ ٹی ہاؤس میں دوستوں کے ساتھ گپیں۔ مرزا محمد علی سیٹھ تانگہ لایا اور مجھے ہوٹل میں چھوڑ گیا۔ دن بھر ہوٹل پھر گھر آ کر سو گیا۔ شام کو سمر کا سوٹ پہن کر باہر نکلا۔ ½۱۲ میٹرو سے واپس آیا۔ انتظار، نور عالم، شیخ صاحب اور پیر صاحب بھی ملے۔ ملک بشیر، انور جلال، منیر نیازی، حفیظ ہوشیار پوری، سلیم شاہد، غالب احمد اور دوسرے احباب کے ساتھ انڈے، ٹوسٹ، مکھن، دودھ، پھر چائے سگریٹ وغیرہ ——— دیا شنکر نسیم دہلوی، شاگرد آتش دہلوی، مصنف "گل بکاؤلی" کو رات سے پھر پڑھ رہا ہوں۔ لورکا ہسپانیہ کے شاعر سے بعض باتوں میں ملتا جلتا ہے اور میری نظر میں یہ اردو زبان کی بڑی مثنوی ہے۔

---

۲۴ ستمبر۔ دیر سے سو کر اُٹھا۔ گورنمنٹ کالج لاہور گیا۔ غالب احمد نہیں آیا۔ پھر زوار حسین سے فارم منگوا کر پُر کیا اور کلرک کے حوالے کیا۔ بچپن سے لے کر ۱۹۴۴ء، کالج کا سارا زمانہ یاد آیا ——— پھر شفیقہ (تسکینِ من) کو خط تحریر کیا۔ وہ آج بہت یاد آئی۔ گھر سُونا سُونا معلوم ہوتا ہے۔ کاش وہ جلدی آجائے۔ ہفتہ تک اُس کے پاس جاؤں گا۔ پھر حفیظ ہوشیار پوری سے ملنے شیخ صلاح الدین کے ساتھ ریڈیو سٹیشن گیا۔ پھر گھومتے رہے۔ پھر ٹی ہاؤس اور حسبِ معمول میٹرو۔ نور، انتظار، انور کے ساتھ نشست رہی۔ رات کو ½۱۲ بجے گھر آیا۔ آج شلجم گوشت، مکھن، چائے وغیرہ۔

---

۲۵ ستمبر۔ صُبح گورنمنٹ کالج گیا۔ داخلے کے لئے پرنسپل اور بورڈ نے ملاقات کے لئے بُلایا۔ لڑکوں سے چھپتا رہا اور بہانہ کیا کہ کسی کو داخل کرانے

آیا ہوں - اب بوڑھا ہو کر کیا پڑھوں لیکن صرف ۲۷ سال کیا عمر ہے، ابھی تو میں جوان ہوں ـــــــ میرا نمبر ۱۱۱۳ تھا - ایک لڑکے ساحر کو بھیجا کہ میرا نام نہ پکارے اور مجھے وقت پر بُلالے - پھر ملاقات کی - بورڈ میں عبدالحمید، میرے دوست محسن کے بھائی چاولہ، انور، لیڈی کلیر، صوفی تبسم، ڈاکٹر صادق، غلام دارشاہ اور دو آدمی تھے - میری عمر اور عرصہ پر اعتراض کیا لیکن وعدہ کیا کہ وہ پرنسپل سے سفارش کریں گے - پھر صوفی صاحب باہر آئے اور کہا کہ ٹھہرو یہ کام ہو جائے گا - تھوڑی دیر میں بورڈ کے ایک انجان ممبر نے کہا "You have been taken." میں نے کہا نوازش ـــــــ ٹی ہاؤس آیا - شیخ صاحب آئے اور سب بات سُنائی - آفاق، میٹرو، ٹی ہاؤس پھر میٹرو - آج انڈے آملیٹ ٹوسٹ اور دودھ - انور - انتظار - ڈاکٹر بشیر اختر لندن سے آیا ـــــــ اب شفیقہ کے بھائی کا خط ملا - خالہ کی علالت، شفیقہ کی طبیعت اور عنصر کی تعلیم و صحت کی فکر ہے - اللہ کارساز ہے - وہ سب کا ہے اور میرا بھی ہے ـــــ اب رات ½ ۱۲ بجے پڑھنے لگا ہوں -

---

۲۶ ستمبر - صُبح خورشید نے جگایا - گھر میں معمولی سا ناشتہ کیا - پھر شہزاد احمد اور احمد مشتاق آئے - ٹی ہاؤس میں ناشتہ، انڈے، مکھن، چائے - پھر شیخ صلاح الدین کے ساتھ گورنمنٹ کالج گیا - آج میرا دل ایک بار پھر خوشی اور ناتمام کسک پوری کر رہا ہے - میں III ایئر میں داخل ہو گیا فارسی، فلسفہ اور انگریزی کے مضامین لئے - صوفی تبسم، بر سر غلام علی اور ذاکر سے ملا - کل فیس دے دوں گا - انور جلال نے فوٹو گرافر سے میری تصویر بنوائی -

پھر اخلاق احمد دہلوی، میر اقبال، انتظار، شیخ صاحب اور میں ہوٹل فاران میں بیٹھے رہے ——— بعد میں غالب، حفیظ، شیخ، انتظار، نور کے ساتھ میٹرو گیا۔ ۱۲ بجے ٹھیک اُٹھے۔ آج میں تنہا گھر آیا۔ نئی پرانی نسل پر بحث ہوئی۔ محمد حسن عسکری نے آفتاب کو انگریزی میں خط تحریر کیا ہے کہ

"This younger generation will go to ashes."

نامعلوم یہ کون سی نئی نسل ہے۔ ویسے محمد صفدر، مظفر علی سیّد، غالب احمد اور میرے ہوتے یہ جرأت عجیب ہے۔

---

۹ نومبر۔ اکتوبر کا سارا مہینہ پریشان رہا، شفیقہ بیمار تھی۔ رات کو ۸ بجے منٹگمری جاتا اور صبح ½۷ بجے لاہور آتا۔ ۲۱ اکتوبر کو شفیقہ کو کار میں لاہور لے کر آیا۔ ۳۱ اکتوبر کی رات کو ½۹ بجے رسالہ 'ہمایوں' نکل آیا۔ میں اور اشتیاق رسول۔ ۱ بجے رات میاں بشیر کو پرچہ دے کر آئے۔ پھر پہلا رسالہ انتظار حسین کو دیا۔

آج ابھی تک گھر پر ہوں۔ حلقے میں جاؤں گا حفیظ نے غزل پڑھنی ہے، اُسے بچاؤں گا۔

پرسوں فیض کو جیل میں خط لکھا۔ جوش، فراق، عسکری، یوسف ظفر، عنفر، مجید امجد، حامد عزیز مدنی، سلیم احمد، قرۃ العین حیدر، غالب اور دیگر اہلِ قلم کو خطوط تحریر کیے۔ ایک ماہ سے شعر کی طرف طبیعت نہیں جمتی۔ نہ فرصت ہے نہ سکون۔

---

۲۸ نومبر۔ ایک مدت کے بعد ڈائری لکھنے کا خیال ہوا ـــــ کھوئے ہوئے شعر ڈھونڈ رہا ہوں۔

---

۲۴ دسمبر۔ ۱۲½ بجے رات ۔ آج بڑی دیر کے بعد پھر قلم اٹھایا ہے۔ گزشتہ چھ ماہ میں صرف دو غزلیں کہیں۔ "ہمایوں" کی ادارت اور شادی کے فرائض ـــــ کل امتیاز علی تاج کے ہاں رات کو پطرس بخاری کے اعزاز میں کھانے پر جانا ہے ـــــ بیوی سے دو دن میں تین بار جھگڑ چکا ہوں۔ آج مشکل سے منایا ہے۔ اب اداریہ لکھنا ہے اور بس ـــــ

---

۲۶ دسمبر۔

ع پھر کسی انجمن میں جی نہ لگا۔

انتظار حسین، احمد مشتاق اور شہزاد احمد کے ہمراہ۔

احمد مشتاق، انتظار حسین اور شہزاد احمد کے ہمراہ۔

منظر بشیر اور میاں بشیر کے ہمراہ۔

۱۹۵۳ء

یکم جنوری ۱۹۵۳ء

ہمایوں کا سالگرہ نمبر چھپ کر آیا۔ آسمان پر بادلوں کے سفینے تیر رہے ہیں۔ رات بارش ہوئی تھی۔ ایک مسلسل غزل کہی۔ ساتویں شعر پر جذبہ کا حسبِ عادت ٹوٹ پھوٹ ہوا۔

سرزنش بھی مرادی ہم نے
دل کی آواز سنا دی ہم نے

ناصر کاظمی کا عکسِ تحریر

جنوری ۱۹۵۳ء

بیگم جنوری ۔ ہمایوں کا سالگرہ نمبر چھپ کر آیا۔ آسمان پر بادلوں کے سفینے تیر رہے ہیں۔ رات بارش ہوئی تھی۔ ایک مسلسل غزل کہی۔ ساتویں شعر پر جعفر طاہر حسبِ عادت لوٹ پوٹ ہوا ؎

سرِ مقتل بھی صدا دی ہم نے
دِل کی آواز سُنا دی ہم نے

---

۲ جنوری ۔ میاں بشیر صاحب سے تنخواہ لی۔ آج شجرِ حیات کے دو برگ شاخ سے جُدا ہو گئے۔ یہ دونوں پتّے کتنے عزیز تھے۔ اولیں بہار کے دو ورق۔

مُدت کے بعد گھر میں موم کی شمع کی جگہ بجلی کا قُمقمہ جل رہا ہے۔ ننھا سا چولہا بھی گرم ہے۔ ایک طرف پتّے جھڑ رہے ہیں اور ایک طرف نورس کلیاں آنکھ کھول رہی ہیں۔ چاند کا رنگ سبز ہو رہا ہے ؎

یہ نہ سمجھو کہ سو رہی ہے رات
میری آنکھوں میں ڈر رہی ہے رات

بچ گئے تھے جو دِن کی یورش سے
وہ سفینے ڈبو رہی ہے رات

---

۳ جنوری ۔ علی الصبح آنکھ کھلی ۔ بستر پر چائے پی ۔ انناس کھایا، پھر سو گیا، پھر آنکھ کھلی اور پھلوں کا رس پیا اور ناشتہ کیا ۔ باہر نکلا، پھرتا پھراتا "ہمایوں" کے دفتر ایک بجے پہنچا ۔ شام کو گھر آیا اور آدھی رات ارجن ٹینا میں گیا ۔ محفل گرم رہی ۔ غزل کہی ؎

جب ذرا تیز ہوا ہوتی ہے
کیسی سنسان فضا ہوتی ہے

---

۴ جنوری ۔ صبح ناشتہ کیا ۔ پھر سو گیا ۔ دو بجے سو کر اٹھا ۔ حلقۂ اربابِ ذوق کے جلسے میں گیا ۔ یوسف ظفر کی نظم "شہرت" بخاری نے پڑھ کر سنائی ۔ شیخ صلاح الدین کے ہمراہ ارجن ٹینا گیا ۔ وہاں انتظار بھی آ گیا ؎

یک قلم دستِ صبا کی تحریر
صفحۂ گل سے مٹا دی ہم نے

---

۵ جنوری ۔ دن کے دو بجے دفتر "ہمایوں" گیا ۔ جعفر طاہر نے جہلم سے انتظار کے رسالہ "خیال" کے لئے کینٹو بھیجے ۔ عنصر آج چھٹیوں کے بعد منٹگمری چلا گیا ۔

آج کی سب سے اہم خبر ۔ راولپنڈی سازش کے مقدمے میں فیض احمد فیض، جنرل اکبر خان اور دوسرے ساتھیوں کو چار چار سال کی قید بامشقت ۔

---

۶ جنوری ۔ کوئی خاص بات نہیں ۔ عام بات بھی نہیں ۔ سفید قمیض پہن کر گھر سے نکلا ۔ انناس کھایا ۔ دوستوں میں فیض صاحب کا تذکرہ ہوتا رہا ۔

فیض صاحب سے آل انڈیا ریڈیو لاہور کے ایک مشاعرے میں سن بیالیس میں تعارف ہوا۔ اُس کے بعد سلطان احمد قاصر (جو آج کل شیخوپورہ میں ایڈووکیٹ ہیں، میرے ہم جماعت بھی تھے) کے ساتھ اُن کے ہاں آنا جانا رہا اور فیض صاحب بھی حفیظ ہوشیار پوری کے ہمراہ اکثر ملتے رہے۔ پھر قیامِ پاکستان کے بعد سن ۴۷ء میں پروفیسر مجید صاحب کے کمرے میں اُن سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ اُنھوں نے مجھے روزنامہ 'امروز' میں ایک معقول جگہ بھی پیش کی تھی مگر میں نے اخبار نویس بننا پسند نہ کیا۔

---

۷ جنوری۔ ندیم قاسمی سے ملاقات ہوئی۔ ندیم صاحب سے میری ملاقات سن ۴۲ء میں تابش صدیقی کے ذریعے ہوئی۔ پھر مولانا عبدالمجید سالک کے دفتر 'انقلاب' میں۔ اس کے بعد وہ 'پھول' اور 'تہذیبِ نسواں' کے مُدیر ہوئے تو روزانہ شام کو دارالاشاعت پنجاب میں جہاں وہ رہتے تھے، ملاقاتیں ہوئیں۔ وہاں اختر شیرانی سے بھی ملنا ہوتا کہ ہم دونوں اُن دِنوں اختر شیرانی کے بہت مداح تھے۔ میں اُن دِنوں اسلامیہ کالج، ریواز ہوسٹل میں رہتا تھا۔ کچھ عرصے بعد حمید نسیم بھی اُسی ہوسٹل میں آ گئے۔ امرتسر سے ایم اے انگریزی کرنے کے بعد وہ فلاسفی کا ایم اے کر رہے تھے۔ بعد کو ڈاکٹر سعیداللہ سے اُن کی اَن بَن ہو گئی اور اُن کا داخلہ روک لیا گیا۔ حمید نسیم کے ساتھ عبدالمجید بھٹی سے ملاقات ہوئی۔ وہ اُن دنوں عرب ہوٹل کے اوپر ایک مکان میں رہتے تھے۔ یہ مکان مُلک بھر کے ادیبوں اور شاعروں کی سرائے تھا۔ بھٹی صاحب وضع دار آدمی ہیں۔ ہر صنفِ ادب میں قدم رکھتے ہیں۔ مخلص آدمی ہیں اور ساری عُمر اُنھوں نے قلم سے لکھ کر زندگی بسر کی۔

۱۹۵۳ء

۸ جنوری۔ سپین کے جواں مرگ شاعر لورکا کو دوبارہ پڑھنا شروع کیا۔ یہ شاعر مجھے بے حد پسند ہے۔

"The ear of grain keeps intact
its hard Yellow laughter.
A gust.
Children eat brown bread,
and delicious moon.

Love, love.
Enclosed by my thighs,
the sun swims like a fish.

---

۹ جنوری۔ دفتر میں ۱/۲ ۴ بجے شام تک بیٹھا رہا۔ مصحفیؔ کا انتخاب جو مولانا حسرتؔ موہانی نے کیا کہیں سے ہاتھ لگا۔ اُسے پڑھا۔ مصحفیؔ کے چند اشعار نقل کرتا ہوں ؎

اُس گُل کی باغ میں جو صبا نے چلائی بات
غنچے نے مسکرا کے کہا ہم نے پائی بات

(میرؔ کی زمین اور اُسی انداز میں غزل کہی ہے)

کام کیا مجھ کو شورِ بلبل سے — میں ہوں اِک طوطیٔ نفیس مزاج
مصحفیؔ فارسی کو طاق پہ رکھ — اب ہے اشعارِ ہندوی کا رواج

دیکھیو پاؤں رکھ دیا کس نے — آج کیوں نوکِ خار پھر چمکی

اے جان نکل کہ مصحفیؔ کا اسباب لدا ہوا کھڑا ہے

چلی بھی جا جرسِ غنچہ کی صدا پہ نسیم
کہیں تو قافلۂ نوبہار ٹھہرے گا

نخوت سے جو کوئی پیش آیا کج اپنی کلاہ ہم نے کرلی
جب مصحفیؔ تیغ اُس نے کھینچی ہاتھوں کی پناہ ہم نے کرلی

ہے مجھ سے گریبانِ گُلِ صُبح معطر میں عطرِ نسیمِ چمن بادِ صبا ہوں

لے گئے سب بدن زمیں میں ہم مصحفیؔ اک زبان چھوڑ گئے

کل قافلۂ نکہتِ گُل ہو گا روانہ تو چھوڑیو نہ ساتھ نسیمِ سحری کا

آستیں اُس نے جو کُہنی تک چڑھائی وقتِ صُبح
آ رہی سارے بدن کی بے حجابی ہاتھ میں

تھا سُرخ پوش وہ گُل شاید چمن کے اندر
شعلہ سا شب پھرے تھے سرو و سمن کے اندر

شب ہم سے جو رُوٹھے تو ہمیں چھوڑ کے باہر
جا گھر میں الگ سو رہے زنجیر لگا کر

تیرے کوچے ہر بہانے ہمیں دِن سے رات کرنا
کبھی اِس سے بات کرنا کبھی اُس سے بات کرنا

---

۱۰ جنوری ۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں ایک سو پچیس روپے آٹھ آنے بقایا فیس ادا کی ۔

"Get up and see the sun dance"

---

۱۱ جنوری ۔ حلقۂ اربابِ ذوق میں یہ غزل پڑھی ۔

ہمارے گھر کی دیواروں پہ ناصرؔ
اُداسی بال کھولے سو رہی ہے

منٹو صاحب نے کہا کہ یہ غزل مجھے پسند ہے تو کسے پسند نہ ہو گی ۔ پھر اُنھوں نے ایک سفر نامہ سُنایا ۔

---

۱۲ جنوری ۔ دن کے گیارہ بجے گھر سے باہر نکلا ۔ شیخ صاحب کے دفتر گیا اور اُنھیں ڈیڑھ یوم کی رُخصت دلوائی ۔ پھر روزنامہ آفاق ؔسے اٹھارہ روپے اپنے ایک مضمون کا معاوضہ لیا اور جہلم کے سفر پر چل دیئے ۔ گوجرانوالہ ، شیخ صاحب نے اور مَیں نے پھلوں کا رس پیا ۔ پھر چائے پی ۔ انڈے کھائے اور مولسری کے پھولوں جیسے پکوڑے خریدے ۔ شیخ صاحب اور میرے

دوسرے احباب میرے چھوڑپن سے خفا ہیں۔ ساڑھے پانچ بجے شام جہلم پہنچے۔ یہ شہر ایک طرح میرے دادا سیّد شریف الحسن کا شہر ہے کہ یہاں وہ ایک عرصہ پولیس انسپکٹر رہے۔ خیر بڑی تلاش کے بعد صوبیدار جعفر طاہر کا گھر مِلا۔ رات اندھیری سنسان۔ ٹھنڈی ہوا۔ جعفر طاہر نے پراٹھے اور ساگ سے ہماری تواضع کی۔

---

۱۳ جنوری۔ جہلم۔ صُبح آنکھ کھُلی تو کیا دیکھتا ہوں کہ جعفر طاہر میرے سرہانے کرُسی پر بیٹھا رو رہا ہے۔ میں نے رونے کا سبب پوچھا تو کہنے لگا تمہارے ایک شعر پر رونا آ گیا تھا۔ بقوُل انتظار حسین "معلوم ہوا کہ حضرت باری باری سب کے شعروں پر رو چکے ہیں"۔

ساڑھے پانچ بجے شام بس پر سوار ہو کر جہلم سے لاہور آئے۔

---

۱۵ جنوری۔

"See what the sweet harp says
should a song break a sleep?"

"I am a tune dying
on hash stone
An eye says,
Come."

"Theodore Roethka"

---

۱۶ جنوری۔ یہ غزل کہی ؎ حسُن کہتا ہے اِک نظر دیکھو۔

سب سے پہلے شیخ صاحب، انتظار اور مظفّر کو سُنائی۔

---

۱۷ جنوری۔

"Poetry" 40th year special Issue
Vol. 81. No. 1. Oct. 1952.

A world ends when its metaphor
has died.

The Journey of our longing has
not ceased.

The metaphor still struggles in
the stone.

The ignorant blood
Still knocks at silence to be
understood.

Poet, deserted by the world before,
Turn round into the actual air !

Invent age ! Invent metaphor !

"Archibald Macleish."

---

۱۸ جنوری۔ دن بھر گھر پہ پڑا رہا۔ رات کو ارجن ٹینا گیا۔ باہر ہلکی ہلکی بوندیں پڑتی رہیں۔ مظفّر، انتظار، مشتاق اور شیخ صاحب۔ پھر مظفّر کے ساتھ نیو ہوسٹل گیا۔ واپس آکر کلیاتِ ولی کا مطالعہ شروع کیا۔ چند اشعار

ایک ہی نظر میں — ڈھونڈھ نکالے۔

بیانِ سینہ چاکاں اے ولیؔ کیونکر سُنے ہر یک
کہ بُوئے گل سُوں نازک تر ہے آہنگِ زبانِ دِل

خوشبو بدن پہ تیری زلفاں نہیں ہیں پَچو ندھر
کالے بھُجنگ مل کے گھیرے درخت صندل

(a sensational image of beauty)

ہر چند جگ کے بخت سیاہوں میں ہیں ولے
کاجل ہو جا بسے ہیں سجن کے نین میں ہم

رونے ستی فارغ ہو ولیؔ پیو کو دیکھ
کعبے کی زیارت کیا دریا سُوں اُتر کر

"ہم ایک میکدہ دریا کے پار رکھتے ہیں۔" غالبؔ

جگ میں نہیں اہلِ ہُنر اپنے ہُنر سے فیض یاب
کوہکن کو فیض کب پہنچا ہے جُوئے شیر سے ولیؔ

"صنائع ہیں سب خوار ازاں جُملہ ہوں میں بھی" میرؔ

"میرے کام کچھ نہ آیا یہ کمالِ نے نوازی" اقبالؔ

---

۱۹ جنوری۔ صبح سویرے یارِ دیرینہ چوہدری انوار احمد ایڈووکیٹ نے آجگایا۔ انوار سن ۴۵ء میں انبالہ صدر پولیس سٹیشن میں بطور اے ایس آئی تعینات تھا۔ اُس کے ساتھ میں نے ضلع انبالہ کے تقریباً تمام دیہات کا سفر کیا۔ دو تین برس تک اُس کے ساتھ ہرن کا شکار کھیلا اور گھوڑ سواری کی۔ اُس کے ہمراہ شکار کے دوران تیس چالیس کوس گھوڑے پر سفر طے کرنا معمول تھا۔

پاک ٹی ہاؤس کہ ادیبوں اور شاعروں کا گڑھ ہے۔ شہرت بخاری اور بقا نقوی کے ساتھ کچھ وقت گذارا۔ اس کے بعد کافی ہاؤس میں مظفر، انور جلال، انور شبنم دِل، ریاض قادر، اے حمید اور صوفی جبّار کے ساتھ تادیر ہنگامہ رہا۔ ریاض قادر نے تازہ غزل کہی جس کا ایک شعر نقل کرتا ہوں ؎

زمانے کے پہلو میں وعدے تو لاکھوں ہیں نشوونما کے
مگر یہ جو دِن جا رہا ہے ہمارا تمہارا نہیں ہے

---

۲۰ جنوری۔ میاں بشیر احمد کے ساتھ باغِ جناح کی سیر کی۔ یک صد روپے کلرک نے پیشگی لا کر دیئے۔ رات کو ارجن ٹینا —— اپنی غزل کے پروف دیکھے۔

کچھ تو احساسِ زیاں تھا پہلے
دِل کا یہ حال کہاں تھا پہلے

---

۲۱ جنوری۔ علی الصبح شیخ صاحب گجریلا لائے۔

ولی دکنی کی زبان کے بعض الفاظ آج متروک ہو چکے ہیں مگر یاروں نے تو ساری زبان ہی متروک کر دی ہے۔ بعض متروک الفاظ آج بھی رائج ہونے چاہئیں۔ ڈرامہ کے لئے بول چال یا مکالمات میں بعض الفاظ آج بھی بھلے معلوم ہوں گے۔ مثلاً مکالمہ میں نہیں کی جگہ نہیَں۔ اِسی طرح ٹک کا بدل دوسرا لفظ نہیں۔

"It is past that cast Stars."
J. V. Cunnighem.

dream tree, truth tree
tree of Jubille -

---

a heart her each petal

'E.E. Commings.'

---

۲۲ جنوری۔ عبدالرحمٰن چغتائی صاحب نے اپنے لڑکے کے ہاتھ ایک تصویر بھیجی۔ مکھن، انڈے، چائے اور مرغ کا شوربہ—— آج یہی ناشتہ رہا۔ رات کو ملی جلی سبزیوں کی بھجیا کھائی۔

---

۲۳ جنوری۔ دس بجے صبح سو کر اُٹھا چار بجے دفتر گیا۔ رات کو گیارہ بجے گھر لوٹا۔ بھلا یہ بھی کوئی لکھنے کی بات ہے۔ جرمن شاعر رِلکے کی ایک نظم پر شیخ صاحب سے گفتگو رہی۔

---

۲۴ جنوری۔ کہیں سے کپڑا جلنے کی بُو آ رہی ہے۔ چولہے کی مٹی کھنک رہی ہے۔ مٹی کا حرم تو بن گیا مگر مرمر کی سِلیں وہیں قائم ہیں۔

اس وقت رات کے دو بجے ہیں۔ خبر نہیں چڑیاں کیوں بول رہی ہیں۔

---

۲۵ جنوری۔ دوپہر کی ٹھنڈی دھوپ، بُو علی سینا کے قاعدۂ حکمت پر بھاری ہے۔

---

۲۶ جنوری۔ دفترِ ہمایوں میں شیخ صاحب، شاہد حمید، نُور عالم اور احمد مشتاق آئے۔ رات گئے گھر آیا۔ دیا سلائی نہ تھی۔ سگریٹ کیسے جلاؤں۔ بیگم کو خواہ مخواہ خفا کیا اور اپنا جی جلایا۔ دیا سلائی تو سرہانے رکھی تھی۔ رات بھر نہیں سویا، صُبح تک سگریٹ پیتا رہا۔

---

۲۷ جنوری۔ انتظار حسین کی تحریر کا کمال یہ ہے کہ وہ مُردہ لمحوں کو زندہ کر دیتا ہے۔ وہ لکھنا جانتا ہے۔

---

۳۱ جنوری۔ انتظار حسین کا رسالہ 'خیال' چھپ گیا۔ یہ جریدۂ نئی نسل کی آواز ہے۔

فروری ۱۹۵۳ء

یکم فروری ۔ رسالہ 'ہمایوں' چھپ گیا۔
قولِ مُطرب ——— چند پریشاں کاغذ
تھوڑے موتی ——— احوالِ واقعی ——— اپنا بیان

---

۲ فروری ۔ جوش کی تازہ تصنیف 'سرود و خروش' موصول ہوئی۔ چند مصرعے پسند آئے۔

ع سورج پہ جس کا ہاتھ ہے اور پاؤں چاند پر

ع زاغ سرگرمِ صد نوا سنجی اور لب بستہ بُلبُلِ شیراز

ع گرتے ہوتے درخت سُلگتے ہوئے مکاں

ے دن ہے خاشاک، خاک دُھول دھواں
رات آئینہ انجمن افشاں

ے دن ہے فولاد سنگ، تیغ عَلَم
رات کمخواب پنکھڑی شبنم

ے دن کڑی دھوپ کی بد آہنگی
رات پچھلے پہر کی سارنگی

ے دیکھ آبِ رواں کا آئینہ
دوڑ ساحل پہ تان کر سینہ

ع پھول کو سونگھ سانس لے گہری

---

۵ فروری ۔ بیگم کو سندھ ایکسپریس سے منٹگمری چھوڑنے کے لئے لاہور سٹیشن تک گیا ۔ جب گاڑی چلی گئی تو شہر خالی ہوگیا ــــــ ٹی ہاؤس آکر م ۔ حسن ۔ لطیفی سے تازہ نظم سُنی ۔

---

۶ فروری ۔ انور جلال اور دوسرے احباب کے ساتھ دیر تک محفل رہی ۔

---

۷ فروری ۔ انتظار کے ہمراہ پلازہ میں "Desert Hawk." دیکھی ۔ بانو کا خط ملا ــــــ "The falling star" ایک تصویر ۔

---

۸ فروری ۔ حلقے میں حفیظ ہوشیارپوری نے غزل سُنائی ۔

۱۹۵۳ء

"Any form in which an artist can express is legitimate."

"The idyllic mysticism of Blakes' wood - engravings."

---

۹ فروری۔ شیخ صاحب کے ساتھ شیراز میں کھانا کھایا۔ پھر انتظار آگیا۔ ارجن ٹیبنا میں رات گئے تک قہوہ پیتے رہے۔

---

۱۰ فروری۔ مُنہ اندھیرے آنکھ کھُل گئی۔ رات سے دِل بے چین ہے۔

---

۱۱ فروری۔ ۲۲ روپے انتظار سے لئے۔ ۱۰۰ روپے مولوی احمد حسن کا شانۂ ادب والے سے لئے۔

ع آئینہ لے کے صبا پھر آئی

یہ غزل غالب احمد کو کراچی بھیجی۔

---

۱۲ فروری۔ احمد مشتاق کے ساتھ گوالمنڈی میں کباب کھائے۔ پھر شیخ صاحب اور انتظار کے ہمراہ دوسرا شو
" The wild horse and the lion. "
دیکھا۔

---

۱۳ فروری۔ پال سیزاں کی تصویریں۔

احمد راہی نے اپنی پنجابی نظموں کا مجموعہ 'ترنجن' مجھے دیا۔ یہ کتاب

خاصی مقبول ہوئی۔

---

۱۴ فروری۔ بوندا باندی ہو رہی ہے۔ بال بنوائے۔ سیاہ شیروانی اور سفید پاجامہ پہنا۔ آئینہ دیکھا۔
ریڈیو مشاعرہ میں شرکت کی۔ احسان دانش، صوفی تبسّم، عابد علی، نشتر جالندھری، رسا، قیوم نظر، عبد المجید بھٹی، قتیل، ثاقب، اثر، کلیم عثمانی، حامد علی خان۔

کیا رہا ہے مُشاعرے میں اب
لوگ کچھ جمع آن ہوتے ہیں

---

۱۶ فروری۔ فراقؔ صاحب نے لکھا ہے کہ لاہور آ رہا ہوں۔
محمد طفیل اور عبادت بریلوی صاحب مِلے۔

---

۱۷ فروری۔ سندھ ایکسپریس سے رات کو ۸ بجے سوار ہو کر رات کو گیارہ بجے منٹگمری پہنچا۔

---

۱۸ فروری۔ خالہ جان دروازے پر لالٹین لئے کھڑی تھیں اور مَیں بانو کو لے کر لاہور کو روانہ ہوا۔

---

۱۹ فروری۔ علی الصُبح لاہور پہنچے۔ شیخ صاحب، مشتاق اور انتظار آئے۔ ۲ بجے دفتر گیا۔ سلام مچھلی شہری کیسے کیسے طویل اور

بے مغز خطوط لکھتا ہے۔

---

۲۰ فروری ۔ اختر محمود سے دیر تک محفل —— یہ نوجوان اب سی ایس پی ہے۔ فرانسیسی شاعری، جرمن شاعری اور مصوّری کے بارے میں خوب معلومات رکھتا ہے اور بلا کا ذہین ہے۔ رامبو، ملارمے لورکا، رلکے میں نے اسی کے ساتھ مل کر پڑھے۔ مصوّری سے مجھے یوں تو پہلے ہی دلچسپی تھی مگر اختر محمود کو اس سلسلے میں مَیں نے غیر معمولی ذہین آدمی پایا۔

---

۲۱ فروری ۔ کرشن چندر کا خط ملا۔ حنیف رامے، انتظار حسین اور انور جلال کے ہمراہ سلیم شاہد کے ہاں میٹرو ہوٹل میں گئے۔

---

۲۵ فروری ۔ "اِس بچے کو سمندر میں ڈال دو۔" قرآنِ کریم۔ طبیعت مسلسل خراب ہے۔

---

۲۶ فروری ۔ انتظار اور شیخ صاحب کے ہمراہ ریگل میں "Out Law" دیکھی۔

---

۲۷ فروری ۔ مارشل لاء —— تحریکِ ختمِ نبوّت۔

۱۹۵۳ء

۲۸ فروری - پورا چاند -
شہر میں احمدیوں کے خلاف ایک بہت بڑا جلوس نکلا - شہر میں گرفتاریاں ہو رہی ہیں - پولیس اور فوج کا پہرہ ہے -

---

مارچ ۱۹۵۳ء

۳ مارچ ۔ ”Without Target“ پلازہ میں اور ”Fast of Bornes“ ریگل میں۔

---

۴ مارچ ۔ رات سے گولیوں کی آوازیں آرہی ہیں۔ شہر جاگ رہا ہے۔ مکانوں کی چھتوں پر سے اذانوں کی آوازیں آرہی ہیں ۔ کرفیو لگا ہوا ہے۔

---

۵ مارچ ۔ کافی ہاؤس کے باہر گولی چلی۔ دن کو ۱/۲ ۳ بجے کرفیو لگ گیا لیکن لوگ اُسی طرح چل پھر رہے ہیں۔ رات بھر گولی چلتی رہی ــــــ بدنصیب اور غافل عوام اور لاپرواہ ظالم حاکم ۔

---

۶ مارچ ۔ گھر سے نکلنا دُشوار ہوا۔ ہر موڑ پر فوجیوں کے مورچے، آگ، قتل کی واردات۔

---

۷ مارچ ۔ آج امن رہا۔ رات صرف سات فائروں کی آواز سُنی گئی۔

"I hold myself like a sacred spider,
on the principal threads already spun
out of my mind, with the help of
which I shall weave at the points
of intersection wonderful face-work -
which exists at the heart of beauty."

مارچ کا ایک خط ——— ۲۸ جولائی ۱۸۶۶ء

"I know the history of treasures
you have found."

رامبو

---

۸ مارچ۔ شہر کی دکانیں کھلنے لگیں۔ حلقۂ اربابِ ذوق ———
راولپنڈی میں بارہ گھنٹے کا کرفیو لگ گیا۔

"Nothing exists save what exists."

ملارمے

"Leasure has made him weak as a worm."

W. B. Yeats.

۱۰ مارچ ۔ چھ بجے شام کرفیو لگ گیا۔ رات کو تاش کھیلتے رہے۔

---

۱۵ مارچ۔ راحل ہوشیارپوری نے میرے مصرع کی تاریخ نکالی۔

چھوٹے دن اور لمبی رات

۱۳۶۸ھ

۱۹۵۳ء

۱۶ مارچ۔ یگانہ چنگیزی نے ایک مضمون بھیجا۔

---

۲۰ مارچ۔ کیپٹن ابن الحسن، کیپٹن عبدالرحمٰن صدیقی ملے۔ کرفیو پاس بنوایا۔ پاس نمبر ۳۶۳۸۔ ڈاکٹر صلاح الدین اکبر سے بھائی کے لئے دوا لایا۔ کرفیو پاس لے کر رات کو باہر نکلا۔ شہر میں فوجی گشت کر رہے تھے۔

حفیظ ہوشیارپوری نے تاریخ نکالی۔

مرزا غلام احمد

۱۹۵۳ء

---

۲۱ مارچ۔ چڑیا گھر کی سیر کی اور وہاں شیروں کو بجلی کے پنکھے تلے آرام کرتے دیکھا۔ کبوتروں اور ہرنوں کی صحبت میں شام ہو گئی۔

---

۲۲ مارچ۔ پاک ٹی ہاؤس میں حلقۂ اربابِ ذوق کی مجلس ہوئی۔ مارشل لا کی وجہ سے وائی ایم سی اے کا ہال نہ مل سکا۔

---

۲۳ مارچ۔ نیڈوز ہوٹل کمرہ نمبر ۶۴ میں عزیز احمد کے ہاں انتظار حسین کے ساتھ گیا۔ ابھی کچھ باتیں ہی ہو رہی تھیں کہ انھیں وزیراعظم کے سیکرٹری کا تار ملا۔ رات تاش کھیلنے میں گذری۔

---

۲۵ مارچ۔ تھا ترنجِ زر ایک خسرو پاس
نام کا زرد پر کہاں بو باس

غالب
۱۹۵۳ء

۲۶ مارچ ۔ نہ غزل کہی ۔ نہ آئینہ دیکھا ۔ رسالہ "خیال" کے لئے "میر فہم" کے نام سے ایک مختصر سا مضمون لکھا ۔ مظفّر علی سیّد، شیخ اور انتظار کے ساتھ ہوٹل میں کھانا کھایا ۔

---

۲۷ مارچ ۔ لارنس باغ میں دن گذرا ۔ صُحبتِ غزالاں ۔

---

۲۸ مارچ ۔ شہر میں کرفیو لگا ہوا ہے اور رات جاگ رہی ہے ۔

---

۲۹ مارچ ۔ بدن میں درد ہے ۔ ہلکا ہلکا بُخار ہے —— حلقۂ اربابِ ذوق سے بے مزہ ہو کر آ گیا ۔ گھر پر آ کر موسیقی کے ریکارڈ سُنے ۔

---

۳۰ مارچ ۔ باغِ جناح میں پت جھڑ کا سماں دیکھتا رہا ۔

چرچ روڈ کے پیچھے
تھوڑی دُور تھانے سے
اِک گلی ہے اندھیاری
اُس گلی کے کونے پر
کُہنہ لال اینٹوں کا
گھر ہے اِک پرانا سا

میرا گھر —— پُرانی انار کلی —— ۳ بھگوان سٹریٹ ۔ لاہور

---

۳۱ مارچ ۔ پت جھڑ ۔ ہرنوں کی ڈاریں ۔ سبزہ ۔ رات بھر نہیں سویا ۔

اپریل ۱۹۵۳ء

یکم اپریل۔ رسالہ "خیال" چھپ کر مِلا۔

---

۳ اپریل۔ گڈ فرائی ڈے۔
رات میٹرو میں ایک صاحب کئی روز کے بعد مِلے۔ مَیں نے پوچھا جناب کہاں ہیں۔ ملاقات نہیں ہوتی۔ کہنے لگے کاظمی صاحب مصروف ہوں۔ وزیر ہو گیا ہوں۔

ع اِس عہد میں بخشی گئی زاغوں کو وزارت

---

۴ اپریل۔ ع "چنگاریاں گرے ہیں جب پلکیں ہِلتیاں ہیں" میرؔ

۷ اپریل۔ صفدر میر ایک طویل نظم بعنوان "سسّی پنّوں" کا خاکہ بنا کر لایا۔

---

۸ اپریل۔ اِس وقت رات کے تین بجے ہیں۔ خمیرہ مرواریہ کھایا اور بیدلؔ پڑھنا شروع کیا۔
صبح چار بجے سائرن بجا اور کرفیو کھُلا۔

تاثیر ہے دُعا کو فقیروں کی میرؔ جی
ٹک آپ بھی ہمارے لئے ہاتھ اُٹھائیے

---

۹ اپریل۔ جب ماں اپنے بچے کو چاند کہہ کر پکارتی ہے تو اُسے کوئی جھوٹ نہیں سمجھتا۔ (چیخوف)۔

---

۱۰ اپریل۔ ؎ چلو کہ برف پگھلنے کی صبح آ پہنچی
خبر بہار کی لایا ہے کوئی گُل پارہ

an emotional experience captured
in a pictorial image.

؎ کیوں ٹھہر جاتے ہیں دریا سرِ شام
روح کے تار ہلا غور سے سُن

دریا۔ emotion - imagination.
objective image for a subjective mood or emotion.
سرِ شام۔ change of time
the fading of a time mood.

---

۱۱ اپریل۔ پکچر دیکھنا کم کر دیا کہ وہاں سگریٹ پینا منع ہے انتظار اور مشتاق کے ساتھ ریگل میں رنگین فلم دیکھی۔ کاظم شمسی 'مخزن' کی فائل اور اثر لکھنوی کی تصنیف 'مطالعۂ غالب' لے گیا۔

---

۱۵ اپریل۔ باغِ جناح میں جبّار کے ہمراہ — پت جھڑ کا منظر۔ چائے کباب۔

---

۱۶ اپریل۔ صُبح دس بجے لاٹ صاحب کے دفتر میں ہوم سیکرٹری کے ہاں ایک میٹنگ میں شرکت کی (پریس ایڈوائزری کمیٹی)۔ کاغذ کی گرانی اور

کمیابی کا مسئلہ۔ لاہور میرؔ کی دِلّی بنا ہوا ہے۔

---

۱۷ اپریل۔ مرکزی حکومت ٹوٹ گئی۔ خواجہ ناظم الدین دوبارہ گورنر جنرل ہوئے۔ محمد علی وزیر اعظم۔
بیگم کے ہمراہ ریجنٹ سینما میں "چھوٹا بھائی" فلم دیکھی۔

---

۱۹ اپریل۔ مجید امجد اور منیر نیازی منٹگمری سے ٹیکسی لے کر آتے۔ وہاں رات کو مشاعرہ پڑھا۔

---

۲۰ اپریل۔ صبح ۴½ بجے سندھ ایکسپریس سے بانو کو لے کر لاہور آیا۔

---

۲۳ اپریل۔ میرؔ کے چار دیوانوں کا انتخاب مکمل کیا۔
ع زہاد کے ذمے بھی عجب کوہکنی ہے میرؔ

---

۲۴ اپریل۔ ع ہمیں ہر حال میں غزل کہنا

۲۵، ۲۷ اپریل۔ ایک مثنوی نما نظم 'نیا شہر' شروع کی۔

---

۲۸ اپریل۔ عبدالمتین عارف نے میری غزل ——
ع سرِ مقتل بھی صدا دی ہم نے۔ کے جواب میں 'دشمنوں' کے عنوان

سے ایک نظم لکھی۔

---

۲۹ اپریل۔ چراغ جلے انتظار آیا — ہوا چلی، آندھی آئی، بادل گرجا، پھر چھم چھم بارش آئی۔ راستے میں ایک بلڈنگ تلے پناہ لی۔

مئی ۱۹۵۳ء

۴ مئی ۔ رات پچھلے پہر غزل کہی۔

ع جلوہ ساماں ہے رنگ و بُو ہم سے

---

۶ مئی ۔ میرے بارے میں ایک شعر میری ہی زمین میں حفیظ ہوشیار پوری نے کہا ؎

آہ وہ نوحہ گرِ شہرِ طرب
تم نے ناصر کو تو دیکھا ہوگا (میٹرو میں)

---

۷ مئی ۔ دفتر نہیں گیا۔ رات کو پلازہ میں دوسرا شو دیکھا۔

" Golden Hawk "

؎ تم نے کھانا خشک ہونٹوں کا فریب
اِک سمندر رہے جہاں رہتے ہیں ہم

---

۹ مئی ۔ حفیظ ہوشیار پوری نے میری غزل سُن کر فوراً ایک مطلع کہا ؎

وہی اُن کے حضور چُپ رہنا
کام آیا نہ کچھ غزل کہنا

غالب احمد کراچی سے آیا۔ تقریباً پانچ گھنٹے کافی ہاؤس میں گزرے۔

---

۲۲ مئی۔ پاک ٹی ہاؤس میں بزمِ خیال کی بنیاد رکھی۔

---

۲۳ مئی۔ سیّد وقار عظیم کے ہاں حفیظ ہوشیار پوری کو جاتے پر دعوت دی گئی۔

---

۲۸ مئی۔ حفیظ صاحب تبدیل ہو کر کراچی چلے گئے۔

---

۳۰ مئی۔ غالب احمد کا نکاح انور فتح سے ہوا۔

---

۳۱ مئی۔ حلقے میں غزل پڑھی۔
ع ہر اِک سانس کو ہم صبا جانتے ہیں

جون ۱۹۵۳ء

یکم جون۔ 'تحریکِ خیال' کی تجویز پر غور۔

---

۲ جون۔ 'تحریکِ خیال' کی بنیادی کمیٹی کا اجلاس۔ شیخ صلاح الدین صاحب صدر۔ احمد مشتاق خزانچی۔ انتظار حسین سیکرٹری۔ حنیف رامے اور شاکر علی نے بھی شرکت کی۔

---

۳ جون۔ ٹی ہاؤس میں نئی نسل کے لکھنے والوں کا اجتماع۔

---

۴ جون۔ شیخ صاحب نے منشور پیش کیا۔

---

۱۱ جون۔ Heat Wave, Art Wave & Palmistry Wave.
میٹرو میں رات کے بارہ بجے تک حنیف رامے کی صدارت میں 'تحریکِ خیال' کمیٹی کا اجلاس۔ یہ غزل کہی۔

ع چاند جب پہلی رات کا دیکھا

---

۱۳ جون۔ رات نو بجے عنصر اور بانو کے ساتھ منٹگمری پہنچا۔

---

۱۵ جون ۔ صبح لاہور پہنچا۔

---

۱۷ جون ۔ ریگل میں انتظار کے ساتھ "On Wendes." فلم دیکھی۔

---

۲۰ جون ۔ انتظار، شہزاد اور مشتاق کے ہمراہ فلم دیکھی۔

"You have to follow the blood road."

لورکا۔

۲۱ جون ۔ ....." and imagine a bull of water rose up."

The Song of a Mule Driver

So I took her to a river,
thinking she was a maiden,
but she had a husband.

---

۲۴ جون ۔ کیپٹیل سینما میں انتظار کے ساتھ فلم دیکھی۔

---

۲۸ جون ۔ ؏ شہر سنسان ہے کدھر جائیں۔

---

۲۹ جون ۔ پیدل چلنا یوں بھی میرا مشغلہ ہے مگر آج تو اتنا چلا ہوں کہ پاؤں میں آبلے پڑ گئے۔

---

۳۰ جون ۔ میٹرو۔

۱۹۵۳ء

جولائی ۱۹۵۳ء

۶۔ ۷ جولائی ۔ آج میری شادی کی سالگرہ ہے۔

---

۱۱ جولائی ۔ مدّت کے بعد بارش ہوئی۔ ٹی ہاؤس کے سامنے کی سڑک سمندر بن گئی۔ بارش میں بھیگتا ہوا گھر آیا۔ رستے میں لائبریری روڈ پر سیّد قطب الدین کے مزار پر کچھ دیر ٹھہرا۔ اِس بزرگ کے مزار پر میرے والد مرحوم کبھی کبھار نماز پڑھا کرتے تھے۔

---

۱۲ جولائی ۔ حلقے میں غزل پڑھی۔

ع چاند نکلے تو پار اُتر جائیں

---

۱۳ جولائی ۔ شیخ اور انتظار کے ساتھ میٹرو میں رات کے دو بجے۔

---

۱۴ جولائی ۔ باغِ جناح میں بڑھ کا ایک بہت ہی پرانا درخت ہے۔ کہتے ہیں کہ اس درخت کے سائے میں ہزاروں قافلوں نے قیام کیا۔ دن بھر یہ درخت چمگادڑوں کا مسکن بنا رہتا ہے۔ اس کے سائے میں ایک قبر ہے، اُس پر لکھا ہے "پیر ترت مراد"۔ اِس قبر پہ دن کو بھی چراغ جلتے ہیں۔ میری اِس فقیر سے بڑی دوستی ہے۔ کئی مرتبہ اِس فقیر سے

ملاقات بھی ہوئی۔

---

۱۸ جولائی ۔ سندھ ایکسپریس سے منٹگمری گیا۔

---

۱۹ جولائی ۔ منٹگمری دن بھر سوتا رہا۔

---

۲۰ جولائی ۔ صبح لاہور واپس آیا۔

---

۲۴ جولائی ۔ صبح ۱۱ بجے جبار کے ساتھ اپنے دفتر گیا۔ یونگ ہال میں کھانا کھایا۔ شام کو منٹگمری کا سفر اختیار کیا۔

---

۲۷ جولائی۔ صبح لاہور آیا۔ رات کو ریگل میں فلم دیکھی ——— "سندھباد جہازی"۔

اگست ۱۹۵۳ء

۵ اگست ۔ صبح سویرے عنصر کا منٹگمری سے تار مِلا کہ لڑکا ہوا ۔
شام کو منٹگمری پہنچا ۔
تاریخ پیدائش ۔ ۴ اگست ۱۹۵۳ء
وقت ۔ تین بجے پچھلا پہر ۔
مقام ۔ منٹگمری ۔ سول ہسپتال ۔
نام ۔ سیّد باصر رضا سلطان ۔ (گڈو)

---

۸ اگست ۔ گڈو کی ہسپتال میں تصویر اُتاری ۔

---

۹ اگست ۔ لاہور واپس آیا ۔

---

۱۰ اگست ۔ Kropotkin (Prince of Russia)
"Mutual Aid."

---

۱۶ اگست ۔ ریگل میں پکچر دیکھی ۔ "نپولین کی محبوبہ"

---

۱۷ اگست۔ رنگ گیت گائیں گے

جب وہ گھر کو آئیں گے
اُن کو ہم سنائیں گے
کوئی بات لال لال
جیسے عبیر اور گلال
نیلی پیلی کالی ہری
جی کو سب سنائیں گے
رنگ گیت گائیں گے   میراجی

---

۲۰ اگست۔ بارش۔ دفتر ہمایوں میں بیٹھے بیٹھے یہ غزل کہی۔

نہ پوچھو کس خرابے میں پڑے ہیں
تہ ابرِ رواں پیاسے کھڑے ہیں

شبِ عید۔

---

۲۱ اگست۔ عید کا دن۔ ۹ بجے صُبح کراچی میل سے منٹگمری گیا۔ سلطان قاصر بھی ساتھ تھا۔

ستمبر ۱۹۵۳ء

۲ ستمبر۔ نیو ہوسٹل۔ محمود سلیم گیلانی کے کمرے میں انتظار، احمد مشتاق اور انور جلال ——

———

۵ ستمبر۔ منٹگمری گیا۔

———

۸ ستمبر۔ گڈو کو لے کر لاہور آیا۔

———

۹ ستمبر۔ شام کو بارش ہوئی۔ انتظار، شہرت، اقبال اشرف (خوشنویس) عبدالمجید بھٹی، صلاح الدین ندیم، شہزاد احمد، شیخ صلاح الدین اور شاہد حمید کو گھر پر چائے کی دعوت دی۔

———

۱۰ ستمبر۔ ؎ محرم کا جو دیکھا چاند روئی فاطمہؑ صغراؑ
پکاری ان دنوں لوگو مرے بابا وطن میں تھے

———

۱۶ ستمبر۔ گڈو میاں کی مَنّت کی مہندی پُرانی انارکلی سے نکالی۔

———

۱۸ ستمبر

"A moon's whisper in sunset."
'E. E. Cumming.'

"Seas of bright juice suffise heaven."
'Whitman.'

---

۱۹ ستمبر۔ منٹگمری گیا۔

---

۲۰ ستمبر۔ عشرۂ محرّم منٹگمری میں۔

---

۲۱ ستمبر۔ صبح لاہور آیا۔ شیگال اور ماتیس کی تصویریں دیکھتا رہا۔ اِن دونوں مصوّروں پر مضمون لکھا تھا، نہ جانے کہاں گیا۔

اکتوبر ۱۹۵۳ء

یکم اکتوبر۔ آج ہمایوں کی ادارت سنبھالے ایک سال ہوا۔

---

۱۱ اکتوبر۔ فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝
اکتوبر کا سارا مہینہ قرآن پڑھنے میں گذرا۔ جس نے قرآن نہیں پڑھا وہ حکمت، عبرت، حیرت کی منازل سے محروم رہا۔ اور وہ ہرگز ہرگز اچھا شاعر نہیں ہو سکتا۔

نومبر ۱۹۵۳ء

۱۵ نومبر۔ احمد پرویز کی تصویروں کی نمائش۔

---

۱۶ نومبر۔ المنظر میں انجمنِ ادبی رسائل کا جلسہ ہوا۔

---

۱۷ نومبر۔ گڈّو، عنصر اور بانو منٹگمری گئے۔

---

۱۸ نومبر۔ شام کو چھ بجے منٹگمری پہنچا۔ سلطان کی سرائے سے بس میں بیٹھا۔

---

۲۰ نومبر۔ عیدِ میلاد۔
گڈّو کے ساتھ کھیلتا رہا۔ رَس پیا۔ چھلّیاں کھائیں۔ باجرے کی روٹی اور ساگ کھایا۔

جیسے ناچتے ہوں مور
قلعے کی فصیل پر

---

۲۱ نومبر۔ پچھلے پہر ٹھنڈی چاندنی میں لاہور کے لئے روانہ ہوا۔

دسمبر ۱۹۵۳ء

۷ دسمبر۔ "Storm over Tibet" —— پلازہ میں دوسرا شو دیکھا۔ جبار کے ساتھ۔

---

۸ دسمبر۔ میرا یومِ پیدائش۔ علی الصباح چار بجے اذان کے وقت، ۱۹۲۵ء، محلّہ قاضی واڑہ، انبالہ شہر (مشرقی پنجاب)، نانک کے گھر میں۔

سُناتا ہے کوئی بھُولی کہانی
مہکتے میٹھے دریاؤں کا پانی

---

۱۳ دسمبر۔ تین بجے سو کر اٹھا۔ پھر مظفّر آگیا۔
اوڈین میں پکچر دیکھی —— "Lure of the Wilderness"

---

۳۱ دسمبر۔ ہر چوتھے روز
Calcaria Carb 30 (2 Drams Sealed Bottle).
آج سے یہ دوا شروع کی۔

نایا فیضی نے اپنے بیٹے سید عسکر رضا کی تاریخِ وفات کہی ؎

سالِ رحلت فیضِ خستہ دل بگو
داغِ فرقت داد ناحق اُو مرا

۱۹۵۳ء

آں شگفتہ طبع و آں ذہنِ رسا

۲۰۱۰

نیک خصلت، باحیا عسکر رضا

۱۳۷۲ھ

دسمبر ۱۹۵۳ء

محمد طفیل، انتظار حسین، فراق گورکھپوری اور ناصر کاظمی۔

ناصر کاظمی اپنے بیٹے گڈو (باصر) کی پیدائش کے موقع پر۔
پیچھے دائیں سے بائیں۔ عزیز الحق (برادرِ نسبتی) اور رضیہ بیگم (کزن)۔

۱۹۵۴ء

جنوری تا دسمبر ۱۹۵۴ء

جنوری۔ ع اہلِ دل آنکھ جدھر کھولیں گے

ہے اُٹھاتا ہوں جب طاق سے میرؔ صاحب کا دیواں
ورق بولتے ہیں کہ لفظوں کی قوسوں میں جاں ہے

" دُھواں سا ہے کچھ اس نگر کی طرف"
چائے کی میز پر گفتگو۔ (مطبوعہ ُماہِ نو' مارچ ۱۹۵۴ء)

---

۱۰ مئی۔ ع کیوں غمِ رفتگاں کرے کوئی
نیم شب۔ ماہِ رمضان

---

۱۵ مئی۔ ع طے رہِ عشق کو بے خوف وخطر ہم نے کیا

---

۱۰ اگست۔ ُسُرکی چھایا' شروع کی۔

۲۲، ۲۳، ۲۴ اگست۔ ُسویرا' کے دفتر میں سمپوزیم۔
ُروایت اور انفرادی صلاحیت'۔ شیخ، انتظار، حنیف اور راقم۔

احمد مشتاق، رامے اور راقم باری باری رقم کرتے رہے۔

---

۳ اکتوبر۔ بانو، بچوں کو لے کر منٹگمری گئی ــــــــــ
دل بہت ویران ہے۔ آج فرصت ہے کہ کچھ لکھوں لیکن اُن کے بغیر کمرے میں اِس قدر شور ہے کہ کان پھٹے جا رہے ہیں۔ یا اللہ میرا گڈو میرے سامنے جوان ہو! پھلے پھُولے۔ میرا پَپّو خیریت سے اِس دُنیا میں آئے اور ماں کے پہلو میں ہمیشہ کھیلتا رہے۔ یا اللہ ہم شہرِ غریب ہیں۔ ہماری جان و مال کا تُو ہی محافظ ہے۔ ہماری اُداس زندگیوں کا تو ہی رکھوالا ہے۔

یکم نومبر۔ بروز پیر۔ صبح۔ منٹگمری میں پَپّو ـــــ سید حسن رضا سلطان، میرا دوسرا بیٹا پیدا ہوا۔ شیخ صاحب میرے دفتر میں تار لے کر آئے اور میں اُسی وقت منٹگمری گیا۔ جا کر دیکھا کہ بانو کی گود میں چاند اُترا ہے اور گھر کے صحن میں چاندنی بچھی ہوئی ہے۔

---

۱۳ دسمبر۔ آج رات ۲½ بجے حنیف رامے کو سُر کی چھپائی مکمل کر کے دی۔ کل شام حنیف کی تصویروں کی نمائش ہوئی، وائس چانسلر میاں افضل نے افتتاح کیا۔
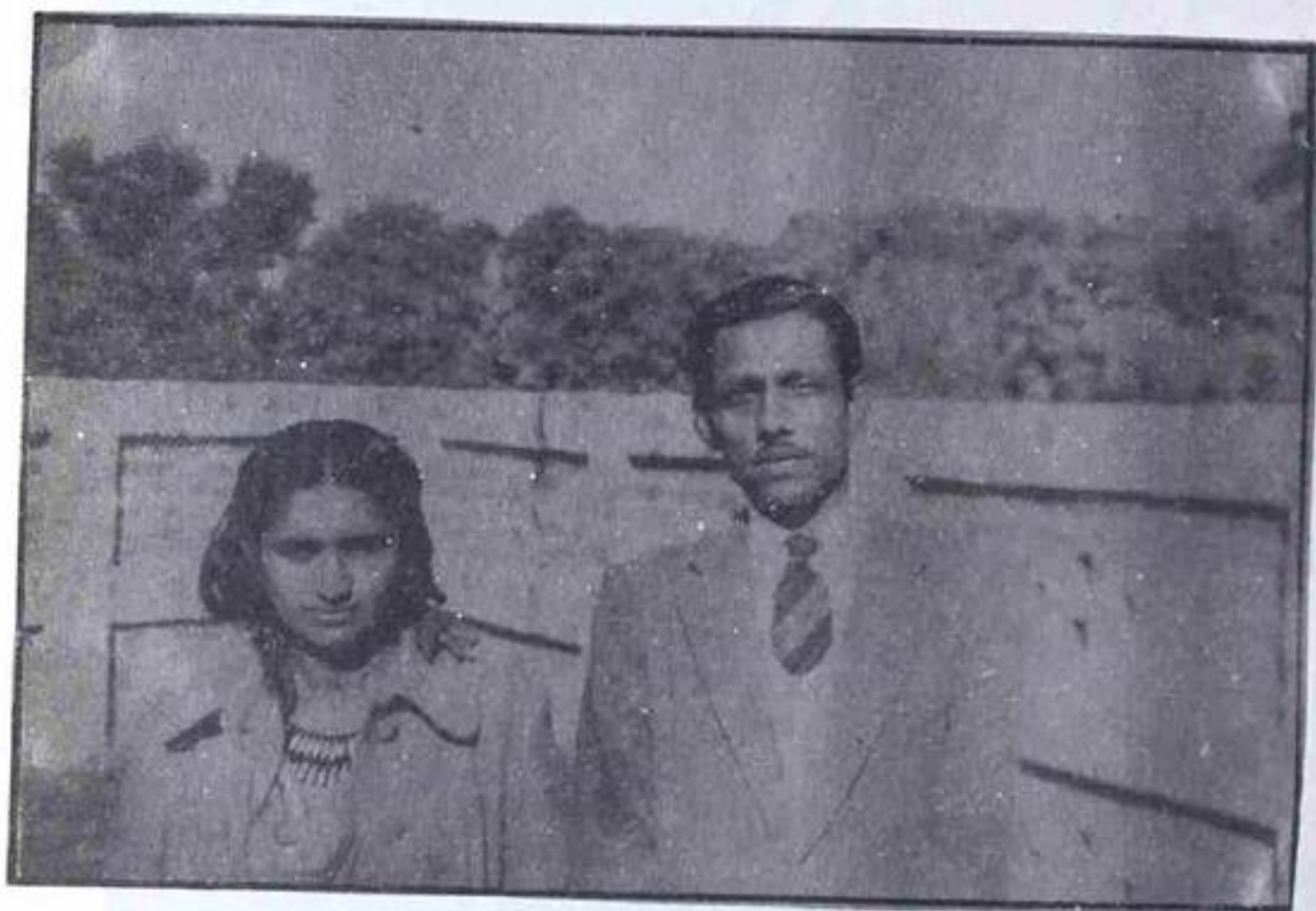
ناصر کاظمی اپنی بیگم کے ساتھ۔
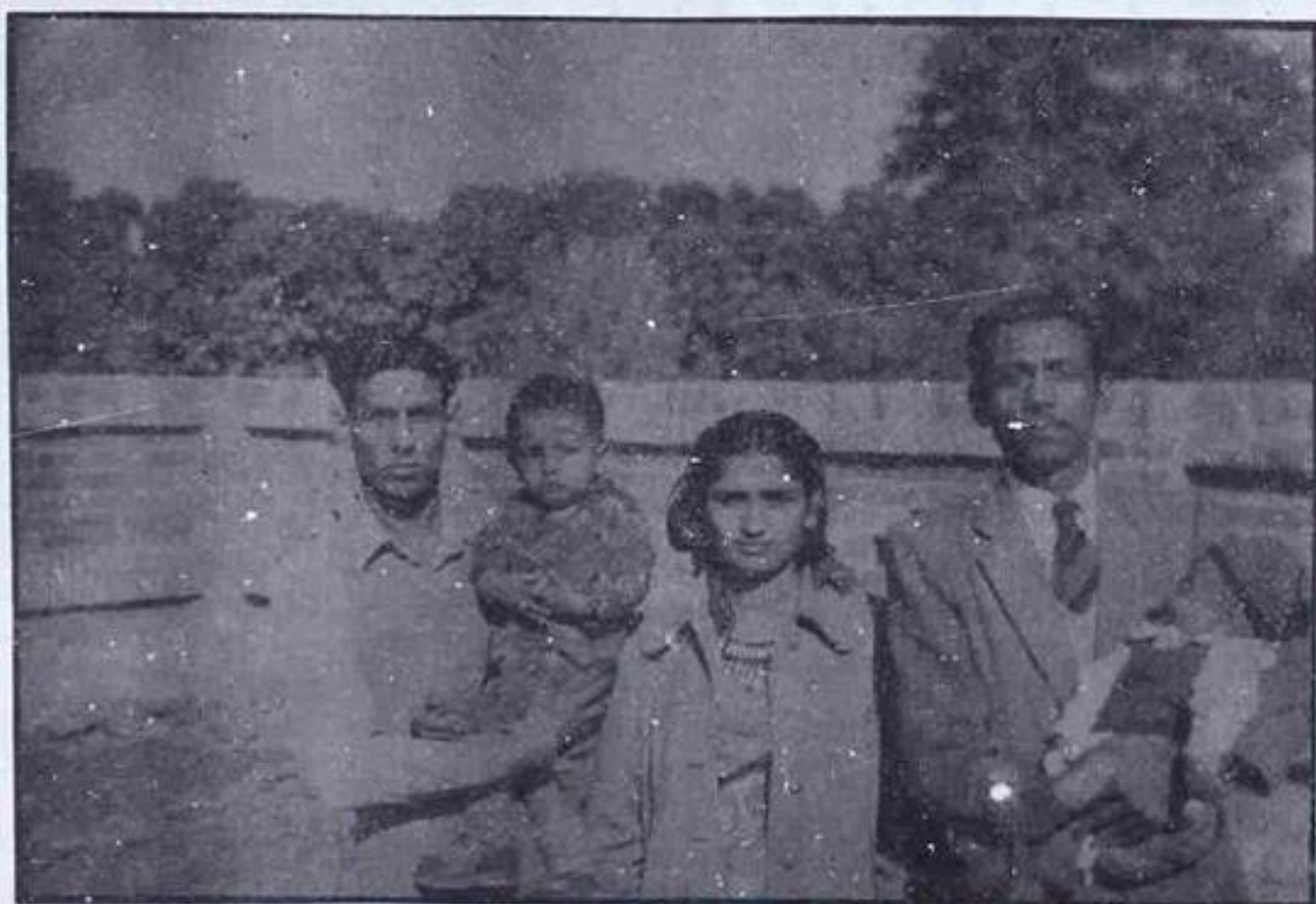
دائیں سے بائیں۔ ناصرؔ کاظمی (گود میں حسن)، بیگم ناصرؔ کاظمی اور بھائی عنصرؔ کاظمی (گود میں باصر)۔
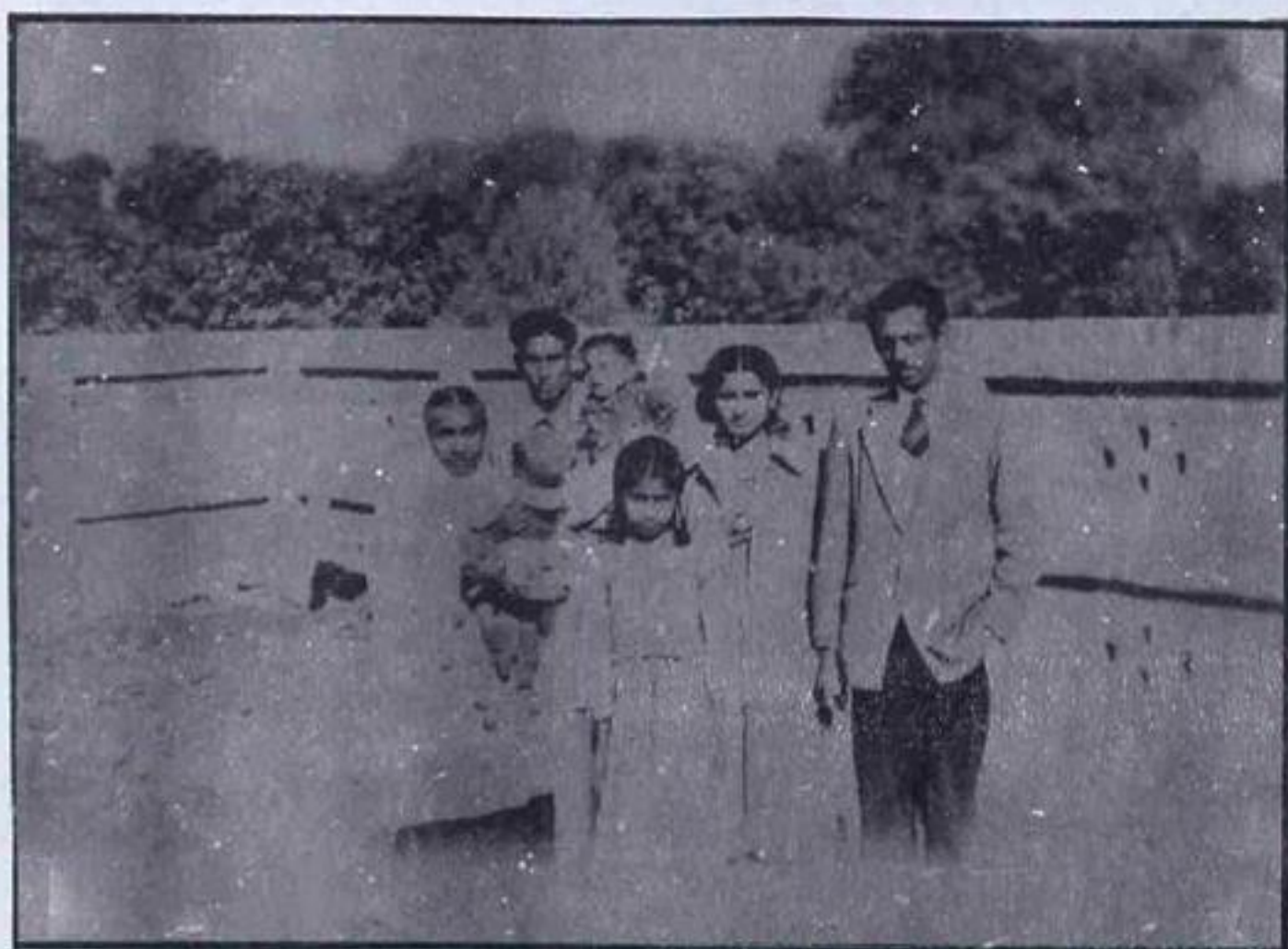
دائیں سے بائیں۔ ناصرؔ کاظمی، اُن کی بیگم، اُن کے بھائی عنصرؔ (گود میں باصر)، اُن کی خوش دامن انوری بیگم (گود میں حسن) اور آگے اُن کی خواہرِ نسبتی زرینہ کھڑی ہیں۔

۱۹۵۵ء

جنوری تا دسمبر ۱۹۵۵ء

۲۹ جنوری ۔ لاہور میں ہند و پاک کرکٹ میچ ۔ لاہور میں ۱۱½ ہزار ہند و سکھوں کی آمد ۔ پاکستان نے آج ۲۰۲ رنز بنائے اور پانچ کھلاڑی آؤٹ ہوئے ۔

---

۳۰ جنوری ۔ پاکستان آل آؤٹ ۔ ۳۲۸ سکور ۔ شام کے سوا چار بجے تک تین کھلاڑی آؤٹ ۔ ۶۲ سکور ۔ لوگ ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں میچ میں گئے ۔ دفتروں اور کالجوں میں چھٹی ہوئی ۔ گلی گلی ، گھر گھر ریڈیو کے گرد لوگ جمع نظر آتے تھے ۔

---

۱۹ فروری ۔ ڈاکٹر صلاح الدین اکبر مع بیگم میرے گھر آیا اور میں نے اُن کے ہمراہ بانو کو لے کر پیلیس سینما میں دوسرا شو "رُوحی" دیکھا ۔

---

۱۱ مارچ ۔ لائل پور کاٹن ملز میں مُشاعرہ ۔ عبدالمجید سالک نے صدارت کی ۔ ہندوستان سے جگر ، جگن ناتھ آزاد ، عرش ملسیانی ، پنڈت ہری چند اختر اور مخمور دہلوی شریک ہوئے ۔ رات کے چار بجے مُشاعرہ ختم ہوا ۔ مشاعرے کے بعد ملک اکمل اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ جیل کے ہاں قیام کیا ۔ اگلے روز میر عبدالقیوم ایڈووکیٹ کے ہاں محفلِ شعر و سخن گرم ہوئی ۔

---

۱۵ مارچ ۔لاہور یونیورسٹی ہال میں مُشاعرہ۔ ہندوستان کے دو چار شاعر بھی تھے۔
انتظار حسین نے عسکری کے متعلق ایک فقرہ کہا کہ "عسکری اُردو تنقید کا غزل گو ہے۔" یہ شاید اِس لیے کہ اُن کے بعض فقرے غزل کے مصرعوں کی طرح نکلتے ہیں۔

---

۱۷ مارچ ۔ ہمارے ساتھ ہے شیون ہمارا
(مطبوعہ 'ادبِ لطیف')

---

۲۴ مارچ ۔میجر جنرل اکبر خان، محمد خان جنجوعہ، بریگیڈیر لطیف 'پنڈی سازش کے اسیر رہا ہوئے۔ فیض صاحب ابھی رہا نہیں ہوئے تھے کہ پہلے تین حضرات کو دوبارہ گرفتار کر لیا گیا۔

---

۲۷ مارچ ۔ چوہدری نذیر، رامے، شیخ اور انتظار کے ساتھ شالامار باغ میں میلہ چراغاں دیکھا۔ رات کو تین بجے گھر آئے۔

---

۲۸ مارچ ۔ پلازہ میں دوسرا شو "Bullfighter & the Lady."
شہرت بخاری اور انتظار خاصے بور ہوئے۔

---

۲۹ مارچ ۔ سبطِ حسن نے خان عبدالغفار خاں کو شام کے چار بجے دعوت دی۔ خان صاحب نے پاکستان کے بعض دیہات کی تہذیبی زندگی

کے بارے میں گفتگو کی مگر لطف نہ آیا۔

یکم اپریل ۔ صبح دفتر۔ دوپہر باغِ جناح۔ بعد دوپہر پلازہ میں فلم دیکھی۔

---

۵ اپریل ۔ مظفّر، برہان الدین حسن اور انتظار کے ساتھ ریگل میں پہلا شو دیکھا "Barefoot Counter." ایوا گارڈنر ہیروئن تھی۔

---

۸ اپریل ۔ باغِ جناح ۔ بارش ۔
انتظار حسین، سعید محمود، مظفّر علی سیّد ——— صفدر میر نے ایک نظم بعنوان "ایک خواب" سنائی ۔ بحر عزیب تھی ۔ کچھ دیر خاموش بیٹھا رہا پھر حسبِ عادت بگڑ کر چلا گیا ۔

---

۲۵ اپریل ۔ (پرانی انار کلی لاہور) گھر میں انتظار حسین کے ساتھ ٹیبل ٹاک کی ۔ شیخ صاحب خاموش بیٹھے رہے ۔ موضوع تھا "سوتج اور جذبات"۔

---

۲۹ اپریل ۔ صبح چار بجے میاں بشیر کے چپراسی کرامت اللہ کے ساتھ منٹگمری روانہ ہوا ۔ وہاں اُس کا بھائی کہ میرا ملازم تھا منٹگمری نہر میں ڈوب کر مرگیا ۔ محمد عرفان کی عمر اُس وقت صرف ۱۵ سال تھی ۔

ع ایں ماتمِ سخت است کہ گویند جواں مُرد

۱۹۵۵ء

۲ مئی۔ صبح سندھ ایکسپریس سے عزیز (برادرِ نسبتی) کے ہمراہ لاہور پہنچا۔

---

۵ مئی۔ چائے کی میز پر چوتھی گفتگو۔ "ماہِ نو" کو بھیجی۔ عنوان ہے "سوچ کا سفر"۔ صبح کے تین بجے ہیں۔ بارش ہو رہی ہے۔

---

۷ مئی۔ شام محبوب خزاں کے ساتھ گزری۔

---

۸ مئی۔ اتوار۔ بوندا باندی رہی۔ آدھی رات بارش مسلسل ہوتی رہی۔ ایک چڑیا کا بچّہ آشیانے سے گر گیا۔ اس نو دمیدہ بال کو کُھلی فضاؤں کی کیا خبر۔ بڑی مشکل سے باہر نکلا۔ ایک پڑوسی سے سیڑھی مانگی اور اس ننھی سی جان کو اُس کے گھر پہنچا یا۔ دیر تک دیکھتا رہا کیونکہ چڑیوں کی یہ عادت ہے کہ جو بچّہ ایک مرتبہ گھونسلے سے گر جائے اُسے وہ چوگا نہیں دیتیں۔

---

۱۰ مئی۔ بوندا باندی ہوتی رہی۔

---

۱۱ مئی۔ محبوب خزاں اور جاوید شاہین کے ساتھ کافی ہاؤس میں بارش تھمنے کا انتظار کھینچا۔

دن بھر پتّے جھڑتے رہے، شام کو ہوا چلی اور رات کو بارش ہوئی۔ دو غزلیں شروع کیں۔

ے کس کے جلووں کی دھوپ برسی ہے
آج تو شام بھی سحر سی ہے (مطبوعہ ماہِ نو)

دوسری غزل کے چند اشعار کہے جو غیر مطبوعہ ہیں۔

ہنس رہے ہیں کہ رو نہیں سکتے   غم کی توقیر کھو نہیں سکتے
جذبۂ عشق ہے تو قیس بہت   دشت ویران ہو نہیں سکتے
کشتیاں پھونک دیں جو ساحل پر   اُنہیں طوفاں ڈبو نہیں سکتے
یوں لگا تار کون روتا ہے   تم یہ موتی پرو نہیں سکتے
دل میں چبھتی ہیں چاند کی کرنیں   ہم کھُلی چھت پہ سو نہیں سکتے
پاسِ ہمسایہ ہے کہ ہم ناصرؔ   اپنے گھر میں بھی رو نہیں سکتے

---

۱۲ مئی ۔ شیخ صاحب آئے، پھر گھر باہر رات گئے باتیں ہوتی رہیں۔

---

۱۴ مئی ۔ صبح دو بجے آنکھ کھُلی۔ باصر میاں نے جگا دیا۔ اُدھر پپّو میاں بھی جاگ اُٹھے۔

آٹھ ماہ کی عمر میں گڈّو یہ الفاظ بآسانی بول سکتا تھا۔ بھاپا۔ چاچا۔ بُوٹ ۔ ٹٹّو ——— پتّے ۔ بلّی ۔ طوطا۔ کتّی ۔ بھینس ۔ بطخ۔ مُرغی۔ اماں بابوجی ۔ ماموں جی ۔ امّی جی ۔ ایک دو تین چار پانچ ۔ اے بی سی ڈی چائے دُو دُو ۔ چنداں ماموں ۔ شیشی وغیرہ ۔

دس ماہ سے ایک سال تک ——— بھاپا آئے ۔ چاچا گودی ۔ تمام جانوروں کی آوازیں ۔ چڑیا آئی۔ چڑیا اُڑ گئی۔

ایک سال دو سال کی عمر میں گڈّو پورا جملہ بولتا تھا ———

بھاپا جی آ گئے۔ دفتر سے آئے۔ دُور سے آئے۔ بسکٹ لے کر آتے ——
پھر سوا دو سال کی عُمر میں۔ باہر جاؤں گا۔ بزار جاؤں گا۔ گڑیا لاؤں گا۔

---

۱۵ مئی۔ فیض، بیگم تاثیر، صوفی تبسّم، صفدر میر، شہرت بخاری، اشفاق احمد، ندیم قاسمی، سبطِ حسن —— وائی ایم سی اے ہوٹل میں، فیض صاحب کی رہائی کی خوشی میں پارٹی دی گئی۔

---

۲۰ مئی۔ اوکاڑہ ستلج کاٹن مِلز میں مشاعرہ۔ بانو اور بچوں کو ساتھ لے گیا۔ صدارت راجہ غضنفر علی خاں نے کی۔ عابد علی، شہرت، قیوم نظر، کلیم عثمانی، عظیم مرتضیٰ، عظیم قریشی نے شرکت کی —— اوکاڑہ جاتے ہوئے راستے میں بھائی پھیرو کار کھڑی کی اور چائے پی۔ سیّد عابد علی صاحب نے عظیم قریشی کے ایک شعر پر اعتراض کیا تو قریشی صاحب آنکھیں نکال کر بولے، "شاباش" —— اُستادوں کا یہی فائدہ ہے۔ آدھی رات مشاعرہ ختم ہوا تو بچوں کو لے کر منٹگمری آیا۔

---

۲۱ مئی۔ گڈّو اور پپّو کا عقیقہ کیا۔ دو بکرے ذبح کیے۔ گڈّو میاں سارے گھر میں شور مچاتے پھرے۔ "خون خون۔ خون"۔

---

۲۲ مئی۔ صُبح ۱/۲ ۸ بجے لاہور پہنچے۔ لاہور میں سکھ لوگ میچ دیکھنے کے لئے سینکڑوں کی تعداد میں آتے۔

---

۲۳ مئی۔ ڈاکٹر عبادت کے یہاں سمن آباد میں اُن کے بھانجے کے عقیقے پر دعوت۔

A great poem is the image of fruitful human experience --- Poetry is greater than its rules. Poetry & Science are one in their highest reaches.

---

a Spanish Cop la

While drinking at a clear little brook,

I saw a dove alight.

So as not to get her tail wet,

She raised her wing & fled.

A dove so lady -- like.

Jose' Capero

---

۲۴ مئی۔ "Northern Indian Music"

---

۲۵ مئی۔ انتظار اور صفدر میر میں افسانوں پر بحث ہوتی رہی۔ مگر انجام بخیر ہُوا۔

---

۲۶ مئی ۔ ۶ بجے شام میاں بشیر کے ہاں المنظر میں پارٹی ۔ رسالہ ' ہمایوں ' کی طرف سے جسٹس ایس اے رحمٰن، خلیفہ عبدالحکیم، حکیم احمد شجاع، سیّد وقار عظیم، ڈاکٹر لیث صدیقی، عبدالمجید سالک، حمید نظامی، محمود نظامی، سلیم گیلانی، عشرت رحمانی، شوکت تھانوی، سیّد امتیاز علی، خواجہ منظور حسین، پروفیسر سعادت، قیوم نظر، امجد حسین، رضی ترمذی، انتظار حسین، خواجہ دل محمد، اثر صہبائی، حامد علی خان، حمید احمد خان، میاں محمد شفیع (اقدام والے) ڈاکٹر عبدالحق، ڈاکٹر وزیر الحسن عابدی، مکین احسن کلیم، کیپٹن عبدالرحمٰن صدیقی اور فیض شریک تھے۔ راقم نے بہ حیثیت مدیر ' ہمایوں ' مہمانوں کا استقبال کیا اور فیض صاحب سے غزل سنانے کی فرمائش کی ۔ اس محفل کے بعد فیض صاحب مجھے اپنے گھر لے گئے اور احوالِ زنداں سُناتے رہے ۔ بہت سے اشعار اور غزلیں بھی سنائیں۔

---

۳۰ مئی ۔ پہلے ریاض قادر کے ساتھ سر کھپایا۔ پھر حنیف اور شیخ صاحب کے ساتھ ' فنکار اور مذہب ' کے موضوع پر گفتگو ہوئی ۔

---

۵ جون ۔ ہندوستان نے نئے ٹکٹ جاری کئے جن پر مرزا غالب کی تصویر ہے ۔

---

۶ جون ۔ پورا چاند، میٹرو ۔
محبوب خزاں اور دوسرے احباب کے ساتھ حسبِ معمول ہنگامہ رہا۔

---

۱۸ جون۔ بچوں کو لے کر راولپنڈی گیا۔

---

۱۹ جون۔ وضاحت حسین صاحب کے ہاں ٹھہرا۔

---

۲۰ جون۔ راولپنڈی سے جھیکا گلی تک، پھر اپر ٹوپہ ــــ جعفر طاہر کے ہاں۔ بارش ہوئی۔

---

۲۳ جون۔ کرم حیدری کے ساتھ والے مکان میں عاصی کرنالی مع بیگم آئے ہوئے تھے۔ جعفر طاہر کے ہاں جی نہ لگا سو ہم بھی وہیں آ گئے اور چار روز مری میں قیام کیا۔

---

۲۷ جون۔ پنڈی میں ایوب محسن کے ہاں قیام کیا۔

---

۲۸ جون۔ لاہور واپس آ گئے۔

---

۶ جولائی۔ شام سے رات ۱۱ بجے تک بارش ــــ غزل شروع کی۔
ع حسن کو دھیان میں لا کر دیکھو۔

دورِ مصائب۔ Passion age.

---

۱۶ جولائی۔ حنیف رامے، انتظار اور شیخ صاحب کے ہمراہ ریگل

ناصر کاظمی (گود میں باصر) اپنی بیگم کے ہمراہ۔ مری ہلز

میں دوسرا شو۔ "Elephant Walk." دیکھی۔ ابوحامی کا کردار سب سے دلچسپ اور اہم تھا۔

---

۲۹ جولائی۔ غزل "درختوں میں" کہی۔

---

۳ اگست۔ سارا دن مقبرہ جہانگیر پہ گزرا۔ خوب آم کھائے۔ چوہدری نذیر، رامے، انتظار، غالب احمد اور چوہدری ریاض۔ رات کو پورا چاند تھا، میٹرو میں گزری۔

---

۹ اگست۔ غالب احمد، انتظار اور رامے۔ صوفی تبسّم کے ہاں محفل ـــــ میں وہیں سو رہا۔

---

۱۰ اگست۔ رات پچھلے پہر تک کوچہ گردی۔ پھرتے پھراتے انتظار کے گھر چلا گیا اور وہیں سو رہا۔

---

۱۶ اگست۔ لاہور کارپوریشن کے سامنے گول باغ میں رات کو اُستاد اسد علی خاں کا گانا سُنا۔ کدارا، جے جے ونتی، تلک کامود یمان و ٹھمری اور میگھ ملہار سُنا۔ انتظار بھی ساتھ تھا۔ رات گئے یہ محفلِ موسیقی ختم ہوئی۔

۲۲، ۲۳ اگست۔ میٹرو میں انتظار اور حنیف کے ساتھ

ٹیبل ٹاک۔ موضوع ——— "چھوٹی چھوٹی چیزیں"۔
آج طبیعت خراب رہی۔

"Life is hell but death is worse"

'Donald Hall.'

---

۲۴ اگست۔ بعد دوپہر ایک گھنٹہ بارش ہوئی۔ شام کو دفتر گیا۔
رات میرٹر دیں گذری۔

---

۲۶ اگست۔ ساتویں محرّم۔ میاں بشیر مری گئے اور میں منٹگمری پہنچا۔

---

۳۰ اگست۔ صبح کو لاہور بچوں کو لے کر واپس آیا۔

---

۴ اکتوبر۔ صبح سے بوندا باندی ہو رہی ہے۔ رات سے طبیعت خراب ہے لیکن دس بجے تک محفل جمی رہی۔ رات کے ڈیڑھ بجے انتظار اور سعید محمود سائیکل پر بھیگتے ہوئے گھر گئے۔

---

۶ اکتوبر۔ لاہور میں غیر معمولی بارش۔ دفتر سے آکر گھر سے نکلا ہی تھا کہ سیلاب پُرانی انارکلی کے تھانے تک آ پہنچا۔ گھر گیا تو پانی دروازے تک آچکا تھا۔ ایسا سیلاب لاہور میں کبھی نہ دیکھا تھا۔ رات کو کھانا کھا کر لیٹا ہی تھا کہ انتظار اور سعید محمود پانی میں بھیگتے ہوئے گھر آئے اور مجھے تانگے میں بٹھا کر باہر لے گئے۔

؎ دشت سے چل کے تا نگر پہنچا
اَب کے سیلاب اپنے گھر پہنچا

---

۱۲ اکتوبر۔ انتظار کو 'آفاق' کے دفتر سے اُٹھایا اور ریگل میں "Vere Coy" فلم دیکھی۔ اور پچھلی رات تک شب گردی کرتے رہے۔

---

۱۶ اکتوبر۔ حنیف رامے، انتظار اور سعید محمود کے ہمراہ ریگل میں دوسرا شو "Black Knight" دیکھا۔

---

۱۸ اکتوبر۔ حنیف رامے کے ساتھ پلازہ میں دوسرا شو دیکھا۔ "Roman Gladiators" دوسرا حصّہ (سینما سکوپ)

---

۱۹ اکتوبر۔ میٹرو آج ویران پڑا تھا۔ مظفّر، حنیف اور راقم تھے یا آسمان پر تارے۔

---

۲۰ اکتوبر۔ کراؤن سینما میں دوسرا شو مظفّر، انتظار اور حنیف رامے کے ہمراہ فلم دیکھی۔ "Young lovers"

---

۲۱ اکتوبر۔ ریگل میں میٹنی شو "Romeio Julliat" حنیف، انتظار اور سعید محمود کے ہمراہ۔

۱۹۵۵ء

۲۵ اکتوبر۔ آئی بہار زخمِ کہن پھر ہرے ہوئے
یاد آ گئے وہ باغ گلوں سے بھرے ہوئے

انتظار حسین نے اپنا ناولٹ سُنایا۔

---

۳۰ اکتوبر۔ عظیم مرتضٰے اور ظہیر کاشمیری کے ہمراہ لیہؔ (ضلع مظفرگڑھ) کے مشاعرے میں شرکت کے لئے بذریعہ کار روانہ ہوا۔ راستے میں منٹگمری قیام کیا۔ پھر ملتان سے گزرتے ہوئے ۷۰ میل ریگ زار کا سفر طے کیا اور گیارہ بجے رات لیہؔ پہنچے۔ دورانِ سفر ریگ زار میں عظیم اور میں نے کچھ اشعار مزاحیہ کہے۔

دیوانے ظہیر کاشمیری	پروانے ظہیر کاشمیری
بولا یہ سپاہی سُن کر	چل تھانے ظہیر کاشمیری
نیلام سے آرہی ہے آواز	آٹھ آنے ظہیر کاشمیری
کس ناز سے بولی دُختِ دہقاں	مرجانے ظہیر کاشمیری
کھاتا ہے مدام چائے کے ساتھ	ادھوانے ظہیر کاشمیری

مشاعرے میں پہنچے تو آدھے شاعر کلام سُنا چکے تھے۔ ساحر صدیقی کو پہلی بار سُنا۔ اُس کے اشعار بھی اچھے تھے اور ترنّم قیامت کا۔ ایک شعر یاد رہ گیا۔

~ دُھواں دینے لگے ہیں داغ دل کے
اندھیرا کر دیا ہے روشنی نے

جگر صاحب نے صدارت کی۔ میاں بشیر احمد اور مظفر بشیر بھی اِس مشاعرے میں موجود تھے۔ اگلے روز شوگر فیکٹری میں تصویریں اُتروائیں
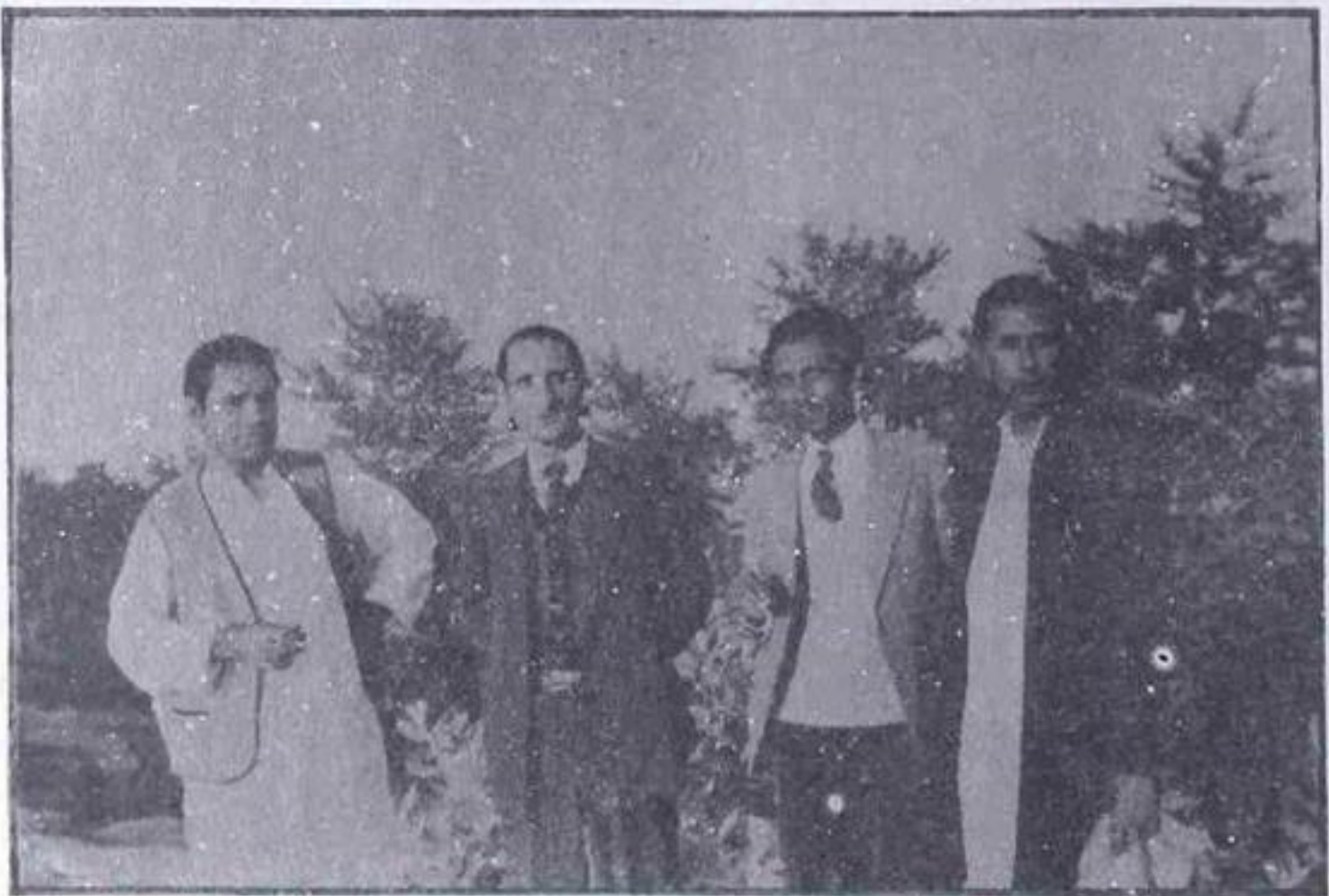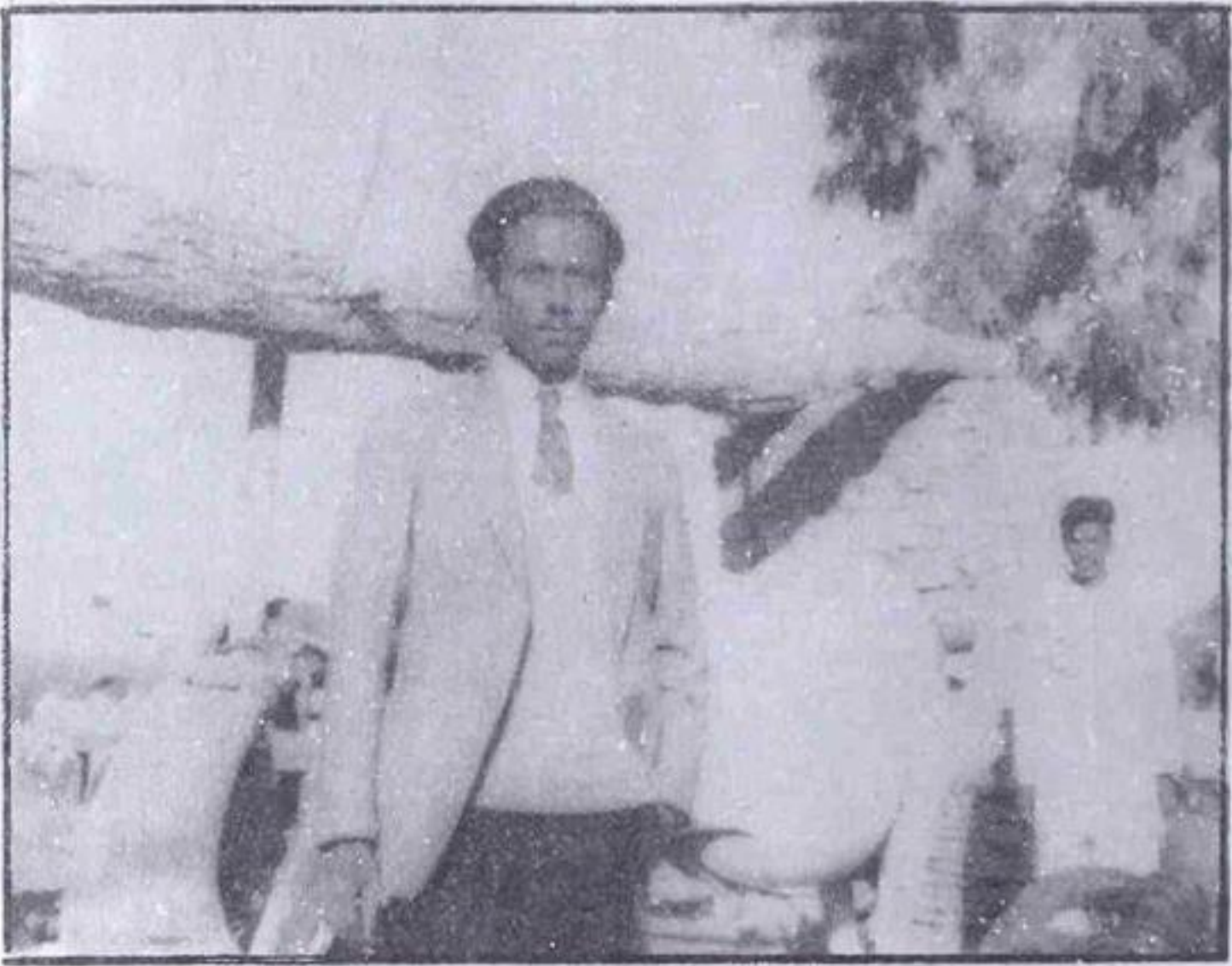
ظہیر کاشمیری اور دیگر احباب۔ ڈاک بنگلہ ٹیل انڈس، لیہ، ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۵ء
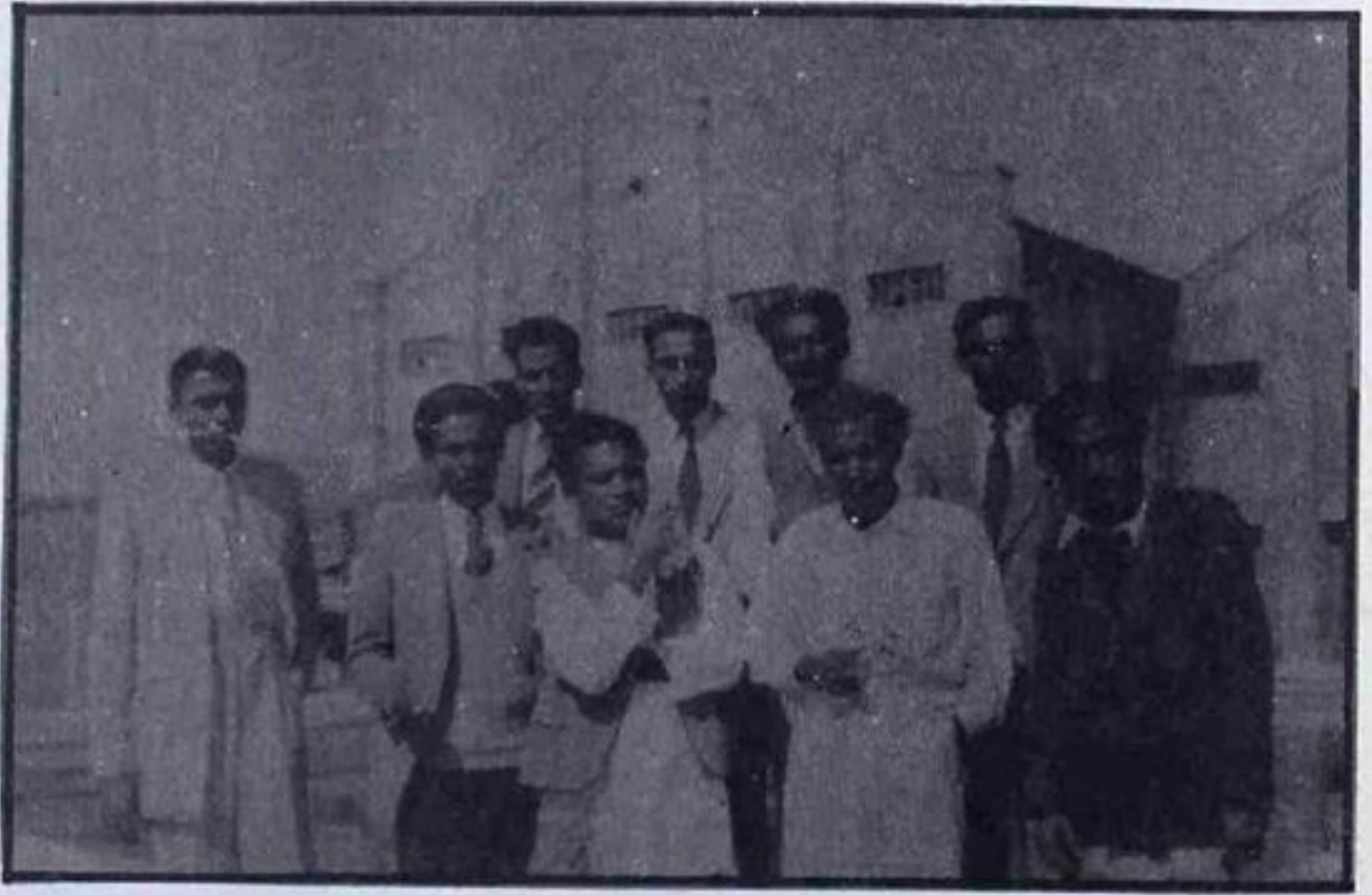
شوگر فیکٹری لیہ میں احباب کے ساتھ ۳۱ر اکتوبر ۱۹۵۵ء۔

جگر مرادآبادی اور دیگر احباب۔ ۳۱ر اکتوبر ۱۹۵۵ء۔

احسان دانش، جگر مراد آبادی اور احباب۔ ۳۱ر اکتوبر ۱۹۵۵ء۔

احمد راہی اور دیگر احباب۔ ۳۱ر اکتوبر ۱۹۵۵ء۔

جگر مرادآبادی، احسان دانش، احمد راہی اور احباب۔ ۳۱ ر اکتوبر ۱۹۵۵ء۔

اور رفیق عنایت سی ایس پی کے ہمراہ ٹیل انڈس کے ریسٹ ہاؤس میں چائے پی۔ امان اللہ نائب تحصیلدار ایک نوجوان نے ہماری بہت تواضع کی۔ شوگر مل کے چیف انجینئر معین الدین انصاری نے چائے پلائی اور زبان کے شعر سنائے۔ ریاض انور سے بھی یہیں ملاقات ہوئی۔

یکم نومبر۔ بذریعہ کار ملتان تک اور ملتان سے لاہور گاڑی کے ذریعے پہنچے۔

---

۱۴ دسمبر۔ ؏ پہروں آنکھیں نم رہیں دل خوں ہوا
۱۹ دسمبر کو یہ غزل مکمل کی۔ (مطبوعہ نقوش)

---

۱۸ دسمبر۔ انتظار حسین، حنیف رامے، مظفّر اور شیخ صاحب۔
دفتر 'سویرا'۔ ٹی ہاؤس۔
"لکھنے والا اور قاری کا اعتماد" ——— موضوعِ بحث۔
موضوعِ گفتگو—
"Cases of insanity in literature."
مثلاً محمد حسین آزاد اور یگانہ۔

مظفر نے انگریزی کی مثال دیتے ہوتے کہا: لارڈ بائرن کا ایک مطلع جس میں قافیہ اور ردیف استعمال کیا گیا ہے۔

got it -- not it

۱۹۵۵ء

لفظ عشق میں 'ی' یائے جاری ہے۔

ع دل کے لئے درد بھی روز نیا چاہیئے۔ یہ غزل شروع کی۔

---

۲۱ دسمبر۔ بارش اور سخت سردی کے باوجود رات گئے تک باہر رہا۔

---

۲۸ دسمبر۔ ؎ کیوں نہ سرسبز ہو ہماری غزل
خونِ دل سے لکھی ہے ساری غزل

---

۳۰ دسمبر۔ ؎
ممکن نہیں متاعِ سخن مجھ سے چھین لے
گو باغباں یہ کُنجِ چمن مجھ سے چھین لے شروع کی۔

---

۳۱ دسمبر۔ ؎
تم نہ آؤ مرے خیالوں میں
میاں اِس دیس کی ہوا ہے تیز غیر مطبوعہ۔

'سویرا' کے دفتر میں ٹیبل ٹاک ۔ انتظار نے اپنی کتاب 'کنکری' پیش کی۔
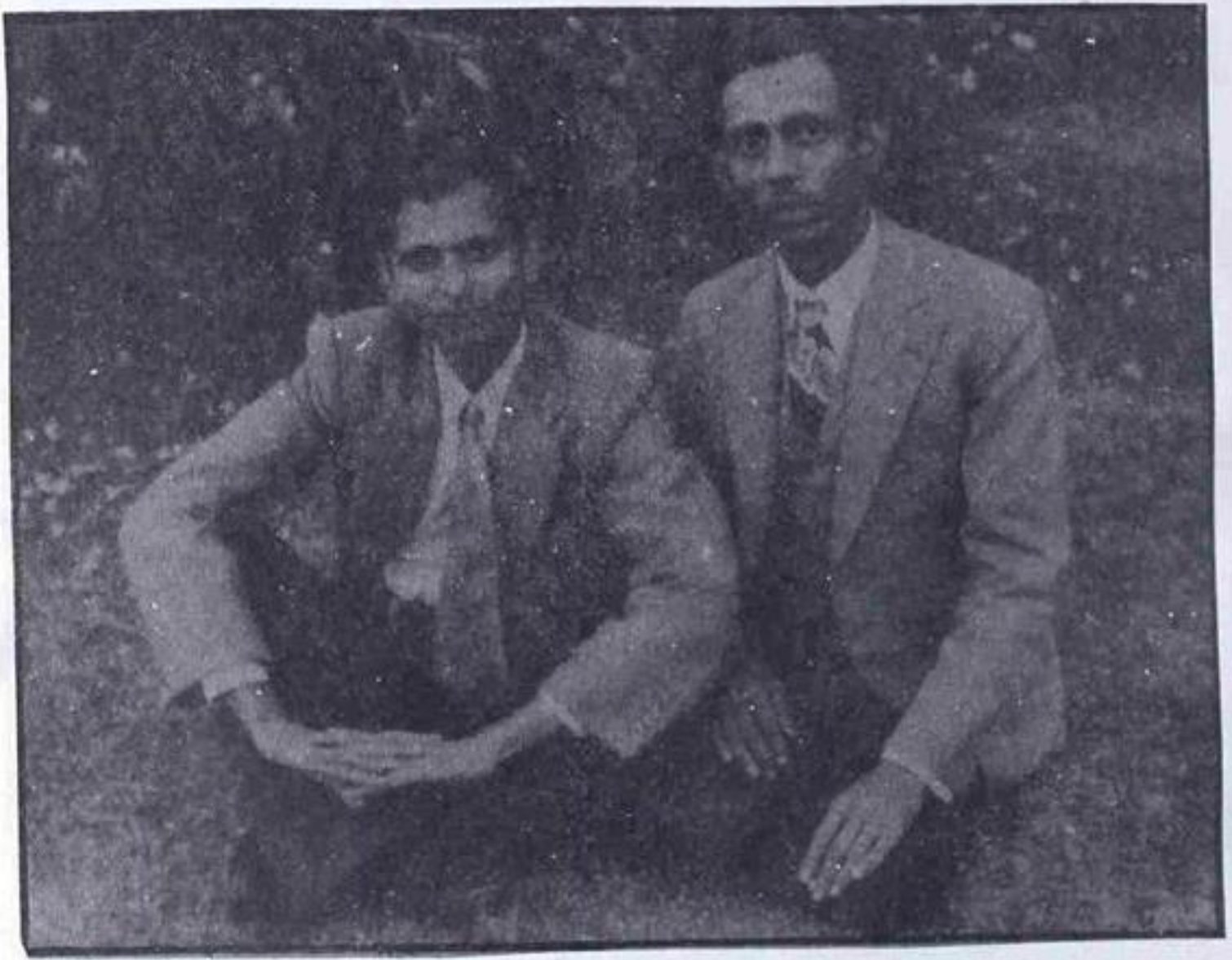
۱۹۵۵ء

ناصر کاظمی اور انتظار حسین۔ دسمبر ۱۹۵۵ء۔
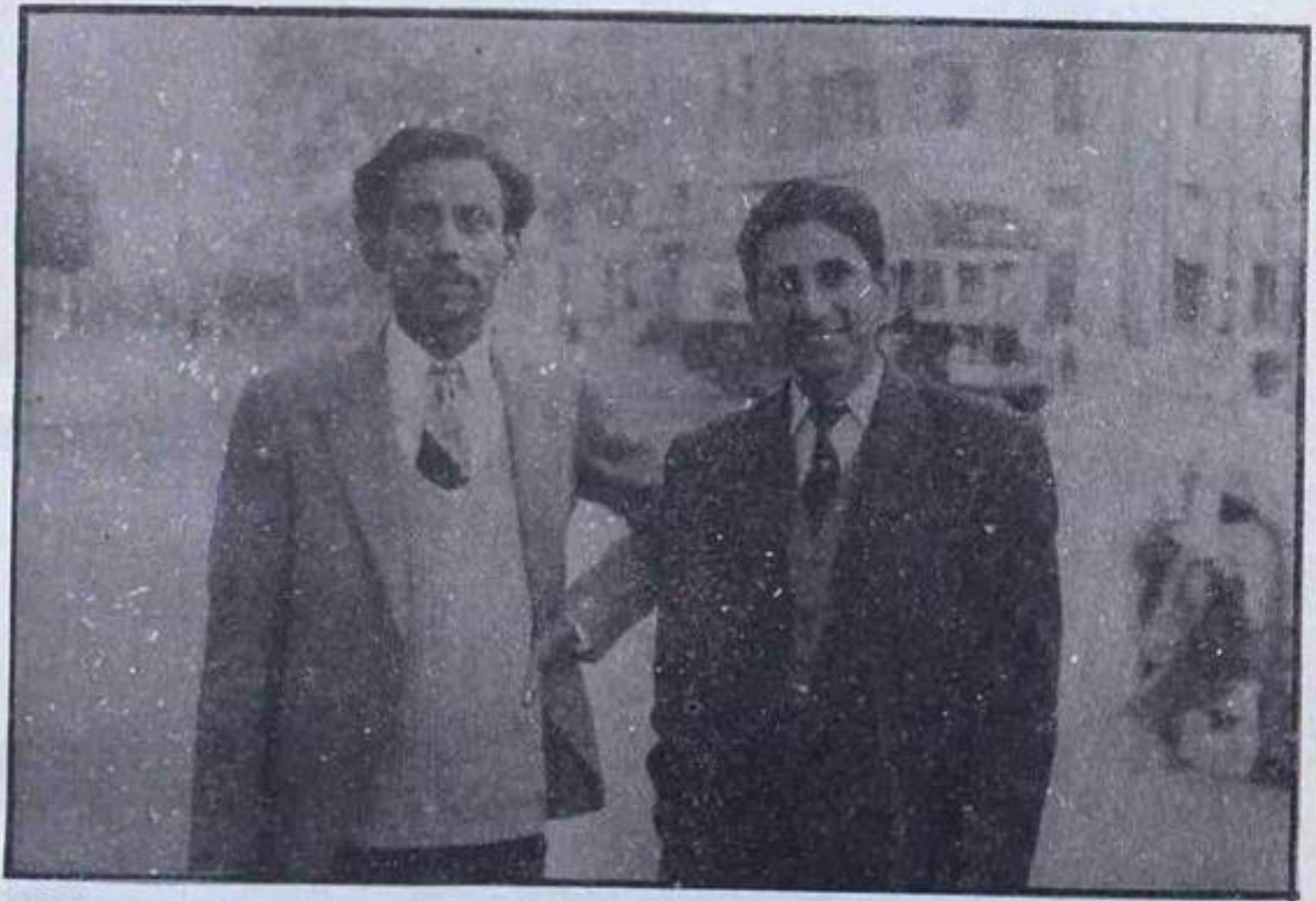
سعید محمود کے ہمراہ، مال روڈ پر۔ لاہور، ۱۹۵۵ء۔

سعید محمود کے ہمراہ، پاک ٹی ہاؤس کے ساتھ پان والے کی دُکان پر۔

سعید محمود اور ناصر کاظمی ۔ لاہور ۱۹۵۵ء۔

ناصر کاظمی، شہرت بخاری، سعید محمود اور انتظار حسین۔ دسمبر ۱۹۵۵ء۔

۱۹۵۶ء

۱۳/۱/۵۶ — آزاد خیال مصنفین کی مجلس۔ بس دو مرتبہ اس مجلس میں شرکت کی۔

۱۸/۱/۵۶ — "بزمِ منٹو" — بارش ہوئی۔ ندیم نے مقالہ پڑھا، عارف نے نظم۔ عبدالشکور نے [illegible] کی نظم گا کر پڑھی۔ عابد علی نے تقریر کی۔ محی الدین اثر منٹو کے بارے میں بہت رو رہے تھے۔

۵/۹/۵۶ — خیبر میل سے رات کو محبوب خزاں کے ساتھ جہلم گیا۔ ڈاک بنگلہ، ہم اسی میں قیام کیا۔ سرخ گلدستے اور سیاہ مرغے۔ بنگلہ جیسے جادو کی فضا تھی۔ چار پانچ روز اسی بنگلے میں قیام کیا۔ یہ سفر میری زندگی کا ایک یادگار سفر ہے۔

ناصر کاظمی کا عکسِ تحریر

جنوری تا اکتوبر ۱۹۵٦ء

۱۳ جنوری۔ آزاد خیال مصنّفین کی مجلس۔ بس دو مرتبہ اِس مجلس میں شرکت کی۔

---

۱۸ جنوری۔ "یومِ منٹو"۔ بارش ہوئی۔
ندیم نے مقالہ پڑھا۔ عارف نے نظم۔ عبدالشکور نے شاد امرتسری کی نظم گا کر پڑھی۔ عابد علی نے تقریر کی۔ محی الدین اثر، منٹو کے یارِ دیرینہ رو رہے تھے۔

---

۲۷ جنوری۔ شام چار بجے عنصر اسٹیشن پر چھوڑنے گیا۔ مَیں، قیوم نظر اور عابد صاحب حیدرآباد ریڈیو کے طرحی مشاعرے میں شرکت کے لئے روانہ ہوئے۔

---

۲۸ جنوری۔ ریڈیو پر مشاعرہ۔ حفیظ جالندھری، جگر، تابش دہلوی، عالی، ارم، قمر جلالوی، صوفی تبسّم، قتیل، حمایت علی شاعر ——— راقم نے بھی غزل کہی۔ دو شعر ذیل میں درج کرتا ہوں:۔

نہ سمجھیں گے وہ نغمہ گر میری لَے کو
جو آواز کا زیر و بم دیکھتے ہیں

زمیں پر وہ منظر کھلا ہے کہ ناصر
نیا آسماں روز ہم دیکھتے ہیں

---

۳۰ جنوری۔ بیمار ہو گیا تو عبدالعزیز خالد مجھے اپنے گھر لے گیا۔ وہاں (حیدر آباد) دو روز قیام کر کے کراچی گیا۔

---

۳۱ جنوری۔ رات کو کراچی پہنچا۔ اپنا یہ کراچی کا پہلا سفر تھا حفیظ ہوشیار پوری کے ہاں قیام کیا۔ اتفاق سے ان دنوں لاہور کے اکثر دوست کراچی ہی میں تھے۔ غالب احمد، احمد مشتاق اور بعد کو کچھ دنوں کے لئے حنیف بھی آیا۔ کراچی کے اخبارات نے میری آمد کی خبریں شائع کیں اور بہت سے لوگوں نے بڑی تواضع کی ــــ خصوصاً ۳ فروری کو عالی نے ہوٹل ایکسلشیئر میں شاندار دعوت دی۔ غالب احمد اور مشتاق بھی میرے ہمراہ تھے۔

---

۱۱ فروری۔ جامعہ عثمانیہ والوں کی طرف سے مشاعرہ ہوا۔ پطرس بخاری نے صدارت کی۔ جھنگ والے ساحر صدیقی نے مشاعرہ لوٹ لیا۔

---

۱۲ فروری۔ رات کے تین بجے احمد مشتاق کے ہمراہ گھر آیا حفیظ صاحب کو جگایا اور پھر وہیں سو رہے۔

---

۱۴ فروری۔ رات کے ۸ بجے لاہور پہنچا۔

---

۲ مارچ۔ Happiness & illusion.

سفر نامہ کوہاٹ وپارہ چنار

---

۳ مارچ۔ دوپہر۔ ہفتہ۔ "ساحل تو وہی ہے" والی غزل کہی۔

ملک الموت کے لئے دُنیا انسان کی ہتھیلی یا دسترخوان کے برابر ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے والد گرامی کا نام تارخ اور چچا کا نام آذر تھا۔

حضرت عیسٰیؑ شہر ناصرہ میں پیدا ہوئے۔ اس لئے اُن کے حواری انصار کہلائے۔

صابئین۔ عقل پرست وستارہ پرست۔

لفظ موسٰیؑ

قبطی زبان مُو کے معنی پانی۔
سیٰ۔ درخت (صندق اور پانی)۔ دریا کے کنارے صندوق درخت سے جا لگا۔ اِس لئے درخت اور پانی کی وجہ سے موسٰے نام ہوا۔

عبرانی زبان میں اِسرا۔ بندہ اور ایل۔ اللہ ا عبداللہ۔

Fire is the oldest. Fire is the first living.

تختۂ گُل

۴ مارچ۔
محبوب خزاں، قمر جمیل، عبدالحلیم، فرید جاوید ——— اے جی آفس کا سبزہ زار۔ (سرِشام)۔

---

۵ مارچ۔ سرِشام تایا فیض الحسن صاحب تشریف لائے۔

---

۱۸ مارچ۔ شیخ صاحب نے اپنا مضمون "تخلیق کا ہنر" لکھا اور مجھے پڑھنے کو دیا۔

---

۲۵ مارچ۔ اورئینٹل کالج کا سالانہ جلسہ۔

---

۲۷ مارچ۔ صمد شاہین کراچی سے آئے۔

ع
وہ جب چھیڑ دیتا دوتارے پہ جوگ
اُسے گھیر لیتے تھے بستی کے لوگ

---

۲۸ مارچ۔ شیخ صاحب کے ساتھ باغِ جناح میں دن گزارا۔

---

۲۹ مارچ۔ کلیم مکانات کے جدول نمبر ۶ جمع کرائے۔

---

۲۰ اپریل ۔ رات کو منٹگمری گیا۔ ۲۴ اپریل کو واپس آیا۔ اِس ماہ میں نہج البلاغہ پڑھی۔

---

۶ مئی ۔ انتظار حسین اور حسن عسکری کے ساتھ میٹرو میں شام گزری۔ کل شام اُن کے ہمراہ کیفے ڈی مال میں بہت دیر تک محفل رہی۔

پروفیسر حسن عسکری سے میری ملاقات لاہور میں سن اڑتالیس کے آغاز میں ہوئی۔ عسکری صاحب اُن دنوں کرشن نگر میں رہا کرتے تھے اور میں غریب الوطن ہو کر پُرانی انارکلی کی ایک گلی میں رہتا تھا۔ عسکری اکثر دبیشتر بلکہ روزانہ شام کو منٹو صاحب سے مِل کر واپسی میں میرے پاس آتے۔ کچھ دیر ہوٹل میں گزرتی پھر اُنہیں کچھ دُور تک چھوڑ آتا۔ عسکری صاحب اُردو کے ایک نئے افسانہ نگار ہونے کے علاوہ اُردو کے نئے نقّاد بھی ہیں۔ اُن کی تحریریں میری نظر میں بڑی وقیع ہیں۔ عسکری صاحب سے اختلاف کی گنجائش ہو سکتی ہے مگر ادیب کی حیثیت سے اُن کا مرتبہ بہت بلند ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد انہوں نے میری غزلوں کا تعارف رسالہ 'ساقی' میں کرایا اور پھر انتظار حسین جیسا دوست بھی اُنہی کے وسیلے سے ملا۔

---

۷ مئی ۔ قمر جمیل اور محبوب خزاں کے ہمراہ ریگل میں پہلا شو دیکھا۔
"Loves of Carmen."

---

۸ مئی ۔ اُردو ادب میں "اِسم" کا لفظ سب سے پہلے ہم نے رائج کیا۔ یہ قرآن کا اہم لفظ ہے۔ جب فرشتوں نے خدا سے آدمؑ کی فضیلت کا سبب پوچھا تو خدا نے کہا کہ میں نے آدمؑ کو اِسم سکھائے۔ اِسم کے معنی وہ

نام یاقوت ہے جو —— Eternal Times. —— کے لئے ہے۔

---

۲ جولائی - پہلی بارش۔

۱۸، ۱۹ جولائی - عید الضحیٰ —— منٹگمری میں گزری۔ بارش۔

"کتابوں میں" —— یہ غزل کہی۔

---

۲۹ جولائی - رُعبایاتِ محرّم۔

---

۵ اگست - خیبر میل سے رات کو محبوب خزاں کے ساتھ جہلم گیا۔ ڈاک بنگلہ ایم ای ایس میں قیام کیا۔ سُرخ گلاب اور سیاہ صوفے۔ بنگلے میں جادو کی فضا تھی۔ چار پانچ روز اِسی بنگلہ میں قیام کیا۔ یہ سفر میری زندگی کا ایک یادگار سفر ہے۔

---

۱۸ اگست - عشرہ محرّم منٹگمری۔ بعد دوپہر بارش ہوئی۔

---

۸ ستمبر - سعید، انتظار اور شیخ صاحب کے ہمراہ کراون میں فلم دیکھی۔ آکر غزل کہی۔

ع وہ اِس ادا سے جو آئے تو کیوں بھلا نہ لگے

یہ بات دُرست نہیں کہ افیون کہ نشہ اُنہیں بھی خواب دِکھا سکتا ہے جو لوگ خواب نہیں دیکھتے۔

کولرج کا افیونی خواب۔ اُس کی نظم قبلا خان کے بارے میں مختلف لوگوں نے طرح طرح کی قیاس آرائیاں کی ہیں۔ مگر اُس نے عقل مندی یہی کی کہ نظم کو اُدھورا چھوڑ دیا۔ اس نظم میں قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ یہ نظم آوازوں کا کرشمہ ہے۔ اس میں Floating effect of the whole. ہے۔ کولرج کی اِس نظم میں معنی کی بجائے معنی کی روح متاثر کرتی ہے۔

---

۲۹ اکتوبر۔ لاہور کی راتیں مرتی جا رہی ہیں۔

ع سو بار میں نے اُٹھ کے جلائی ہے لالٹین

۱۹۵۷ء

۱۹۵۷ء

۲۳ فروری ۔ اوڈین سینما میں "سکندرِ اعظم" دیکھی۔

مارچ ۱۹۵۷ء کو پُرانی انارکلی کے زنداں سے رہائی ہوئی۔ اُس گھر میں ہم نے اِسقدر تکلیفیں اُٹھائی ہیں کہ اُن کے تصوّر سے دل کانپتا ہے۔ میرے والدین نے اُسی گھر میں وفات پائی۔ ۲۹ مئی ۴۹ء کو والد اور ۲۶ ستمبر ۴۹ء کو والدہ ہمیں چھوڑ گئیں۔

مارچ کے آخر میں پشاور ریڈیو مشاعرہ میں شرکت کے لئے گیا۔ اس کے بعد غالب احمد کے پاس کوہاٹ دو روز قیام کیا۔ لاہور واپس آیا تو دیکھا کہ گھر میں کوئی نہیں، کمرہ کو قفل لگا ہوا ہے۔ معلوم ہوا کہ میرے ایک دوست آئے تھے اور وہ بچوں کو نئے گھر میں لے گئے ہیں۔ رشتہ دار کہتے تھے کہ کرشن نگر میں کوٹھی مل گئی ہے۔ میں حیران تھا کہ ایسا کون سا دوست ہے جس نے مجھ پر اتنا کرم کیا۔ بعد کو عبدالحلیم صاحب مِلے اور اُنہوں نے تسلّی دی کہ فکر نہ کرو کرشن نگر میں تمہیں ایک اچھا مکان مل گیا ہے۔ کرشن نگر پہنچا تو دیکھا کہ ٹیوب ویل کے قریب یوڈیلشٹر روڈ پر کھیتوں کے درمیان ایک اُونچا سا اکیلا مکان ہے۔ صرف ایک کمرے میں بیوی بچے بیٹھے ہیں ——— بالآخر اس کے نچلے حِصّے کا قبضہ ملا۔ پہلے اس گھر کی بالائی منزل پر ملک بشیر اور ملک فضل رحیم رہتے تھے اور نچلے حِصّے میں سیّد مصباح الحسن قیام پذیر تھے وہ اے جی آفس میں سپرنٹنڈنٹ تھے۔

یہ مکان انہوں نے مجھے دیا۔ مارشل لاء کے بعد سن ۶۱ء میں یہ مکان میرے اور بھائی کے نام منتقل ہو گیا۔ لیکن محکمۂ بحالیات نے بعد میں اس کا صحن نیلام کر دیا پانچ برس اس کا مقدمہ چلا اور آخر سن ۶۵ء میں میرے حق میں فیصلہ ہوا۔

[نوٹ : ناصر کاظمی کی زندگی میں ۱۹۷۲ء تک اور ان کی وفات کے بعد بھی یہ مقدمہ چلتا رہا۔ بالآخر ۱۹۹۲ء میں سپریم کورٹ آف پاکستان نے فیصلہ ناصر کاظمی اور ان کے بھائی عنصر رضا کاظمی کے حق میں دیا۔]

---

۱۴ ستمبر۔ محبوب خزاں کے ساتھ ریگل میں دن کا شو دیکھا۔
" The brave one, bull -- boy. "

---

۱۵ ستمبر۔ چہلم امامِ مظلوم۔ چاندنی، ٹھنڈی ہوا۔ محبوب خزاں آیا اور حسبِ معمول 'ادب میں انصاف' کے موضوع پر گفتگو کرتا رہا۔

---

۱۶ ستمبر۔ چہلم کا جلوس۔ شہرت بخاری کے ہاں دعوت۔

---

۱۷ ستمبر۔ طبیعت خراب رہی۔ ضمیر احمد کے ہاں لاہور چھاؤنی میں چائے۔ محبوب خزاں، انتظار اور ابن الحسن بھی تھے۔

---

۲۰ اکتوبر ؎

زندگی بھر وفا ہمیں سے ہوئی
سچ ہے یارو خطا ہمیں سے ہوئی

(ایک بجے شب)

بہادر شاہ ظفرؔ کی زمین میں یہ غزل میں نے سعید محمود کی فرمائش پر کہی۔
دُخترِ رز کے بارے میں ظفرؔ نے دوسرا مصرع کہا ہے۔

ع دُو بدو بے حیا ہمیں سے ہوئی

اب راقمؔ کا شعر بھی دیکھ لیجئے۔ مقابلہ مقصود نہیں۔ وہ لال قلعے کا بادشاہ اور میں گدائے رہ نشیں ــــــــ

؎ کتنی مردم شناس ہے دُنیا
منحرف بے حیا ہمیں سے ہوئی

اساتذہ کی زمینوں میں غزل کہنا اوّل تو سوئے ادب ہے پھر کوئی عقل مندی کی بات بھی نہیں۔ تاہم کمزور کو ہر کوئی دبا لیتا ہے۔ رندِ ہزار شیوہ غالبؔ کی طرح راقمؔ نے بھی اساتذہ کی بعض زمینوں میں زورِ طبع صرف کیا ہے۔ وہ حضرات معاف فرمائیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ اساتذہ پر شاعری ختم ہوگئی ہے۔

'To harp on the same string.'

ایک ہی اصول کی تانت پر تنے رہنا۔

؎ تانت بجی اُس آنکھ کی پل میں بوجھا راگ
پلک جھپکتے شاہ جی من میں لاگی آگ

"موجِ دریا"

۱۹۵۷ء

Expatriate. جن سے شہری حقوق واپس لے لئے ہوں۔

Exotic. پردیسی۔ بدلیسی

Erotic flowers.

Great wall of China was built by Emperor Chin Shih in 3rd century B. C.

Hospital of St. John the Baptist (the only building desiged by Elgreco in the master's famous pictures of Toledo)

Flame of forest کھجور

"The tree of sun stood alone in the desert."

اِس درخت کے سائے میں آخری مرتبہ سکندر اور دارا لڑے تھے۔

بھیرو کرپور گورا بھال تلک چندرا
(بھیرو (یخو) کافور کی طرح سفید ہے جس کی پیشانی پر تلک کا چاند ہے)
راگ بھیروں مہا اُتم سندرا۔

(رتس پتی۔ چاند)، (اُسومتی۔سورج)
"ابراہیم عادل شاہ ثانی"

---

۱۱ دسمبر۔ "Egyptian dance." پہلا شو انتظار کے ساتھ۔بارش کے بعد۔

۱۹۵۷ء

۱۹۵۸ء

۱۹۵۸ء

۷ جنوری ۔ سکندر بھوسانی اور اُس کی خوب رُو بیگم سے نیشنل کالج آف آرٹس میں ملاقات ہوئی ۔ صبح ساڑھے نو بجے اشفاق احمد، آفتاب احمد، انتظار حسین، سعید محمود، احمد مشتاق، ندیم قاسمی، سبطِ حسن، محمد صفدر، الیس صفدر اور شاکر علی چائے میں شریک تھے ۔

---

۹ جنوری ۔ روسی مندوب جو انٹرنیشنل اسلامک کلوکیئم کے سلسلے میں آئے ہوئے ہیں، اُن سے چائنیز میں ملاقات ہوئی ۔ انتظار اور سعید بھی تھے ۔

---

۲۶ اکتوبر ۔ رات کو گیارہ بجے نائٹ کوچ سے کراچی پہنچا ۔

---

۲۹ اکتوبر ۔ چھ بجے شام جہاز سے لاہور واپس ۔ مشاعرہ ریڈیو، پریس کلب ۔

---

۲۰ نومبر ۔ دن کو تیز گام سے ملتان پہنچا ۔

---

۲۲ نومبر ۔ رات کو خیبر میل سے لاہور واپس ۔
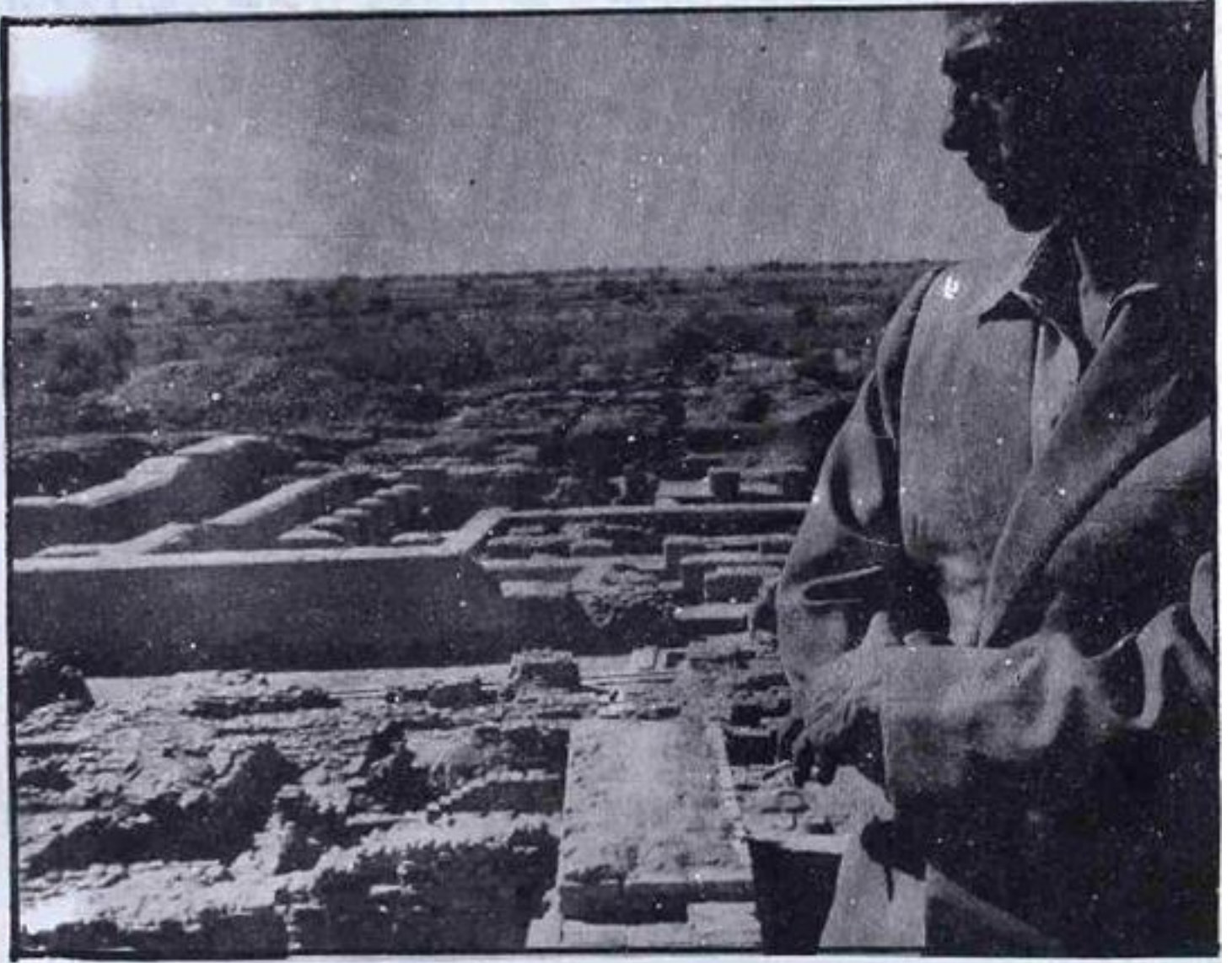
ناصر کاظمی، تاریخی شہر موہنجو داڑو کا ایک منظر دیکھ رہے ہیں۔
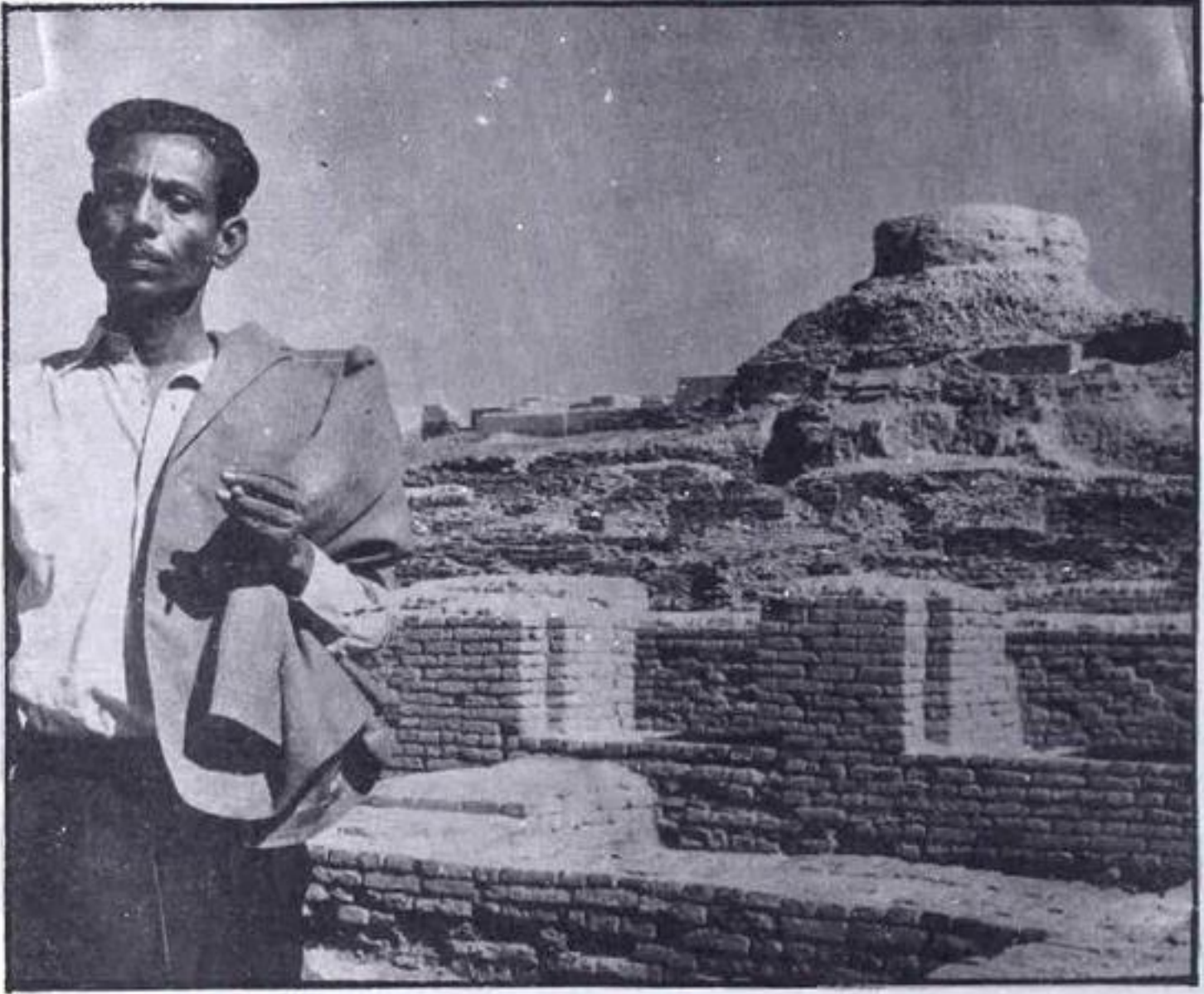
موہنجو داڑو کے ایک مقام پر۔
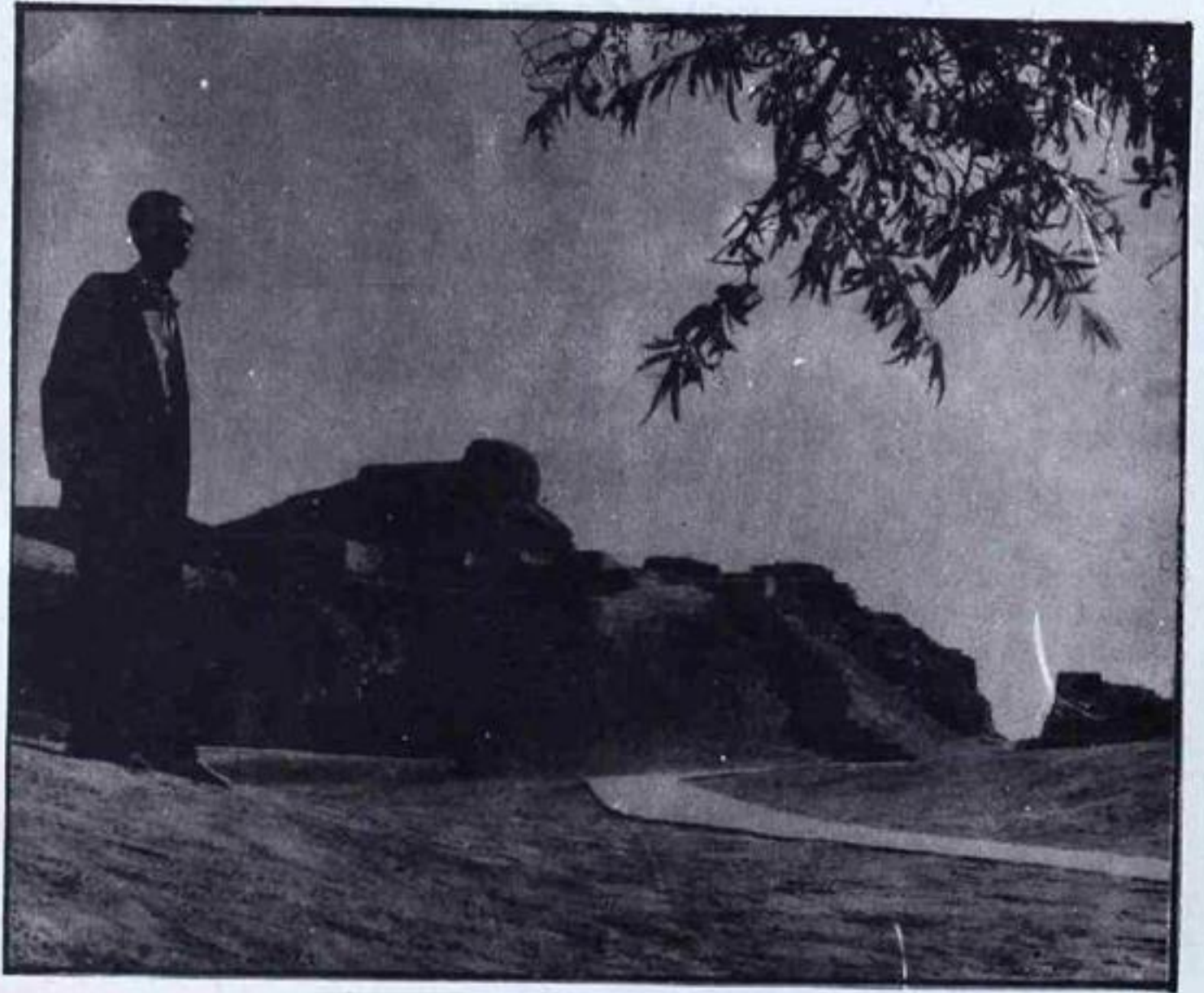
ناصر کاظمی، موہنجوداڑو کی سیر کے دوران۔

۱۹۶۱ء

جنوری تا دسمبر ۱۹۶۱ء

یکم جنوری۔ جاڑا۔ دُھند، چاندنی۔
۱۳ رجب، ولادتِ جناب امیر۔

---

۷ جنوری۔ سکھر سرکٹ ہاؤس میں گلڈ کی شاخ کا افتتاح۔ عالی بھی وہاں تھا۔ رات کو مشاعرہ منعقد ہوا اور ڈِنر ہوا۔

یکم فروری۔ ع زباں پہ ناچ رہے ہیں وہ ذائقے اب تک

---

۱۲ فروری۔ ع درد کم ہونے لگا آؤ کہ کچھ رات کٹے
(غزل کہی)

---

۲۱ فروری۔ خُنکی، دھیمی دھیمی چاندنی۔ شام کو کبوتروں سے ہم سُخنی، شب کو صُحبتِ ہم نشیناں۔

---

۵ مارچ۔ ؎ دفعتاً دل میں کسی یاد نے لی انگڑائی
اِس خرابے میں یہ دیوار کہاں سے آئی

---

۱۷ مارچ ۔ آسمان پر اَبر چھایا رہا ۔ اندھیری رات ۔ عید کا چاند نظر نہ آیا مگر حکومت نے عید کا اعلان کر دیا ۔

---

۲۱ مارچ ۔ دیر سے سویا ۔ مُنہ اندھیرے پھر آنکھ کُھل گئی ۔

---

۲۳ مارچ ۔ ؎ پھر یہ دریا اُتر نہ جائے کہیں ۔ غزل کہی ۔ منٹگمری گیا ۔ مُشاعرے میں شرکت کی ۔ رات بھر شعر خوانی کی مجلس برپا رہی ۔ مُشاعرہ حسبِ معمول پھیکا ۔ لاہور سے صرف میں ہی مہمان تھا ، باقی سب مقامی ۔ مجید امجد نے اچھے شعر سُنائے ۔

---

۲۴ مارچ ۔ مُنہ اندھیرے منٹگمری سے لاہور روانہ ہوا ۔ ایک شعر کہا ۔

؎ جانے کی اُس کے شہر سے جلدی بھی تھی مگر
اُس شہر سے چلے تو ہُوا دل اُداس بھی

---

۲۷ مارچ ۔ حالؔی سے پہلے اُردو غزل کی رُوح لال قلعے میں رہتی تھی ۔

---

۱۴ اپریل ۔ میں اور انتظار جشنِ فرید کی تقریب میں شرکت کے لئے کوئٹہ ایکسپریس سے رات کو نو بجے مُلتان روانہ ہوئے ۔ سیکنڈ کلاس کے ڈبے میں ہم صرف تین مسافر تھے ۔

---

۱۵ اپریل ۔ علی الصُبح ملتان پہنچے ۔ ملتان چھاؤنی کے اسٹیشن پر

ریاض انور اور بزمِ ثقافت کے چند نوجوان کارکن قمیضوں پر جشنِ فرید کے بلّے لگائے کھڑے تھے۔ گلڈ ہاؤس ملتان، کمرہ نمبر ۱۲ میں قیام کیا۔

---

۱۲ مئی۔ شاہین ایکسپریس کے ذریعے حیدر آباد کے مشاعرے میں شرکت کے لئے روانہ ہوا۔

---

۱۳ مئی۔ صُبح نو بجے حیدر آباد پہنچے۔ جالب، شہرت، ہوش ترمذی ہمراہ تھے۔

---

۱۴ مئی۔ حیدر آباد۔ گلابی۔ بازار دیکھا۔ کمشنر نیاز کے ہاں شام کو چائے پی۔ مشاعرہ ہوا۔ شام کے چھ بجے روہڑی اسٹیشن سے لاہور کے لئے سوار ہوئے۔ شہرت، جالب ہمراہ تھے۔

---

۲۳ مئی۔ ؏ کب سے پڑی ہے راہ میں میّتِ شہر بے کفن
یہ مصرع کراچی میں آدھی رات کے وقت بندر روڈ پر گھومتے ہوئے کہا۔

---

۲۹ مئی۔ آج اباّ جی کو جُدا ہوئے پورے ۱۲ برس ہو گئے۔

---

۳۰ مئی۔ اِسی دن پچھلے سال "صبا نکلے" والی غزل کہی۔

---

۷ جولائی۔ بقول غالبؔ، آج کے دن پاؤں میں بیڑی پہنے ۹ برس

۱۹۶۱ء

ہو گئے۔

ع ہوئی زنجیر موجِ آب کو فرصت روانی کی

---

۱۷ جولائی ۔ دفتر سے رخصت لی، ۲۴ جولائی تک ۔ بیماری ۔

---

۲۱ جولائی ۔ صُبح کے وقت بارش ہوئی۔ صُبح نو سے بارہ بجے دوپہر تک گارڈینیا ہوٹل میں رہا۔ حلقۂ اربابِ ذوق کی رکنیت کا فارم پُر کیا کہ حلقے کی مجلسِ عاملہ نے میری شرائط قبول کر لیں ۔

---

۱۴ اگست ۔ برسوں سے عجیب عالم ہے ۔

ع نہ نین کھلے نہ نیند آئی

۱۹ستمبر ۔ سِول سرجن سے مشورہ کیا۔

۲۰ستمبر ۔ ڈاکٹر غلام شبّیر، ماہرِ امراضِ جلد نے البرٹ وکٹر میں داخل کیا۔

۲۱ستمبر ۔ البرٹ وکٹر ہسپتال میں داخل ہوا، آٹھ۔ اد۔ ایف، بستر ملا۔

۲۳ستمبر ۔ طبیعت بہتر رہی۔ ڈاکٹر غلام شبّیر دیکھنے آئے۔

---

۲۴ ستمبر۔ اے۔ ٹی۔ سی۔ ایچ، ۴۰ یونٹ کا انجکشن لگوایا۔ درجۂ حرارت نارمل، نبض کی رفتار ۶۵ درجہ۔ انتظار، شہرت اور شیخ صاحب پُرسشِ حال کے لئے ہسپتال آئے۔

---

۲۶ ستمبر۔ کسی مریض کے شور سے صُبح ہی آنکھ کُھل گئی۔ ۱۲ برس پہلے کا نقشہ آنکھوں میں پھِر گیا۔ ابھی آسمان پر چند سفید کرنیں ہی پھُوٹی تھیں کہ باجی امّاں نے ہم سے مُنہ پھیر لیا۔

---

۲۷ ستمبر۔ انتظار، سلیم الرحمٰن اور حنیف رامے ہسپتال میں دیکھنے آئے۔

---

۲۸ ستمبر۔ اگر کسی طرح یہ ممکن ہو کہ دُنیا کے تمام انسان صرف چند لمحوں کے لئے دیکھنا یا بولنا بند کر دیں تو اس کائنات پر کیا اثر ہو گا! مگر ایسا ممکن نہیں اور اگر ایسا ممکن بھی ہو تو سانس کے ذریعے، دل کی دھڑکنوں کے ذریعے اور پوری زندگی کے ذریعے کائنات سے انسان کا رشتہ باقی رہتا ہے اِس کا یہ مطلب ہوا کہ انسان اور کائنات کا رشتہ ایک اٹل تقدیر ہے۔ انسان چاہے بھی تو وہ کائنات سے اپنا رشتہ نہیں توڑ سکتا۔

اِسی طرح ہماری یہ وسیع و عریض دھرتی انسان کو اپنے خزانوں سے محروم نہیں رکھ سکتی۔ یہ دھرتی کی تقدیر ہے۔ زمین پر اللہ نے جو وحی نازل کی تھی وہ یہی تھی۔ کیونکہ وحی ایک ایسا اٹل حکم ہے جس سے صاحبِ وحی ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں پھِر سکتا۔ اِسی لئے اللہ نے وحی کے لئے ہمیشہ ایک معصوم

مخلوق کو انتخاب کیا۔

البرٹ وکٹر ہسپتال، لاہور
پچھلا پہر

انجکشن لگوایا۔ خواب آور دوا سے نیند آئی۔

---

۵ اکتوبر۔ کراچی سے عالی کا خط مِلا۔ ڈاکٹر سے آنکھ بچا کر گھر آیا۔ کبوتر اُڑائے۔

---

۷ اکتوبر۔ البرٹ وکٹر ہسپتال سے رہائی ملی۔ گھر آیا۔ اکتوبر آگیا مگر گرمی کا وہی عالم ہے۔

---

۹ اکتوبر۔ صُبح نو بجے ابر آیا۔ تھوڑی دیر بارش ہوئی۔ دفتر گیا۔ جاڑا آگیا۔

ایک سفید اصیل براق سا کبوتر چراغ جلے گھر کی ممٹی پر آگرا۔ کچھ لڑکے آگئے سو وہ کبوتر لے گئے۔ گھر سے باہر نکلا تو کرشن نگر میں اُس کبوتر کا چرچا ہو رہا تھا مگر جو گھر پہ آئے اُسے خالی ہاتھ بھیجنا گوارا نہ تھا۔

؎ پھر جاڑے کی رُت آئی
چھوٹے دن اور لمبی رات

---

۱۰ اکتوبر۔ فضل الرحمٰن سی۔ ایس۔ پی کے دفتر میں دیر تک بیٹھا رہا۔

فضا خنک ہوگئی۔ کل بارش جو ہوئی تھی۔ چھ ماہ کے بعد گرمی سے نجات ملی۔ کبوتروں نے پَر نکالنے شروع کئے ہیں۔ مطلع صاف رہا۔ آج آسمان کے ننھے قاصدوں نے بہت رنگ جمایا۔

---

۱۱ اکتوبر۔ پچھلے پہر تک جنابِ امیر کے خُطبے پڑھتا رہا۔ اِن ہنگامہ آرا خُطبوں کی تہہ میں بڑی گہری اور جاں گداز شخصیت کارفرما ہے ———— اندھیری رات، سفید دودھ سے راج ہنس اور غبارِ ناتواں۔ حیف اُن ہاتھوں پر جن ہاتھوں نے اِس عظیم اور محترم امام کو ضرب لگائی۔

کوئی تنہا کبوتر کنگنی پر
گئے موسم کی لَے دہرا رہا ہے

---

۱۲ اکتوبر۔ اندھیری رات ہے۔ بارہ بجے قمر کے تانگے میں گھر لوٹا۔ انتظار کے ساتھ قہوہ خانے میں بیٹھا رہا۔ مُلکِ شام کی مصر سے علیحدگی پر باتیں ہوئیں۔ عالی کو خط لکھا اور "ہم قلم" کے لئے ایک غزل بھیجی۔ آج بڑی دیر کے بعد گلے سے آواز نکلی اور دو شعر ہوئے۔

---

۱۳ اکتوبر۔ دن بھر فضل الرحمٰن کے ہاں بیٹھا رہا۔ کبوتر اُڑائے۔ شلجم اور گوشت کا شوربہ پیاز کیلے کھائے۔ دوا پی۔ پھر سو رہا۔ رات کو سبڈامن کا ٹیکہ لگوایا۔ ٹی ہاؤس میں انتظار کے ساتھ بیٹھا رہا۔ سرِشام شہر میں موت کا سا سناٹا چھا جاتا ہے۔ سُنا ہے لاہور مر گیا مگر کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم ہی مر گئے ہوں۔ جسے دیکھو دولت کمانے کی فکر میں گرفتار ہے۔ شہر میں ایک بھی

دیوانہ نہ رہا۔ طالب علم تو جیسے مر گئے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کا قتلِ عام ہو رہا ہے اور کتب خانوں پر حملے ہو رہے ہیں مگر پاکستان کے طالب علم تنگ سی پتلون پہنے کوکا کولا پیتے ہیں، پکچر دیکھتے ہیں۔ غرض طالب علم، طالب علم نہ رہے ٹیڈی بوائز بن گئے۔

---

۱۴ اکتوبر۔ ۲½ بجے بعد دوپہر اچانک آندھی آئی، گھٹا چھائی اور تین بجے سے چھ بجے تک خوب برسی۔ بادل گرجتے رہے۔ طبیعت آج پھر خراب ہو گئی۔ معدہ کام نہیں کرتا۔

گھر میں منّت کی مجلس تھی۔ خواتین کا گھر میں ہنگامہ۔ شام تک ہال کمرے میں مرثیہ خوانی رہی۔

اسلامیہ کالج ریلوے روڈ پر چائے اور مشاعرے کی دعوت تھی مگر خرابیٔ موسم کے باعث جانے کی ہمّت نہ پڑی۔

---

۱۵ اکتوبر۔ آج کا دن نکہتِ رائیگاں کی طرح بیت گیا۔ نہ ڈاک میں کوئی کام کا خط ملا نہ رسالہ، نہ نامہ و پیغام۔ نہ کوئی یاد آیا نہ کسی کی یاد آئی۔ کبوتر بھی آج سُست رہے۔ زمین اور آسمان کے درمیان اتنا گہرا اور وسیع فاصلہ ہے مگر اسے کون طے کرے! رات کو ریڈیو میں فریدہ خانم سے داغؔ کی غزلیں سُنیں مگر اُس نے میری غزلیں بہت اچھی گائی ہیں۔ خصوصاً وہ غزل جس کا مطلع یہ ہے۔

ع گرفتہ دل ہیں بہت آج تیرے دیوانے

---

۱۶ اکتوبر۔ سماجی بُرائیوں کو مُلک سے ختم کرنے کے سلسلے میں حکومت نے ایک سوالنامہ جاری کیا ہے۔ ہمارے مُلک کے ذی کارپردازانِ حکومت اور اکثر مغرب زدہ خوش فکروں کا خیال ہے کہ سماجی برائیوں کو ختم کرنے کا اصلی طریقہ یہ ہے کہ کفایت شعاری کی مہم چلائی جائے۔ پُرانے رسوم کو ترک کردیا جائے، دفتروں میں چھٹیاں کم سے کم دی جائیں اور مذہبی قدروں کا احیاء کیا جائے مگر سماجی خرابیوں کی اصل وجہ کی طرف کسی کی توجہ نہیں۔ ملک میں چوربازاری، اغواء، قتل و غارت اور اس نوع کے دوسرے جرائم کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہماری قوم کے سینے میں دل زندہ نہیں رہا خوشی اور سیر و تفریح کے مواقع کم کردیئے گئے ہیں۔ ظاہری مذہبی نعروں نے لوگوں کو مذہب سے بیزار کردیا ہے بلکہ مُلّا نے مذہب کو غلط رنگ میں پیش کیا ہے۔ یہ تسلیم کہ فضول خرچی بُری عادت ہے۔ لڑکی والوں کو جہیز کے لئے مجبور کرنا درست نہیں ہے مگر بعض رسوم قومی تہذیب کی جان ہوتی ہیں۔ پھر اگر امیر لوگ بیاہ شادی کی تقریبوں پر خرچ بھی کریں تو اُس کے ذریعے بہت سے غریب پیشہ ور لوگوں کی پرورش ہوتی ہے اور بعض علاقائی صنعتوں کی حوصلہ افزائی بھی۔ دراصل قومی زندگی میں تہواروں میلوں اور بعض دلچسپ رسُوم کا برقرار رکھنا بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

---

۱۷ اکتوبر۔ رات۔ دن بھر گھر پر لیٹا رہا۔

---

۱۸ اکتوبر۔ دن کو ذرا باہر نکلا۔ پبلک لائبریری کے راستے میں مادھو مل گیا۔ جارٹے سے متعلق اُردو نظمیں نقل کیں۔

رات کو غزل شروع کی۔

ع دل میں اک لہر سی اُٹھی ہے ابھی

ایک کالی شیرازن خریدی۔ طبیعت خراب رہی۔ اِس لئے گِلڈ کی مجلس عاملہ کے جلسے میں نہیں جا سکا۔

---

۱۹ اکتوبر۔ دن میں ٹی ہاؤس۔ شہزاد اور اختر احسن سے کچھ دیر گپ رہی۔ صبح ایک کل سرا اصیل کبوتر پکڑا۔

آج بڑی دیر کے بعد ایک دیرینہ دوست سید محمد نواز گھر آئے، اُن کے ساتھ ذرا باہر گیا۔

رات کو کراچی ریڈیو سے ایک بنگلہ گیت سُنا، اُس کا ترجمہ بنگلہ دُھن میں سُنا۔ دُھن خوب تھی۔

ع گورا ندی کے گھاٹ پر

---

۲۰ اکتوبر۔ صبح ۵½ بجے آنکھ کھُل گئی۔ چائے پی، پھر ناشتہ کیا۔ دوا کھائی۔ کبوتر کھول دیئے۔ دیر تک اُن کی اُڑان کے مزے لیتا رہا۔

دن چڑھے فضل الرحمٰن کے دفتر گیا، وہاں کچھ دیر بیٹھا رہا پھر اُس کے ساتھ گارڈینیا گیا۔ گھر آیا تو معلوم ہوا کہ انتظار اور شیخ صاحب کافی دیر انتظار کر کے چلے گئے۔ رات کو بھی باہر نہ جا سکا۔ گیارہ بجے ہی نیند آگئی۔

---

۲۱ اکتوبر۔ اِس وقت صبح کے ۳½ بجے ہیں۔ باغیچے میں کُتّی نے شور مچا رکھا ہے۔

آج پاکستان اور ایم سی سی کے درمیان ٹیسٹ میچ شروع ہوا۔ پاکستان کے دو کھلاڑی آؤٹ ہوئے۔

---

۲۲ اکتوبر۔ کرکٹ میچ کا شہر میں خاصا ہنگامہ رہا۔ پاکستان نے ۳۷۹ رنز بنائے اور ۹ کھلاڑی آؤٹ ہوئے۔ ایم سی سی کے دو کھلاڑی آؤٹ ہوئے اور ۱۰۹ رنز بنائے۔

آج پورے چاند کی رات تھی۔ ½ ۹ بجے کھانا کھا کر باہر نکلا۔

---

۸ دسمبر۔ آج میری پیدائش کا دن ہے۔

ناصر کاظمی، ویلیج ایڈ کے دفتر میں۔
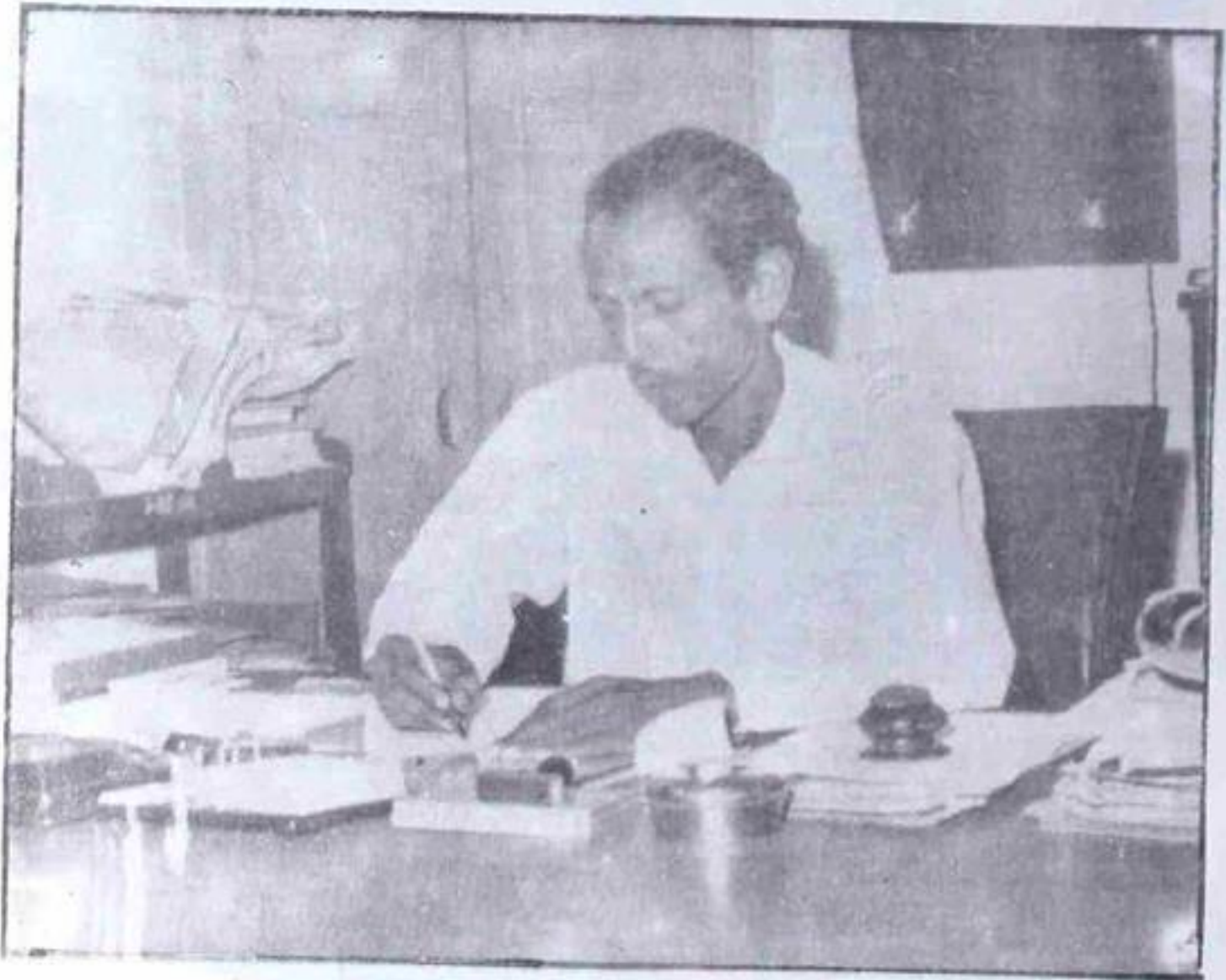
ویلیج ایڈ کے دفتر میں۔
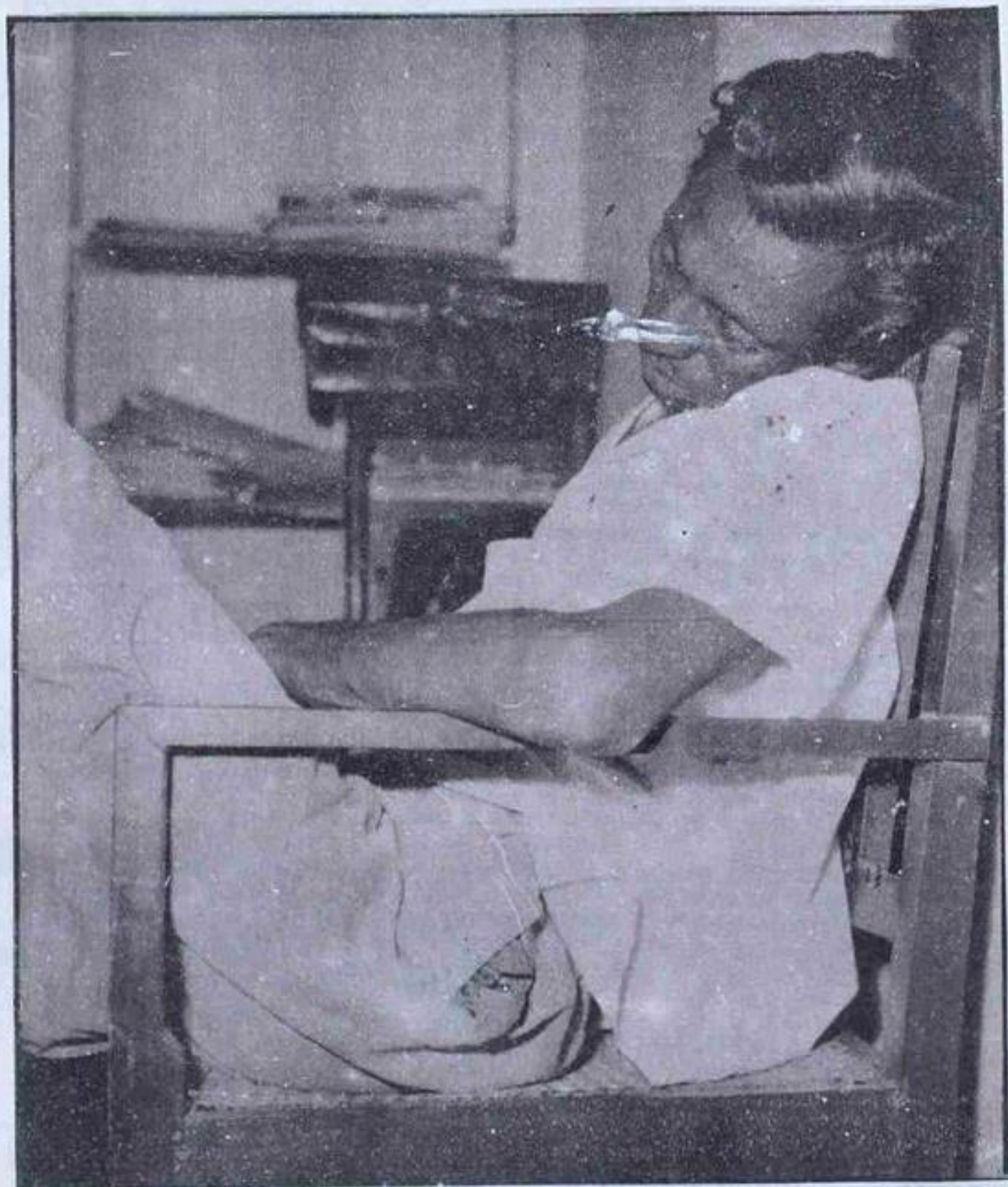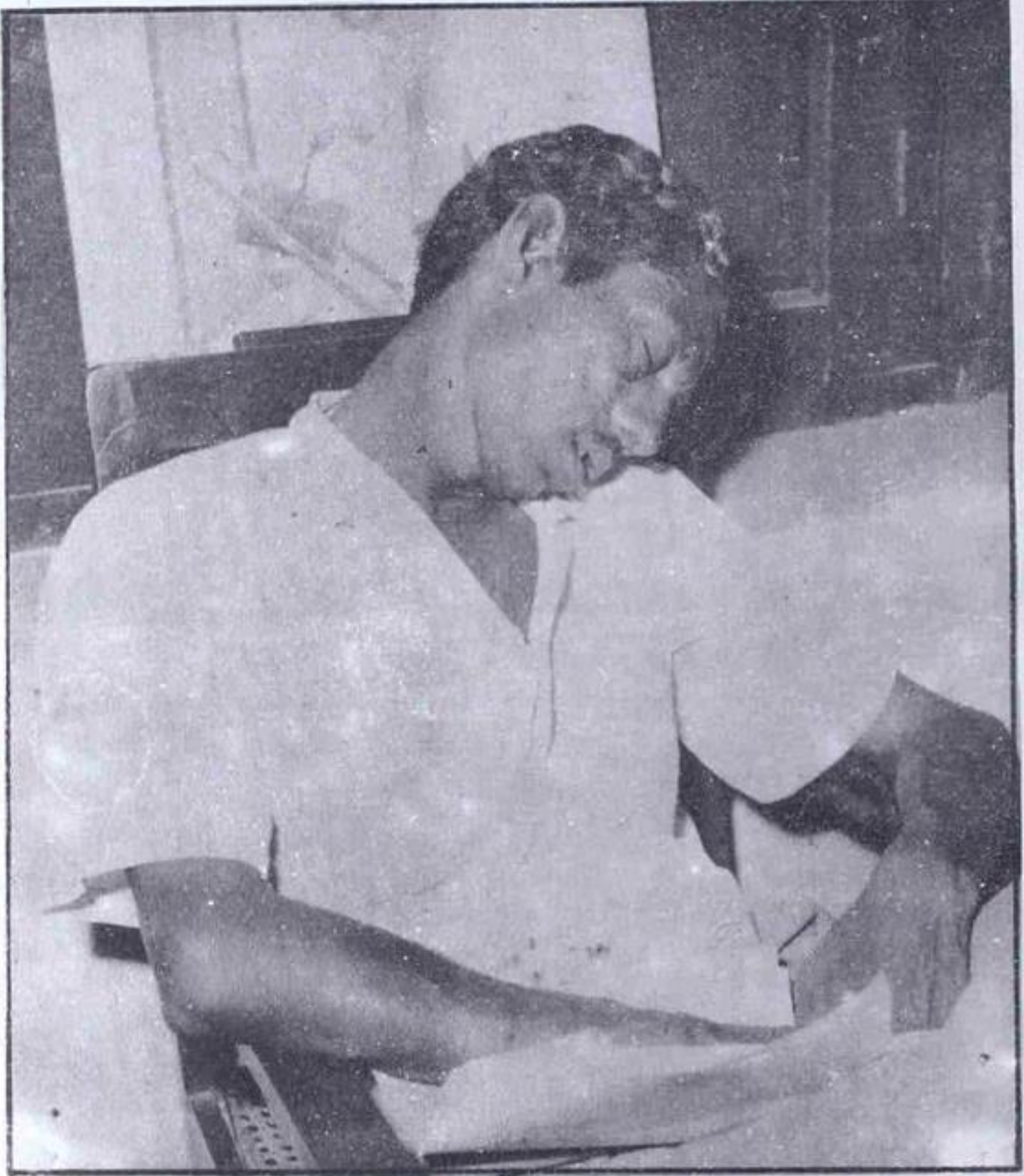
دفتر میں ایک دفعہ سوتے ہوئے۔

محکمہ ویلیج ایڈ کی ایک تقریب ۔

محکمہ ویلیج ایڈ کی ایک تقریب ۔
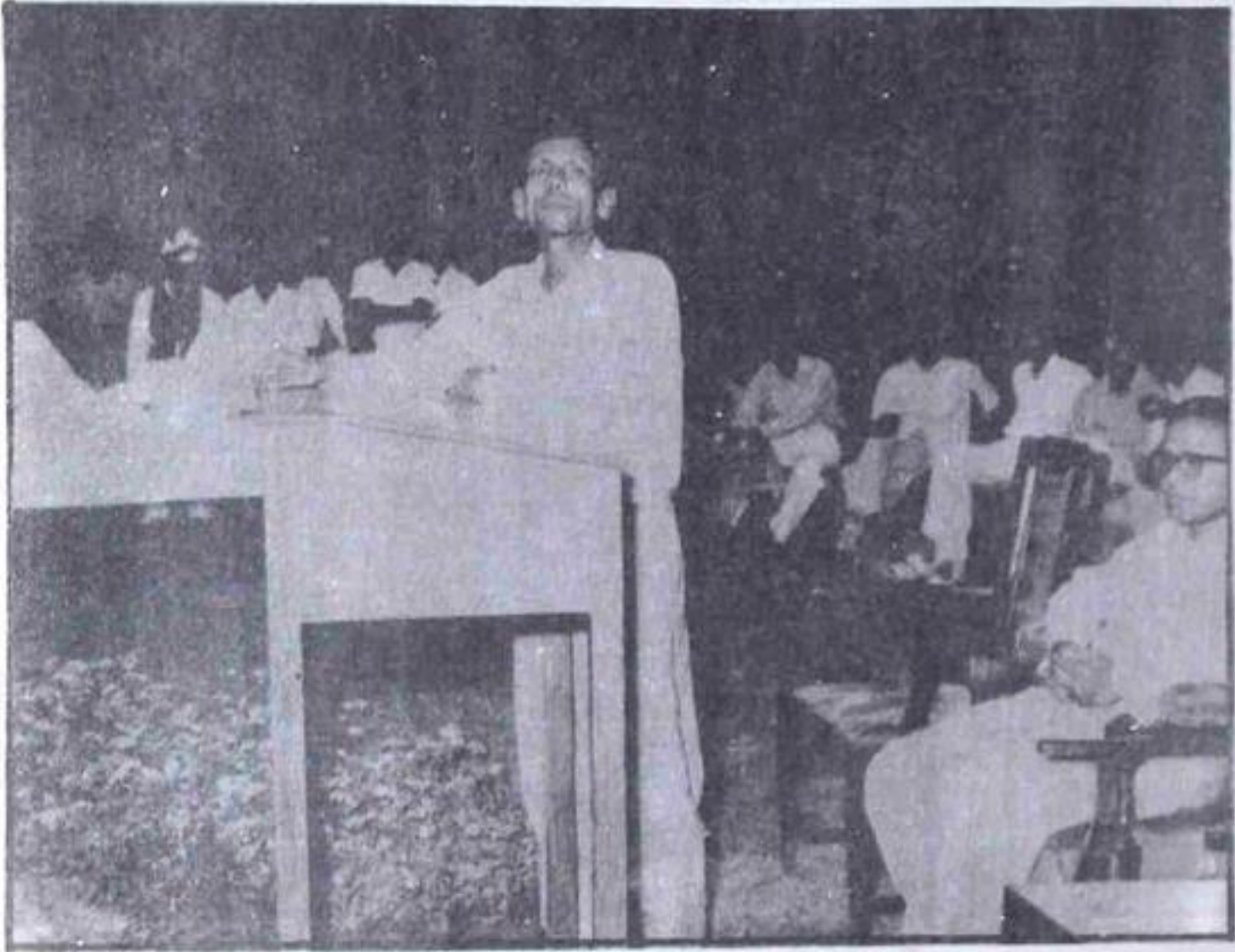
ناصر کاظمی ایک تقریب میں اپنا کلام سُنا رہے ہیں۔

ایک تقریب میں ہنستے ہوئے۔

احمد ندیم قاسمی، قتیل شفائی اور دیگر احباب کے ساتھ۔
۱۶ نومبر ۱۹۶۲ء۔ ایوب ایونیو، محمد پور، ڈھاکہ (مشرقی پاکستان)۔
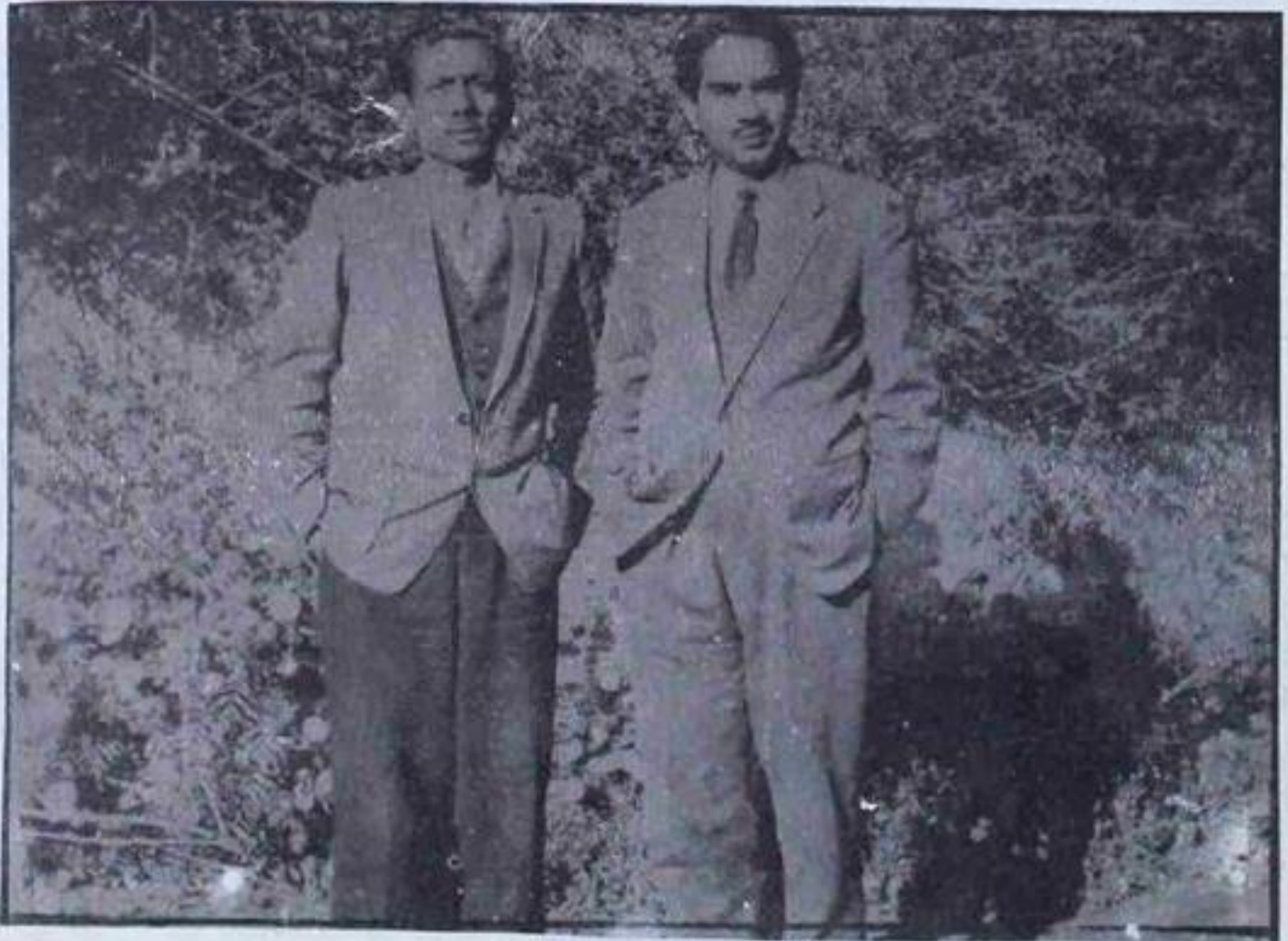
پشاور ریڈیو سٹیشن، پائیں باغ۔ یکم جنوری ۱۹۶۳ء۔

۱۹۶۴ء

1964 ۱۳۸۳
JANUARY 1 شعبان ۱۵

Wednesday چہار شنبہ

پٹ دربھاولی شاہی مہمان خانہ کمرہ نمبر ۱ میں قیام کیا
رات سے بخار ہے ۱۰ بجے کے لئے روانہ۔

1964 ۱۳۸۳
JANUARY 3. شعبان ۱۷

Friday جمعہ

The Immense Journey
by
Loren Eiseley.

یہ کتاب ختم کی۔ اس کتاب میں ذیل کے ابواب خاص طور
پر پسند آئے۔
The Great Deeps — How Flowers changed the World — The Judgement of the Birds — The Bird and the Machine.

1964 ۱۳۸۴
AUGUST 16 ربیع الثانی ۷

Sunday یک شنبہ

گڈو چھتری لے کر پھر سٹیشن لے گیا۔ بارش ہو گئی۔
گڈو نے پہلی مرتبہ بچوں کے پروگرام میں تعارف
کرایا اور اپنی نظم سنائی۔
کل ہم نے طرح طرح کے دیکھ لیا

ناصر کاظمی کا عکسِ تحریر اور اُن کے دستخط

جنوری تا ستمبر ۱۹۶۴ء

یکم جنوری۔ پشاور چھاؤنی، شاہی مہمان خانہ، کمرہ نمبر ۱ میں قیام کیا۔ رات کو خیبر میل سے لاہور کے لیۓ روانہ ہوا۔

---

۲ جنوری۔ صبح ۹ بجے لاہور پہنچا۔ سخت سردی۔

---

۳ جنوری۔

The Immence Journey
by
Loren Eiseley

یہ کتاب ختم کی۔ اس کتاب میں ذیل کے ابواب خاص طور پر پسند آئے۔

The Great Deeps.
How Flowers Changed The World.
The Judgement of The Birds.
The Bird And The Machine.

---

۸ جنوری۔ سوندھی ٹرانسلیشن سوسائٹی، گورنمنٹ کالج لاہور میں ۴½ بجے شرکت کی۔ دن بھر بوندا باندی ہوتی رہی۔

---

۱۲ جنوری۔ حلقۂ اربابِ ذوق میں صدارت کی۔ اعجاز بٹالوی نے "معذرت" افسانہ پڑھا۔ کشور ناہید نے غزل پڑھی۔

---

۱۷ جنوری۔ شہر خُنکی کی لپیٹ میں۔ اسلامیہ کالج سِول لائینز میں ندیم قاسمی، شہرت اور راقم نے "میری غزل" کے موضوع پر چند باتیں کیں۔

---

۱۹ جنوری۔ حلقۂ اربابِ ذوق میں غزل پڑھی۔ صُوفی تبسّم صدر تھے۔

تنہائی کا دُکھ گہرا تھا
مَیں دریا دریا روتا تھا

الطاف فاطمہ نے افسانہ پڑھا۔

---

۲۴ جنوری۔ اسلامیہ کالج سِول لائینز میں انتظار حسین نے اپنے افسانوں کے بارے میں گفتگو کی۔

---

۲۵ جنوری۔ سخت سردی۔ وجیہہ الدین، ڈاکٹر اجمل کے ساتھ ہائیکو میں کافی پی۔ رات کو حسبِ معمول لارڈز میں بیٹھے رہے۔

---

۲۶ جنوری۔ حلقۂ اربابِ ذوق میں 'یوم منٹو'، ۴ بجے شام۔ سخت سردی۔ بیگم منٹگمری گئی ہوئی ہیں۔ رات کو ایک بجے گھر واپس لوٹا۔

---

۱۱ مارچ ۔ علی الصبح اذان ۔

بچپن میں بچّے میرے کھلونے لے جاتے تھے
اور مَیں بازار سے اور لے آتا تھا ۔
ایک مرتبہ ولی بابا دلّی سے ایک کھلونا لائے
وہ بھی ایک بچّہ اٹھا کر لے گیا
مَیں بہت رویا لیکن مَیں نے اُسے کچھ نہ کہا ۔
پھر مَیں دو کھلونے ایک ساتھ منگواتا ۔
آج میرا کھلونا چھن گیا ہے
مگر نہ تو مَیں بچّہ ہوں کہ روؤں
اور نہ وہ کھلونا بازار سے مِل سکتا ہے ۔

---

۲۲ مارچ ۔ بیگم اور بچوں کے ساتھ کراچی پہنچا ۔ بھائی فیاض کے ہاں جمشید کوارٹرز میں قیام کیا ۔

---

۲۳ مارچ ۔ رات کو کراچی ریڈیو سے غزل نشر کی ۔ ’ ہوا نہ لگے ‘ والی ۔

---

۲۲ جون ۔ محکمۂ ایگریکلچرل انفرمیشن میں بطور ٹریننگ سپیشلِسٹ ، دو سال کام کیا ۔ سرکاری ملازمت ۱۰ اپریل ۱۹۵۸ء کو شروع کی اور آج استعفےٰ دیا ۔

---

۳۱ جولائی ۔ محکمۂ ایگریکلچرل انفرمیشن آج چھوڑ دیا ۔

۱۹۶۴ء

یکم اگست۔ ریڈیو پاکستان لاہور سے بطور سٹاف آرٹسٹ منسلک ہوا۔

---

۱۴ اگست۔ ریڈیو پاکستان لاہور میں ۱۴ اگست کے مشاعرے میں

شرکت کی۔ محبوب خزاں بھی شریک تھے۔ مَیں نے یہ غزل پڑھی۔

ع نیند اُڑی ہوا چلی شور اُٹھا چمن چمن

---

۱۶ اگست۔ گڈو پپو کو ریڈیو سٹیشن لے گیا۔ بارش ہوئی۔ گڈو نے پہلی

مرتبہ بچوں کے پروگرام میں تعارف کرایا اور اپنی نظم سُنائی۔

ع ہم نے طوطا اُڑا کے دیکھ لیا

---

۲۴ اگست۔ کُلیاتِ میر سے چھ دیوانوں کا انتخاب مکمل کیا۔

---

۳۱ اگست۔ بُلھے شاہ کے پروگرام میں اپنی آواز۔

یکم ستمبر۔ شام سے موسم اچھا رہا۔ رات کو زور سے بارش ہوئی۔

Stranger۔

---

۲ ستمبر۔ رات بھر بارش ہوئی۔ صبح بھی خاصے چھینٹے پڑے۔ دفتر گیا۔

حنیف رامے سے مِلا۔ انتظار کی گاڑی میں پہلی مرتبہ —'Stranger' لارڈز۔

شیزان۔

۱۹۶۴ء

ناصر کاظمی کے ساتھ ایک شام ۔ (۸ فروری ۱۹۶۴ء) ۔ کرسینٹ ہوسٹل، اسلامیہ کالج، سول لائینز، لاہور۔
منیر احمد شیخ، صدر (درمیان میں) اور اُن کے بائیں طرف وحید اطہر۔

صوفی تبسّم کے ساتھ۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۶۴ء، ریڈیو پاکستان، لاہور۔

حکیم احمد شجاع کے ساتھ تقریب ملاقات۔ ریڈیو پاکستان، لاہور، اکتوبر ۱۹۶۴ء۔
دائیں سے بائیں۔ صوفی تبسم، ناصر کاظمی، رضی ترمذی، حکیم احمد شجاع اور اشفاق احمد۔

فیض احمد فیض، قیوم نظر، ناصر کاظمی (مفلر پہنے ہوئے)، حبیب جالب (سب سے دائیں طرف) اور دیگر احباب کے ساتھ ریڈیو مشاعرے میں۔

بائیں سے دائیں۔ احسان دانش، صوفی تبسّم، ناصر کاظمی، حبیب جالب، فیض احمد فیض، حفیظ کاردار، قیوّم نظر۔
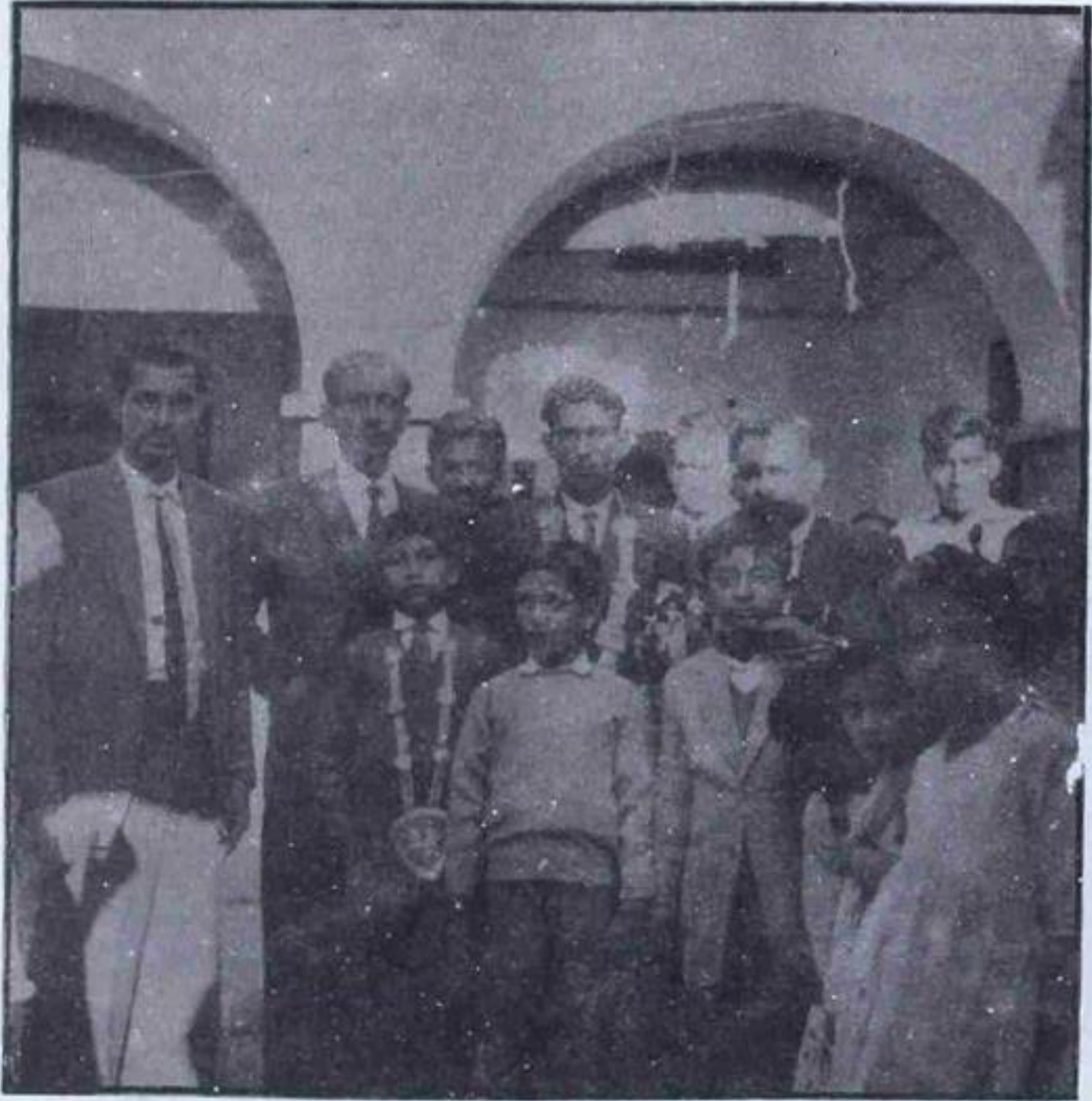
ناصر کاظمی کے بھائی عنصر کاظمی کی شادی کے موقع پر۔ دائیں سے بائیں۔جمال دین، اشتیاق رسول کاظمی (ماموں)،
خورشید اکبر (کزن)، عنصر کاظمی، انجم الحق (برادرِ نسبتی)، ناصر کاظمی، عزیز الحق (برادرِ نسبتی)۔
سامنے دائیں سے بائیں۔تاثیر رضا۔حسن اور باصر۔

۱۹۶۵ء

۶ ستمبر ۱۹۶۵ء

ابھی صبح ۲ بجے تھی کہ دروازے پر زور سے دستک ہوئی۔
ہم حیران ہوئے کہ آج اتنی جلدی کون آ گیا۔ دروازہ کھول کر
دیکھا تو محلے کے دودھ والوں نے بتایا کہ پاکستان پر ہندوستان
کا حملہ ہو گیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ ابھی جلوس سے ان کے دو
آدمی یہ خبر لائے ہیں۔ میں فوراً تیار ہو کر ریڈیو اسٹیشن
پہنچا۔ خبر درست تھی۔ دن کے ۹½ بجے نکلے تو
ایک دم آسمان پر بہت زور سے دھماکا ہوا۔

ناصر کاظمی کا عکسِ تحریر

۶ ستمبر ۱۹۶۵ء

ابھی صبحِ کاذب تھی کہ دروازے پر زور سے دستک ہوئی۔ ہم حیران ہوئے آج اتنی جلدی کون آگیا۔ دروازہ کھول کر دیکھا تو محلّے کے دودھ والوں نے بتایا کہ پاکستان پر ہندوستان کا حملہ ہوگیا ہے ——— اُنہوں نے کہا کہ ابھی جلّو سے اُن کے دو آدمی یہ خبر لائے ہیں۔ میں فوراً تیار ہو کر ریڈیو سٹیشن پہنچا ——— خبر درست تھی۔ دن کے ½9 بجے تھے کہ ایک دم آسمان پر بہت زور سے دھماکہ ہُوا ——— ہم سمجھے کہ دشمن نے گولہ باری کی ہے۔ تھوڑی دیر بعد جیلانی صاحب، انجینئر اور بٹ صاحب ڈائریکٹر مُسکرائے اور کہنے لگے کہ ہمارے ۱۰۶ جہازوں نے Sound Barrier عبور کیا ہے۔ میرزا ادیب وزیر آغا کی گاڑی میں بیٹھ کر چلے گئے۔ ریڈیو سٹیشن میں اُس وقت صرف تین ترانے موجود تھے۔ ایک فلمی ترانہ "ساتھیو مجاہدو" ——— دوسرا عالی کا ترانہ ؏ "میرے نغمے تمہارے لئے ہیں" جو رَن کچھ کی جنگ کے موقع پر لکھا گیا تھا اور ایک اور تھا۔ میں نے فوراً ایک ترانہ لکھا۔

؏ ہمارے پاک وطن کی شان

○

ہمارے پاک وطن کی شان
ہمارے شیر دلیر جوان
خدا کی رحمت اِن کے ساتھ
خدا کا ہاتھ ہے اِن کا ہاتھ
ہے اِن کے دَم سے پاکِستان
ہمارے شیر دلیر جوان
ستارے جرأت ہمّت کے
وطن کی عظمت شوکت کے
عَدُو کی غارت کا سامان
ہمارے شیر دلیر جوان
یقین محکم کی تصویر
شجاعت نُصرت کی تفسیر
اخوّت اور عمل کی جان
ہمارے شیر دلیر جوان

موسیقی ۔ کالے خان ۔
آوازیں ۔ سلیم رضا، منیر حسین اور ساتھی ۔

۷ ستمبر ۱۹۶۵ء

○

ہر محاذِ جنگ پر ہم لڑیں گے بے خطر

وادیوں میں گھاٹیوں میں سر بکف
بادلوں کے ساتھ ساتھ صف بہ صف
دشمنوں کے مورچوں پہ ہر طرف

ہر محاذِ جنگ پر ہم لڑیں گے بے خطر

بے مثال ارضِ پاک کے جواں
لازوال سرحدوں کے پاسباں
بڑھ رہے ہیں خاک و خوں کے درمیاں

ہر محاذِ جنگ پر ہم لڑیں گے بے خطر

ساتھیو بُلا رہی ہے زندگی
خون میں نہا رہی ہے زندگی
موت کو بھگا رہی ہے زندگی

ہر محاذِ جنگ پر ہم لڑیں گے بے خطر

ڈرنے والے ہم نہیں ہیں جنگ سے
گاڑیوں سے توپ اور تفنگ سے
ڈٹ کے ہم لڑیں گے ڈھنگ ڈھنگ سے

ہر محاذِ جنگ پر ہم لڑیں گے بے خطر

موج موج بڑھ رہے ہیں لشکری
لشکرِ غنیم میں ہے ابتری
گونجنے لگی صدائے حیدری
ہر محاذِ جنگ پر، ہم لڑیں گے بے خطر

موسیقی۔ سلیم حسین۔
آوازیں۔ سلیم رضا، منیر حسین اور ساتھی۔

۸ ستمبر ۱۹۶۵ء

○

پاک فوج کے جواں تُو ہے عزم کا نشاں
تیرے عزم کے حضور سرنگوں ہیں آسماں
تیرے دم سے جاوداں زندگی کی داستاں
شادماں رواں دواں
پاک فوج کے جواں تُو ہے عزم کا نشاں
تیری ایک ضرب سے کوہسار کٹ گئے
دشمنوں کے مورچے ہٹ گئے اُلٹ گئے
زلزلے پلٹ گئے
پاک فوج کے جواں تُو ہے عزم کا نشاں
ہم عنانِ کہکشاں پرفشاں ترے جہاز
ہم رکابِ آسماں تیری فوجِ ترک تاز
تُو ہے زندگی کا راز
پاک فوج کے جواں تُو ہے عزم کا نشاں
پانیوں کی سلطنت میں ضوفشاں ترے عَلَم
وقت کی کتاب میں تیرا نام ہے رقم
تُو ہے مُلک کا بھرم
پاک فوج کے جواں تُو ہے عزم کا نشاں

موسیقی۔ کالے خان ۔ آوازیں ۔ سلیم رضا ، نورجہاں بیگم اور ساتھی ۔
۱۶ ستمبر ۱۹۶۵ء

○

پاک ارضِ وطن کے جیالے
یہ جواں ہیں بڑی شان والے

پاک بے باک اِن کی جوانی
جراَتوں عظمتوں کی نشانی
وقت لکھے گا اِن کی کہانی

آنے والی سحر کے اُجالے
یہ جواں ہیں بڑی شان والے

اِن سے عزّت ہمارے وطن کی
اِن سے رنگینیاں انجمن کی
یہ ہیں خوشبو وفا کے چمن کی

پاک ماؤں کی گودی کے پالے
یہ جواں ہیں بڑی شان والے

ماہ و خورشید کے ہمسفر ہیں
یہ جواں فاتحِ بحر و بر ہیں
پاک سرحد پہ سینہ سِپر ہیں

فتح نُصرت کا پرچم سنبھالے
یہ جواں ہیں بڑی شان والے

میری آواز کی شان ہیں یہ
میرے گیتوں کا ارمان ہیں یہ
میرے سنگیت کی جان ہیں یہ
میری آواز اِن کے حوالے
یہ جواں ہیں بڑی شان والے

ملکۂ موسیقی روشن آرا بیگم

۱۸ ستمبر ۱۹۶۵ء

چینی دُھن پر

تُو ہی ہماری جان ہے — تُو قوتِ ایمان ہے
تُو ہی ہماری آن ہے — اے پاک وطن
تُجھ سے ہماری شان ہے

تُجھ سے ہماری آبرو — قریہ بہ قریہ کُو بہ کُو
اے جان و دل کی آرزو — اے پاک وطن
تُجھ سے ہماری شان ہے

تری زمیں کے پاسباں — شمس و قمر کے رازداں
تری بہاریں جاوداں — اے پاک وطن
تُجھ سے ہماری شان ہے

قلب و نظر کی روشنی — تُو ہے نویدِ زندگی
تُو ہے جلالِ حیدری — اے پاک وطن
تُجھ سے ہماری شان ہے

موسیقی ۔ کالے خان
تقریباً چالیس آوازیں

یکم اکتوبر ۱۹۶۵ء

○

عقیدتوں کا سلام تجھ پر
عزیزِ ملّت نشانِ حیدر

بجا ہے یہ احترام تیرا   رہے گا تا حشر نام تیرا
تری شہادت سے اے سپاہی   مِلی ہے قرآن کو گواہی

عزیزِ ملّت نشانِ حیدر

محاذ پر جاگتا رہا تُو   پہاڑ بن کر ڈٹا رہا تُو
وطن کو پائندہ کر گیا تُو   وفا کو پھر زندہ کر گیا تُو

عزیزِ ملّت نشانِ حیدر

سلام کہتا ہے شہر تجھ کو   سلام کہتی ہے نہر تجھ کو
سلام کہتے ہیں تجھ کو ہمدم   سلام کہتا ہے سبز پرچم

عزیزِ ملّت نشانِ حیدر

رہِ وفا کا شہید ہے تُو   نویدِ صبحِ اُمید ہے تو
یہ زندگی جو تجھے مِلی ہے   یہ زندگی رشکِ زندگی ہے

عزیزِ ملّت نشانِ حیدر

موسیقی ۔ کالے خان ۔
آوازیں ۔ منیر حسین اور ساتھی ۔

۷ اکتوبر ۱۹۶۵ء

فوجی بینڈ

(سلور پولیس لاہور)

اے ارضِ پاک تو ہے دار الاماں ہمارا
دائم ہے تیرے دم سے نام و نشاں ہمارا

تو پاک سرزمیں ہے تو منزلِ یقیں ہے
پرچم کا تیرے سایا ہے سائباں ہمارا

دشمن نہ چھو سکیں گے اب تیری سرحدوں کو
بیدار ہو چکا ہے اب کارواں ہمارا

تاروں کی سلطنت میں اُڑتے ہیں اپنے شاہیں
حیرت سے دیکھتا ہے منہ آسماں ہمارا

پربت کی چوٹیوں پر چمکے عَلَم ہمارے
گہرے سمندروں میں ہے آشیاں ہمارا

ہر شاخ اِس چمن کی شمشیرِ حیدری ہے
حملہ نہ سہہ سکے گی بادِ خزاں ہمارا

روکے نہ رُک سکے گی تیغِ جہاد اپنی
تھامے نہ تھم سکے گا سیلِ رواں ہمارا

سینچا ہے خونِ دل سے اِن کیاریوں کو ہم نے
تازہ رہے گا ہر دَم یہ گلستاں ہمارا

پیشکش ۔ سِلور پولیس لاہور
آواز ۔ سلیم رضا۔

۱۴ اکتوبر ۱۹۶۵ء

○

تُو ہے دِلوں کی روشنی تُو ہے سحر کا بانکپن
تیری گلی گلی کی خیر اے مِرے دل رُبا وطن

پھُول ہیں تیرے ماہتاب ذرّے ہیں تیرے آفتاب
تیرے ایک رنگ میں تیری بہار کا شباب

داغِ خزاں سے پاک ہے تیرے چمن کا پیرہن
تیری گلی گلی کی خیر اے مِرے دل رُبا وطن

تیرے عَلَم ہیں سَربلند عرصۂ کارزار میں
تیرے جواں ہیں سربکف وادی وکوہسار میں

ابر و ہوا کے ہم قدم تیرے دلیر صف شکن
تیری گلی گلی کی خیر اے مِرے دل رُبا وطن

تیری ہوائیں مشکبُو تیری فضائیں گلفشاں
تیرے ستارہ وہلال عظمت وامن کا نشاں

دُھوم تری نگر نگر شان تری دمن دمن
تیری گلی گلی کی خیر اے مِرے دل رُبا وطن

بسنت بہار
آوازیں ۔ اُستاد نزاکت علی خاں، سلامت علی خاں ۔
طبلے پر سنگت ۔۔ شوکت حسین ۔

۹ نومبر ۱۹۶۵ء

○

میرے سُر میرے دل کی صدائیں — ترے گُن گائیں
تیری وفا کے گیت سنائیں — ترے گُن گائیں

تو غازی تو مردِ میداں — ساری قوم ہے تجھ پر نازاں
تیرے ساتھ ہیں سب کی دُعائیں — ترے گُن گائیں

تو ہے عظمت پاک وطن کی — شان ہے تجھ سے پاک چمن کی
پاک چمن کی پاک ہوائیں — ترے گن گائیں

دُھوم ہے تیری عالم عالم — گھر گھر چمکا فتح کا پرچم
گھر گھر میں خوشیاں لہرائیں — ترے گن گائیں

میرے سُر سنگیت کی کلیاں — مہک رہی ہیں جن سے گلیاں
کیسے کیسے رُوپ دکھائیں — ترے گُن گائیں

کلارتی راگ

آوازیں۔ اُستاد نزاکت علی خان، سلامت علی خان۔

طبلے پر سنگت۔ شوکت حسین۔

۱۰ نومبر ۱۹۶۵ء

[نوٹ: یہ ملّی نغمے/ترانے ناصرؔ کاظمی کی کتاب 'نشاطِ خواب'
میں شائع ہو چکے ہیں۔]

○

زندہ رہے گا سیالکوٹ تو زندہ رہے گا
زندہ قوموں کی تاریخ میں نام ترا پائندہ رہے گا

اُدھر سیالکوٹ پر حملہ ہوا اور اِدھر میں نے یہ ترانہ لکھا۔
موسیقی۔ کالے خان۔
آوازیں۔ سلیم رضا، منیر حسین اور ساتھی۔

۹ ستمبر ۱۹۶۵ء

○

زندہ دلوں کا گہوارہ ہے سرگودھا میرا شہر
سب کی آنکھوں کا تارا ہے سرگودھا میرا شہر

موسیقی۔ کالے خان۔
آوازیں۔ عنایت حسین بھٹی، کالے خان، حامد علی بیلا اور ساتھی۔

۱۵ ستمبر ۱۹۶۵ء

○

تُو ہے مری زندگی اے مرے پیارے وطن
تُو ہے مری روشنی اے مرے پیارے وطن

ملکۂ موسیقی، روشن آرا بیگم۔

۱۶ ستمبر ۱۹۶۵ء

○

تُو ہے عزیزِ ملّت تُو ہے نشانِ حیدر
احساں ہے تیرا ہم پر اے قوم کے دلاور

موسیقی۔ کالے خان۔

آواز۔ سلیم رضا

۲۹ ستمبر ۱۹۶۵ء

○

ہنستے پھولو ہنستے رہنا
تم ہو پاک وطن کا گہنا

اُستاد نزاکت علی خان، سلامت علی خان۔

طبلے پر سنگت، شوکت حسین

۱۵ نومبر ۱۹۶۵ء

○

گلشن پاک ہمارا
تن من دھن سے پیارا

اُستاد نزاکت علی خان، سلامت علی خان۔

۱۸ نومبر ۱۹۶۵ء

۲۰ ستمبر ۱۹۶۵ء

بعد دوپہر پونے تین بجے بھارت کے چھ طیارے نظر پڑے۔ دو لاہور کے آسمان پر۔ طیاروں کی آسمانی جنگ۔ دو پاکستانی ایف ۱۰۵ جیٹ۔ شہر نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اُٹھا۔ دو ہنٹر گرا لئے گئے۔ ایک ہمارا طیارہ گرایا گیا۔ پائلٹ چھتری سے اُترا۔

رات بھر فلک شگاف توپوں کی گرج سے آسمان کانپتا رہا۔ لوگ چھتوں پر اذانیں دیتے رہے۔

۲۱ ستمبر ۱۹۶۵ء

صبح سے توپوں کی آواز ——— شہر میں جنگ بندی کے خلاف جلوس۔

اکتوبر، نومبر ۱۹۶۵ء

۲۶ اکتوبر۔ نائٹ کوچ سے گیارہ بجے رات کراچی کے لئے روانہ ہوا۔

---

۲۹ اکتوبر۔ مشاعرہ ریڈیو پریس کلب، کراچی۔ شام کے جہاز سے لاہور واپسی۔

---

۲۰ نومبر۔ دن کو تیز گام کام سے ملتان۔

---

۲۲ نومبر۔ خیبر میل سے لاہور آیا۔

ناصر، انجم رومانی، انتظار حسین، شہرت بخاری اور دیگر افراد۔ پاک ٹی ہاؤس، لاہور۔

ناصر، انجم رومانی، انتظار حسین، شہرت بخاری۔ بانو ابیرا اور دیگر افراد پاک ٹی ہاؤس، لاہور۔

۱۹۶۶ء

مارچ تا دسمبر ۱۹۶۶ء

۲۵ مارچ ۔ ۱/۲ ۲ بجے دن تیز گام سے ملتان ——— رات کو مشرف خان کے ہاں قیام کیا۔

---

۲۶ مارچ ۔ انوار انجم کے ہمراہ علی پور گیا۔ راہ میں بارش ہوئی۔ رات کو مشاعرہ۔ اختر سعید، سی ایس پی نے صدارت کی۔

---

۲۷ مارچ ۔ صبح ۱۰ بجے ملتان۔

---

۲۸ مارچ ۔ ۸ کبوتر خریدے۔

---

۲۹ مارچ ۔ منگل صبح ۴ بجے ملتان سے عوامی کے ذریعے لاہور۔

---

۸ اپریل ۔ عوامی سے شام کو کلیم اور ہوش ترمذی کے ہمراہ حیدر آباد۔ مبارک علی شاہ کے ہاں ٹھہرے۔

---

۹ اپریل ۔ ٹنڈو محمد خان کے لئے روانہ ہوئے۔ یوسف جمال، سی ایس پی، ایس ڈی ایم میزبان تھے۔ جوش و فیض بھی مشاعرے میں تھے۔

---

۱۰ اپریل ۔ صبح کار سے حیدر آباد۔ دوپہر ۳ بجے تیز رو سے راز کے ہمراہ۔

---

۱۱ اپریل ۔ لاہور صبح پہنچے۔

---

۱۵ اپریل ۔ سجّاد باقر رضوی اور اُن کی بیگم کے ہمراہ عوامی سے خیر پُور۔

---

۱۶ اپریل ۔ خیر پُور ریسٹ ہاؤس نمبر ۲ میں قیام کیا۔ شام کو نواب شاہ پہنچے۔ رات کو مشاعرہ۔ احمد مقصود کے ہاں قیام کیا۔

---

۱۷ اپریل ۔ گھوٹ فیض شاہ میں کھانا کھایا، قاضی فیض محمد کے ہمراہ۔ شام کو تیز رو سے چلے۔

---

۱۸ اپریل ۔ صبح لاہور پہنچے۔

---

۲۱ اپریل ۔ یومِ اقبال۔ صبح سوا نو بجے ہوش ترمذی، کلیم عثمانی کے ہمراہ بہاولپور کے لئے روانہ ہوا۔ شام کو بہاولپور پہنچے اور ریسٹ ہاؤس میں قیام کیا۔ Osis میں کھانا کھایا۔ جشنِ روہی کے مشاعرے میں شرکت کی۔

---

۲۲ اپریل ۔ صبح $5\frac{1}{2}$ بجے تیز گام سے ملتان کے لئے روانہ ہوا۔ صبح ۷ بجے انوار انجم کے ہاں، گلگشت کالونی میں ٹھہرا۔ ۴ کبوتر خریدے۔

---

۲۳ اپریل ۔ صبح ۶½ بجے تیز گام سے لاہور ۱۲½ بجے پہنچا۔ دفتر گیا۔

---

۲۴ اپریل ۔ آفتاب احمد خان کے ہاں رات کو کھانا کھایا، فائنانس اکیڈمی والٹن ہیں، انتظار اور شاکر بھی ہمراہ تھے۔

---

۹ جولائی ۔ ۲ بجے رات نائٹ کوچ سے روانہ ہوا۔ صبح کراچی پہنچا۔ حفیظ ہوشیار پوری کے ہاں قیام کیا۔ رات کو کسٹم والوں کے مشاعرے میں شرکت کی۔

---

۱۰ جولائی ۔ دن بھر گھر پر پڑا رہا۔ رات ایک خرابات میں گزری۔

---

۱۱ جولائی ۔ عوامی ایکسپریس سے ۲ بجے دن سوار ہوا۔

---

۱۲ جولائی ۔ صبح ۵½ بجے ملتان اُترا۔ انوار انجم کے ہاں قیام کیا۔ ۱۰½ بجے دن گڑ منڈی گیا۔

ع ایک رسیلے جرم کا چہرہ

---

۱۸ اکتوبر ۔ 'سفینۂ غزل' (مومن خان)، ریڈیو سے نشر ہوا۔

۱۹۶۶ء

۱۹ اکتوبر۔ مصطفیٰ زیدی کے ہاں خورشید کو لے کر گیا۔ یک جرعہ۔

---

۲۱ اکتوبر۔ ۵½ بجے شام عوامی ایکسپریس سے حیدر آباد کے لئے روانہ ہوا۔ عنصر اسٹیشن چھوڑنے گیا۔ سیٹ نمبر ۱۸/۳۔

---

۲۲ اکتوبر۔ صبح ۹½ بجے مرزا عابد عباس حیدر آباد اسٹیشن پر لینے آئے یوسف ہوٹل، کمرہ نمبر ۲۱۰ میں ٹھہرا۔ رات کو ۲½ بجے تک مشاعرہ رہا۔ جوش اور فیض بھی تھے۔

---

۲۳ اکتوبر۔ احمد فراز، قتیل اور مرزا محمود سرحدی کے ہمراہ سوا پانچ بجے شام عوامی ایکسپریس سے لاہور کو روانہ ہوئے۔

---

۲۴ اکتوبر۔ صبح ۹½ بجے لاہور پہنچے۔

---

۱۳ نومبر۔ گلستانِ فاطمہ میں حبیب بنک سلور جوبلی کے موقع پر مشاعرے میں شرکت کی۔ ایک سو روپیہ لیا۔

---

۱۵ نومبر۔ منگل۔ سوا نو بجے رات۔ سفینۂ غزل (غالبؔ) ریڈیو فیچر۔

---

۱۶ نومبر۔ سندھ ایکسپریس سے سجّاد باقر رضوی کے ہمراہ رات کو ۱۰ بجے سکھر کے لئے روانہ ہُوا۔

---

۷ نومبر۔ صبح، انسپکشن بنگلہ میں ٹھہرے۔ اگلے روز احمد مقصود کے ہاں ٹھہرے۔ نجی محفل۔ فیض صاحب بھی ہمراہ تھے۔

---

۸ نومبر۔ شام کو سمرو صاحب کی کار لے کر ملتان پہنچا۔ حبیب بنک کے مشاعرے میں (ملتان) شرکت کی۔ مشاعرہ اختتام پر تھا جب میں وہاں پہنچا۔

---

۹ نومبر۔ لاہور پہنچا۔

---

۲۶ نومبر۔ عنصر کے ہمراہ حبیب بنک کے مشاعرہ سرگودھا میں شرکت کی۔ دو روز قیام کیا۔ ۷ کبوتر خریدے۔

---

۲۰ دسمبر۔ سوا نو بجے رات۔ سفینۂ غزل (غالب)۔

---

۲۴ دسمبر۔ نسیم الظفر کی کراچی سے لاش آئی ——
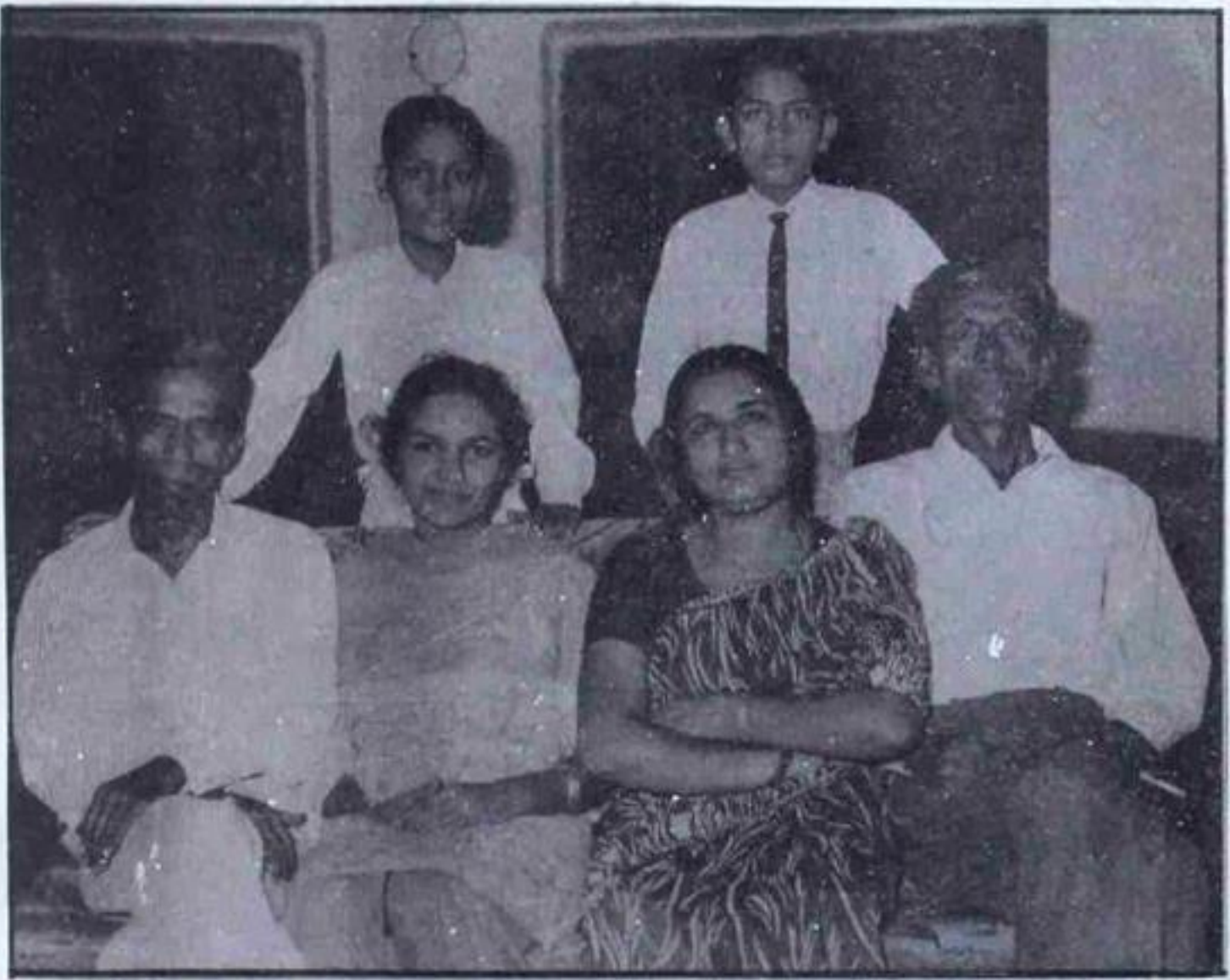
دائیں سے بائیں۔ ناصر کاظمی و بیگم، بیگم و سجاد باقر رضوی۔
پیچھے باصر اور حسن کھڑے ہیں۔ ۹ر اکتوبر ۱۹۶۶ء۔

ریڈیو پاکستان کی تقریب میں حفیظ جالندھری ترانہ پڑھ رہے ہیں۔

۱۹۶۷ء

جنوری تا دسمبر ۱۹۶۷ء

۳ جنوری۔ 'سفینۂ غزل' (ریڈیو فیچر) حالیؔ کے بارے میں نشر ہوا۔

---

۱۷ جنوری۔ 'سفینۂ غزل' (ریاضؔ خیرآبادی)۔
آوازیں۔ فریدہ خانم، حسین بخش۔

---

۲۷ جنوری۔ دس بجے شب۔ شعر کہا۔
؎ یوں تو اے ہم سخنو بات نہیں کہنے کی
بات رہ جائے گی یہ رات نہیں رہنے کی

---

۴ فروری۔ نیا "حُقّہ" منگوایا۔

---

۷ فروری۔ 'سفینۂ غزل' (مظہر جانِ جاناں)۔
اگلا ہفتہ، فروری ۱۹۶۷ء ساہیوال مشاعرہ۔ بہادل نگر مشاعرہ۔

---

۲۵ فروری۔ ساہیوال مشاعرہ ریڈ کراس۔

---

۲۶ فروری۔ صبح عوامی ایکسپریس سے لاہور آیا۔

---

۲۸ فروری۔ مشاعرہ بہاول نگر۔ قتیل، ندیم، اُستاد دامن اور ایوب رومانی کے ہمراہ دوپہر کو روانہ ہوا۔

یکم مارچ۔ صبح ۹ بجے بہاول نگر سے روانہ ہوتے۔ شام کو ۷ بجے لاہور پہنچے۔

---

۶ مارچ۔ گڈو پپو کو خواجہ صلاح الدین کی کار میں چھانگا مانگا پکنک کے لئے لے گیا۔ شام کو لاہور واپس آیا۔ گڈو پپو اپنے سکول کے ساتھ گاڑی میں آئے۔

---

۷ مارچ۔ 'سفینۂ غزل' (فانیؔ)۔
احمد مقصود صاحب آئے۔ رائل پارک لکشری میں۔ باقر صاحب بھی ہمراہ تھے۔

---

۳۱ مارچ۔ صبح خیبر میل سے ندیم، قتیل، ثاقب اور اُستاد دامن کے ہمراہ بہاولپور کے لئے۔ رات کو مشاعرے میں شرکت کی۔ جوش اور آل رضا بھی تھے۔

۱۹۶۷ء

یکم اپریل۔ صبح پانچ بجے اُستاد قمر جلالوی اور اختر اکرام کے ہمراہ کراچی ایکسپریس سے روہڑی پہنچا۔ سجّاد باقر رضوی روہڑی اسٹیشن پر ملے۔ سکھر، مہران ہوٹل کمرہ نمبر ۲ میں ٹھہرے۔ رات کو سکھر میں مشاعرہ میں شرکت کی۔

---

۲ اپریل۔ صبح گیارہ بجے مذاکرہ کی صدارت کی موضوعِ بحث "ادب اور قومی مسائل"۔ مختصر سا مشاعرہ بھی ہوا۔ فیض اور سید محمد جعفری بھی تھے۔ شام کو کراچی ایکسپریس سے لاہور کے لئے۔

---

۳ اپریل۔ صبح لاہور پہنچے۔ فراز اور حمایت علی شاعر بھی ہمراہ تھے۔

---

۷ اپریل۔ جھنگ بذریعہ کار بعد دوپہر روانہ ہوئے۔ عزیز بھی ہمراہ تھا۔ رات کو مشاعرہ ہوا جو ریڈیو سے ریلے ہوا۔ رتہ منہ ہاؤس میں قیام کیا۔

---

۸ اپریل۔ صبح پروفیسر تقی انجم کے ہاں کھانا کھایا۔ بعد دوپہر بذریعہ کار ملتان پہنچے اور سوا آٹھ بجے رات براستہ تونسہ، ڈیرہ غازی خاں پہنچے۔

---

۹ اپریل۔ ڈیرہ غازی خاں۔

---

۱۰ اپریل۔ ۱۳ کبوتر لئے۔ شام کو ۵ بجے لاری سے چلے اور رات کو دس بجے ملتان پہنچے۔ انوار انجم کے ہاں قیام کیا۔

۱۹۶۷ء

---

۱۱ اپریل۔ علی الصُباح چار بجے عوامی ایکسپریس سے چلے اور بارہ بجے لاہور پہنچے۔

---

۲۸ اپریل۔ جمعرات، ریڈیو پاکستان لاہور سے "موجِ خیال"، ایک ہفتہ وار پروگراموں کا سلسلہ شروع کیا۔ سوا نو بجے شب۔
پہلے پروگرام میں غالبؔ کی تین غزلیں پڑھ کر سنائیں۔ اِس پروگرام کا مقصد یہ ہے کہ عام لوگوں کو تحتُ اللفظ شعر پڑھ کر سنائے جائیں ——
پس منظر کی موسیقی ستار، محمد عالم۔

---

۲ مئی۔ منگل، 'سفینۂ غزل' (اجگم)۔

---

۴ مئی۔ "موجِ خیال" پس منظر کی موسیقی سرود۔ فیض فرید۔
"غزل میں لب و لہجہ اور ردیف کا کردار"۔

ازرا پاؤنڈ کے کینٹو سے انتخاب

"He who is now vacant dust was once the slave of one passion."

"Small talk comes from small bones."
"A manless bride to mourn in vacant room."
"Your eyes are like clouds."
"Dead grass." چینی خیال
"Mind like a floating cloud."

"Sunset like the parting of old acquaintances."
"What is the use of talking, and there is no end of talking."
"There is no end of things in the heart."

---

۱۳ جولائی۔ "موجِ خیال" نشر ہوا۔ سوا نو بجے شب۔

---

۱۴ جولائی۔ جمعہ ½۱۱ بجے صبح راولپنڈی مری کے لئے بچوں کے ہمراہ مشتاق صاحب کے ساتھ روانہ ہوا۔

---

۷ اگست۔ شام کو ½۴ بجے جہاز سے راولپنڈی (چک لالہ) ٹیلی ویژن کے مشاعرے کے لئے روانہ ہوا۔ فیض، عابد، حفیظ جالندھری، محمد صفدر میر، حمایت، ندیم، قتیل، ادا بدایونی، زہرہ نگار، کشور ناہید، سیّد محمد جعفری، ضمیر جعفری، فراز، صوفی تبسم، یوسف ظفر اور راز بھی تھے۔

۸، ۹ اگست۔ یوسف ظفر کے ہاں کھانا کھایا۔ ریڈیو پنڈی کے لئے غزل ریکارڈ کرائی۔ پھر آزاد کشمیر ریڈیو کے لئے۔
رات کو دو بجے خیبر میل سے سوار ہو کر صبح لاہور پہنچا۔

---

۲۸ اگست۔ رات کو ½۲ بجے جھنگ کے لئے روانہ ہوا (بس سے)

۱۹۶۷ء

محمد حسین، محمد نذیر، نثار خان صاحب اور ماسٹر محمد رفیق ہمراہ تھے —
جھنگ کی ڈھوپ اور خاک۔

ہاں اس نگر میں اور تو کیا ہے بجز غبار
آئے ہیں اب تو کوئی کبوتر ہی لے چلیں

---

۲۹ اگست۔ دو بجے دن سرگودھا کے لیے ———

شام کو پہنچے۔

---

۳۰ اگست۔ سرگودھا سے چِپ کی ٹکڑی اور کالے شیرازی لئے۔ ۷ اکبوتر اور باقی متفرق۔ سرگودھا کا پتہ — محمد سعید خان۔
فون نمبر ۲۰۷۲۔
افغان پبلک گڈز فارورڈنگ ایجنسی، سرگودھا ———
مکان نمبر ۳۰، بلاک نمبر ۱۸، سرگودھا۔

---

۵ دسمبر۔ "غزل در غزل" پروگرام (بُلبل)۔

---

۷ دسمبر۔ پروگرام "موجِ خیال" — (نعتوں کا پروگرام)۔

---

۸ دسمبر۔ یومِ ولادت۔ بیگم نے نیا سوٹ سلوا کر دیا۔

۱۹۶۸ء

جنوری تا مئی ۱۹۶۸ء

۲۵ جنوری۔ 'موجِ خیال'۔ ساقی نامہ اقبال پڑھا۔ (ریڈیو پروگرام)۔

---

۳۰ جنوری۔ 'بہارِ وطن'، فیچر۔ خود جا کر نشر کیا۔
بارش۔

---

۱۳ فروری۔ غالب کا شہرِ آرزو۔

---

۲ مارچ۔ دن کے سوا تین بجے سرگودھا کے لئے روانہ ہوئے۔ رات کو نو بجے پہنچے۔ پی ڈبلیو ریسٹ ہاؤس میں ٹھہرے۔

---

۳ مارچ۔ جناح ہال، سرگودھا میں مشاعرہ ریلے ہوا۔
دن بھر سعید خان کے ساتھ کبوتروں کی سیر کی۔

---

۴ مارچ۔ ۲ بجے دوپہر گاڑی سے لاہور کو روانہ ہوتے اور رات کو پہنچے۔

---

۶ مارچ۔ کراچی کے لئے عوامی ایکسپریس سے روانہ ہوا۔

---

۷ مارچ۔ "موجِ خیال" نشر نہیں ہوا۔ دن کے بارہ بجکر ۳۵ منٹ پر کراچی پہنچا۔ جبیبس ہوٹل میں کمرہ نمبر ۱۱۶، احمد فراز کے ہمراہ قیام کیا۔

---

۸ مارچ۔ کراچی۔

---

۹ مارچ۔ تیز گام سے پونے چار بجے شام لاہور کے لیے۔ مدنی، سلیم احمد اور قمر جمیل اسٹیشن پر چھوڑنے آئے۔

---

۱۰ مارچ۔ نمازِ عید ساہیوال کے اسٹیشن پر پڑھی۔ پونے بارہ بجے لاہور پہنچا۔

---

۱۱ مارچ۔ دن بھر گھر رہا۔

---

۱۲ مارچ۔ دفتر گیا۔

---

۱۴ مارچ۔ "موجِ خیال"۔ مثنوی خواب و خیال۔ (ریڈیو پروگرام)۔

---

۱۶ مارچ۔ قومی گیتوں پر مبنی پروگرام مرتب کیا۔ صبح ۸ بجے اسلامیہ کالج، ریلوے روڈ میں مشاعرہ طلبہ۔

---

۱۷ مارچ۔ ریڈیو پاکستان لاہور مشاعرہ پڑھا۔ "چاہتی ہے" والی غزل۔

---

۱۸ مارچ ۔ 'دامانِ بہار' ۔ فیچر پروگرام ۔

---

۱۹ مارچ ۔ 'غزل در غزل' ۔ (ریڈیو فیچر) ۔

---

۲۰ مارچ ۔ مشاعرہ جشنِ ملتان ۔

---

۲۱ مارچ ۔ 'موجِ خیال' ۔

---

۲۲ مارچ ۔ سکھر مشاعرہ ۔
'جاگ اٹھا ہے سارا جہاں' ۔ آر ۔ سی ۔ ڈی ۔ فیچر پروگرام، ۶½ بجے شام ۔

---

۲۳ مارچ ۔ 'صبحِ روشن' ۔ فیچر صبح آٹھ بجے ۔
مشاعرہ جشنِ روہی ۔ بہاولپور ۔

---

۲۴ مارچ ۔ مشاعرہ کسٹم لاہور ۔

---

۲۱ اپریل ۔ شام چھ بجے قتیل اور بشیر زیدی کے ہمراہ بس کے ذریعے سیالکوٹ پہنچا ۔ اور رات کے دو بجے واپس ۔ صبح لاہور آیا ۔ شیخوپورہ گیا ۔

---

۱۱ مئی ۔ لائل پور مشاعرہ کے لئے پی آئی اے سے روانگی ۔ ۲½ بجے بعد دوپہر ۔
۱۹۶۸ء

---

۱۲ مئی۔ صبح ½۱۰ بجے تقی الدین پال اور شہزاد کے ہمراہ لاہور کے لئے روانہ ہوا۔ اور ایک بجے خواجہ صلاح الدین کے ولیمے میں شریک ہوا۔

---

۲۹ مئی۔ یومِ وفات' والدِ گرامی۔

---

۳۰ مئی۔ 'انتخاب' پروگرام (ریڈیو پر)، 'نعتِ رسولؐ'۔

---

۳۱ مئی۔ کراچی سے ماسٹر جی تین کبوتر لائے۔ کامنی خال، گہری لال بندا اور عنابی خیرا۔
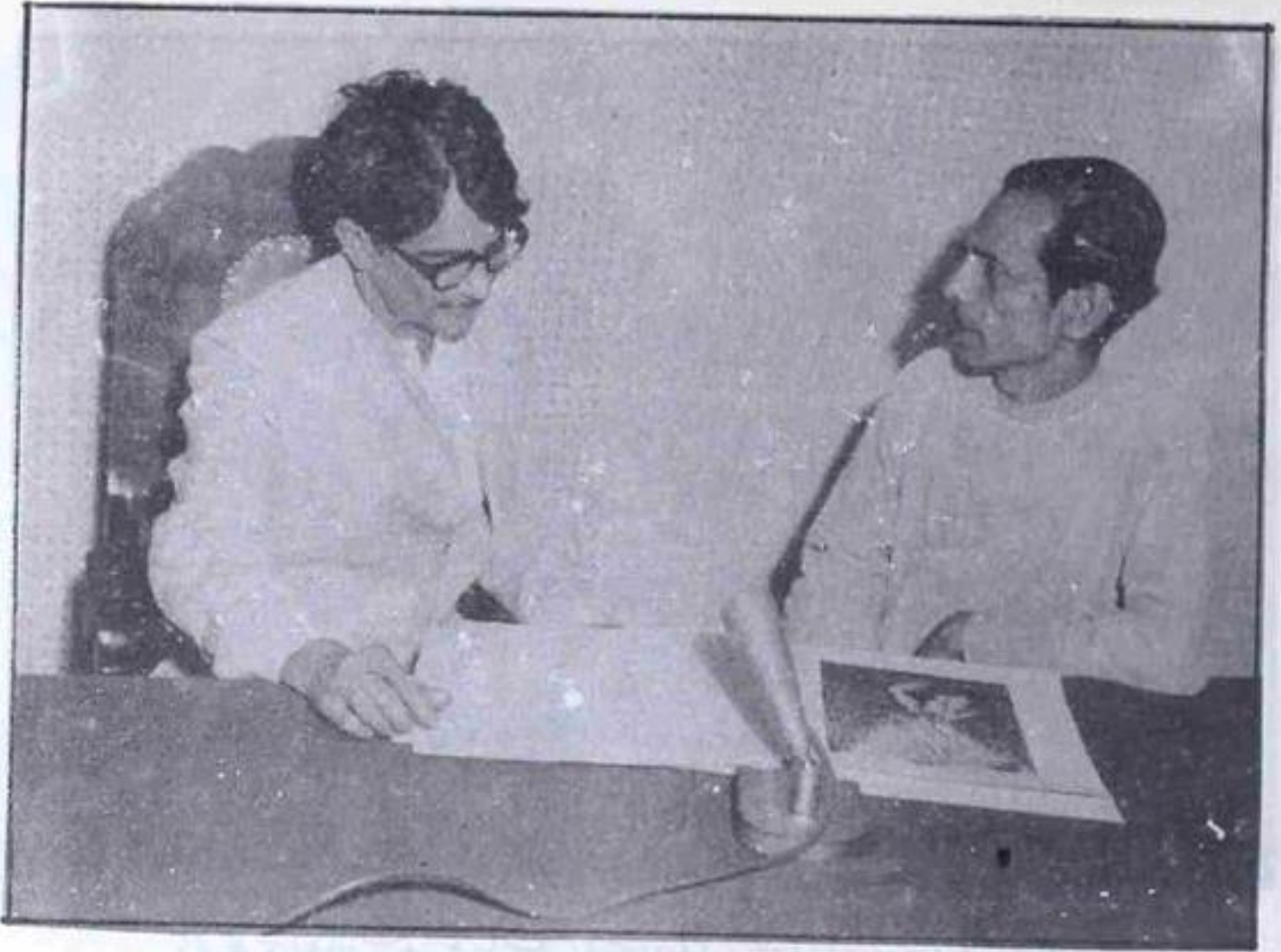
مصوّر و خطّاط، صادقین کے ساتھ۔ ریڈیو انٹرویو۔

ڈاکٹر محمد اجمل، اے حمید، انتظار حسین، عبدالشکور، مسعود مفتی اور ناصر کاظمی۔ (ریڈیو پروگرام)۔

ناصر کاظمی، وقار عظیم، عبدالشکور، سجّاد باقر رضوی (ریڈیو پروگرام)۔

مختار صدیقی، وزیرالحسن عابدی، انتظار حسین، عبدالشکور، سجّاد باقر رضوی
اور ناصر کاظمی۔ (ریڈیو پروگرام)۔
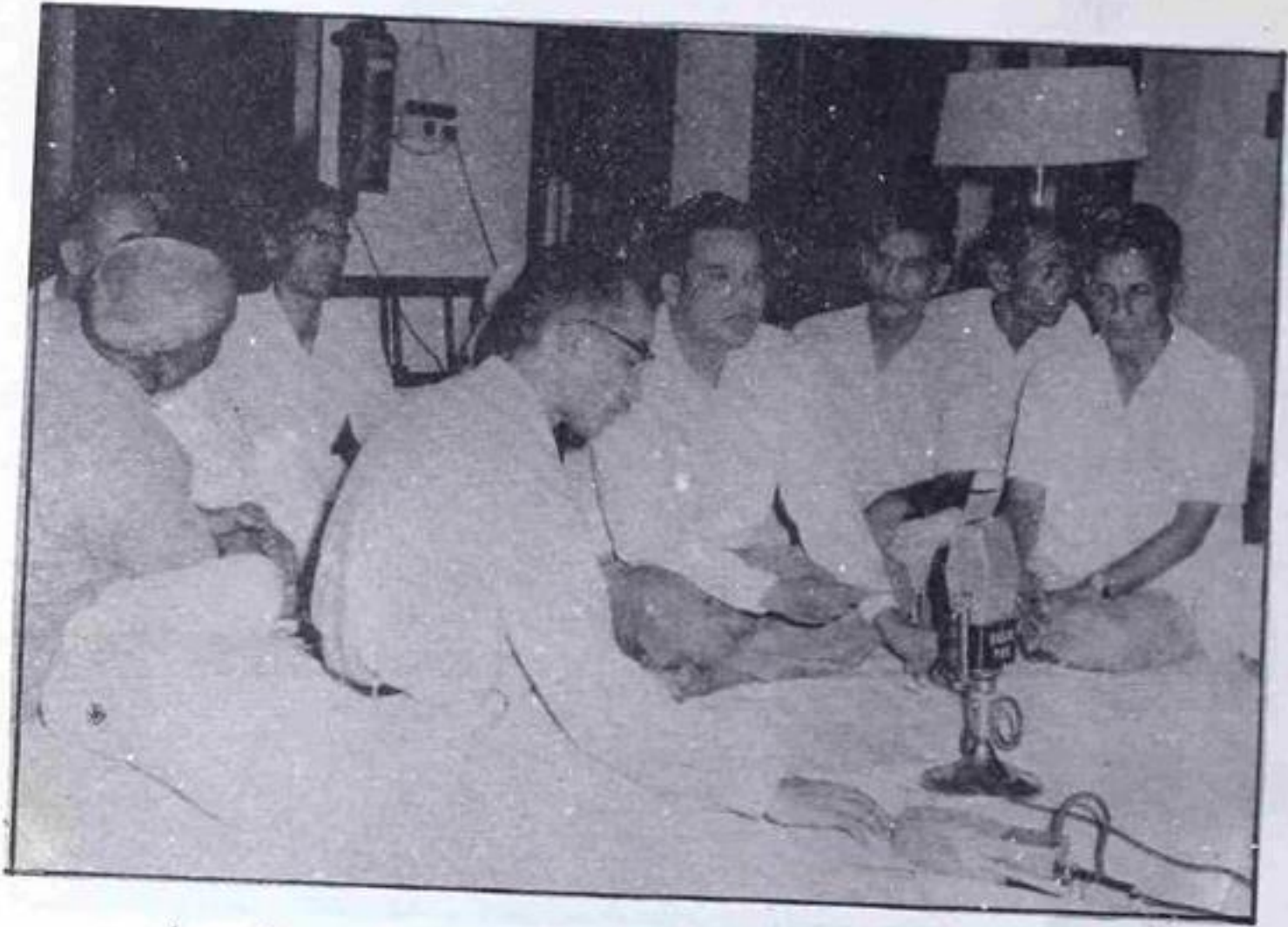
دائیں سے بائیں۔ قیوم نظر، ناصر کاظمی، انجم رومانی، محبوب خزاں، اصغر سودائی اور دیگر احباب۔

جوش ملیح آبادی اور دیگر احباب کے ساتھ۔

ریڈیو مشاعرہ۔ پیچھے دائیں سے بائیں۔ صوفی تبسم، حفیظ جالندھری، ناصر کاظمی اور احسان دانش بیٹھے ہیں۔

ریڈیو پروگرام۔ ناصر کاظمی کے دائیں طرف غلام علی (گلوکار) اور دیگر شرکاء۔

۱۹۶۹ء

نومبر ۱۹۶۹ء

۷ نومبر۔ خیبر میل سے افتخار شبیر کے ہمراہ پشاور۔ اے۔ سی۔ سی۔

---

۸ نومبر۔ صبح اسٹیشن پر مجبوب خزاں اور سعید احمد لینے آئے۔ رات کو اباسین آرٹ سوسائٹی کی طرف سے مشاعرہ۔

---

۹ نومبر۔ پشاور۔

---

۱۰ نومبر۔ رات کو محسن احسان کے ہاں اسلامیہ کالج میں چائے پی۔ رات کے پونے دس بجے خیبر میل سے لاہور کے لئے روانہ ہوا۔ مجبوب، قمر جمیل، سعید اور افتخار شبیر اسٹیشن پر آئے۔

---

۱۱ نومبر۔ صبح ۹ بجے لاہور پہنچا۔
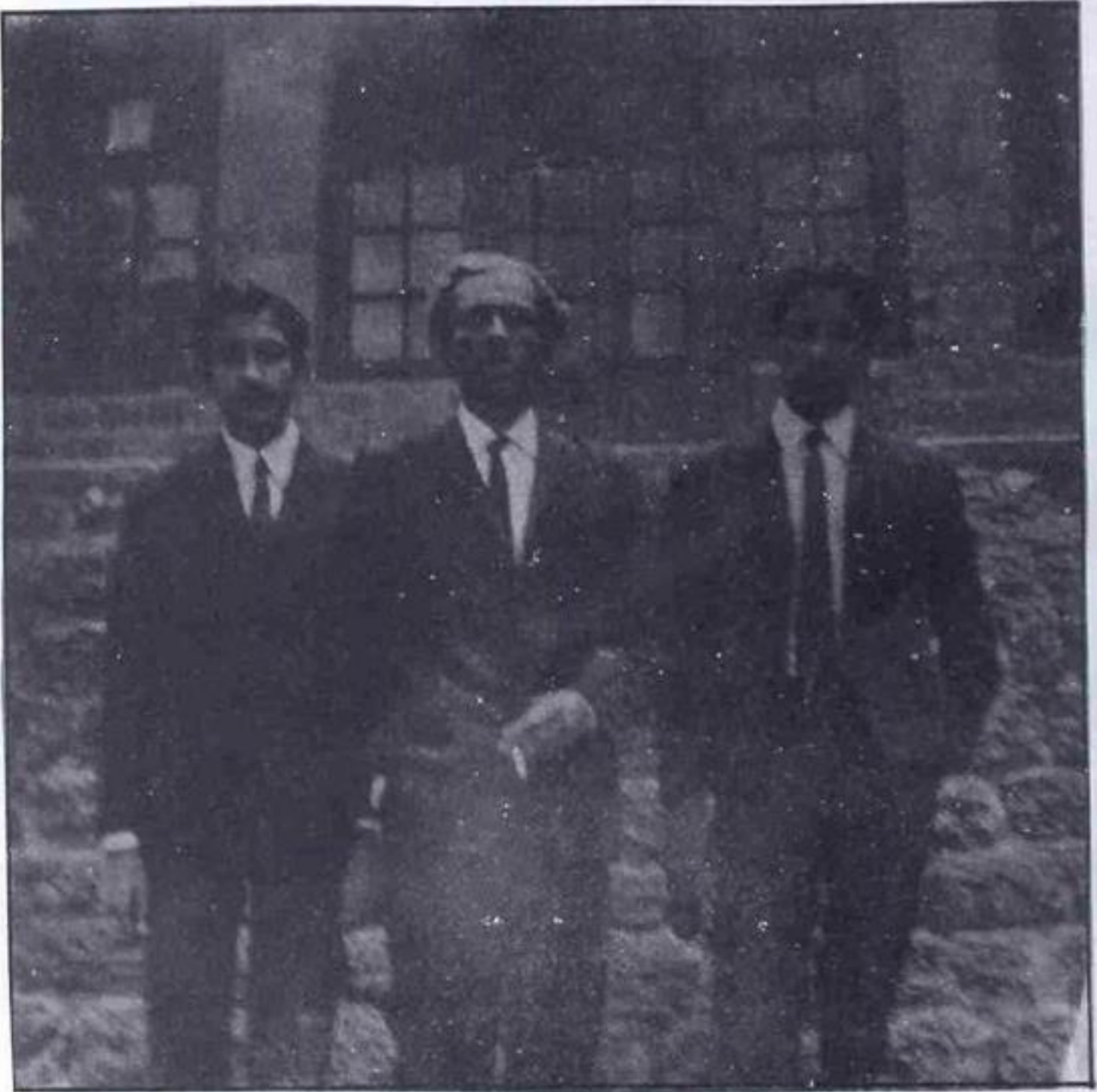
ناصر کاظمی اپنے بیٹوں باصر اور حسن کے ساتھ۔ مری ہلز

ناصر کاظمی، باصر حسن، شکیلہ جبیں (بیگم عنصر کاظمی) اور بیگم ناصر کاظمی۔

مری ہلز

پیرزادہ احمد شجاع کے ہمراہ۔

مری ہلز
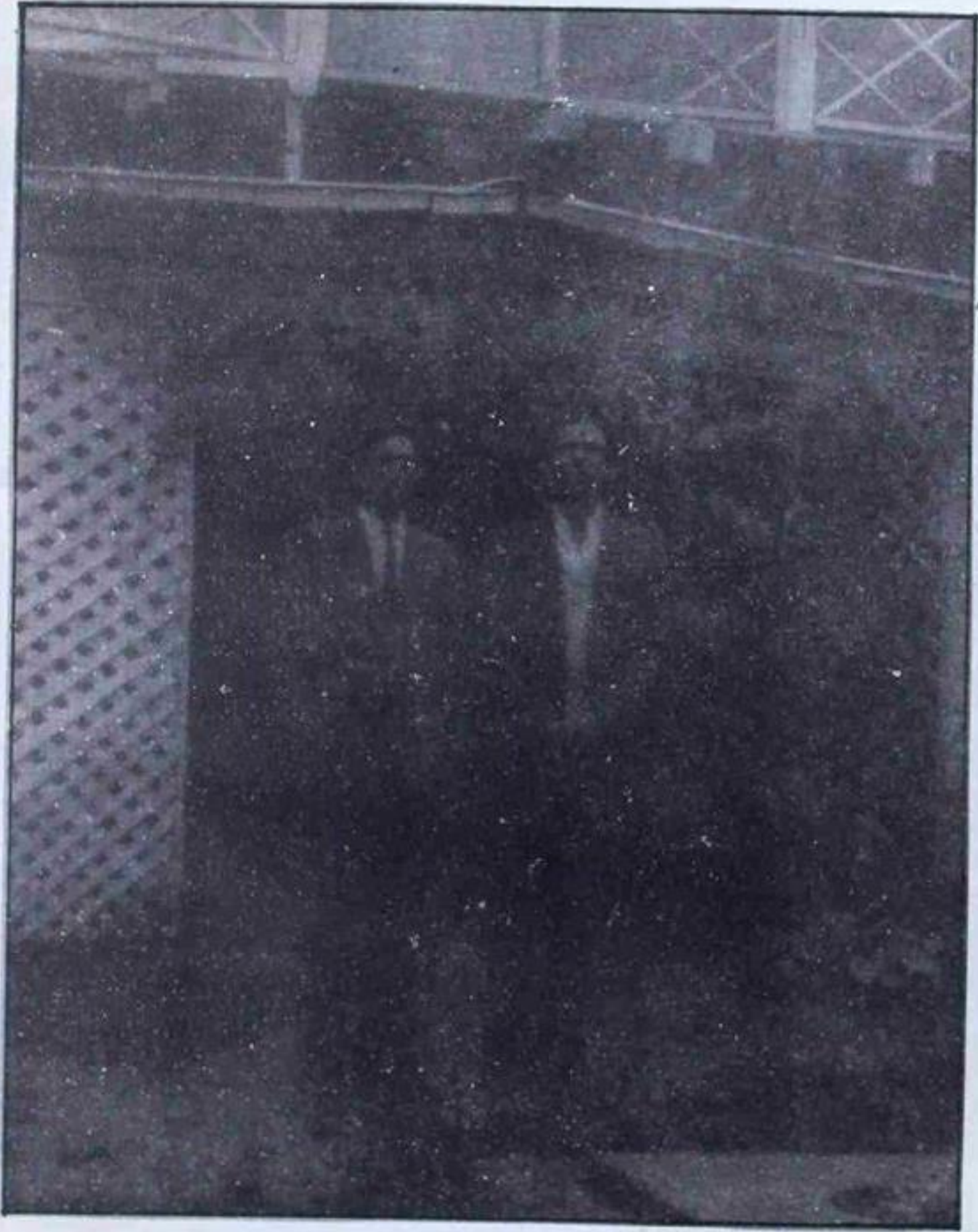
عنصر رضا کاظمی (چھوٹے بھائی) کے ساتھ۔

مری ہلز

۱۹۷۰ء

اکتوبر ۱۹۷۰ء

۲۹ اکتوبر۔ بابو نصیر الدین ملتان سے ۵۶ سبز پرّے لایا۔ ۲۰ اکرم کو دیئے۔ اس کے بعد ۶ یاسین کو دیئے۔ ایک عدد کالی پٹیت دیسی، شنا ور کے ذریعے چھمّے میاں کو لائل پور بھیجی۔

ٹی وی مشاعرہ۔ ۶ بجے شام ریڈیو ہال ——— وی۔ ٹی۔ آر۔ جوش، فیض، حفیظ جالندھری، احسان دانش، ندیم، فراز، ناصر کاظمی۔ رات کو کرشن نگر میں ندیم کی زیرِ صدارت یومِ ہوش ترمذی۔

---

۳۱ اکتوبر۔ ٹی وی نعتیہ مشاعرہ۔ وی۔ ٹی۔ آر۔
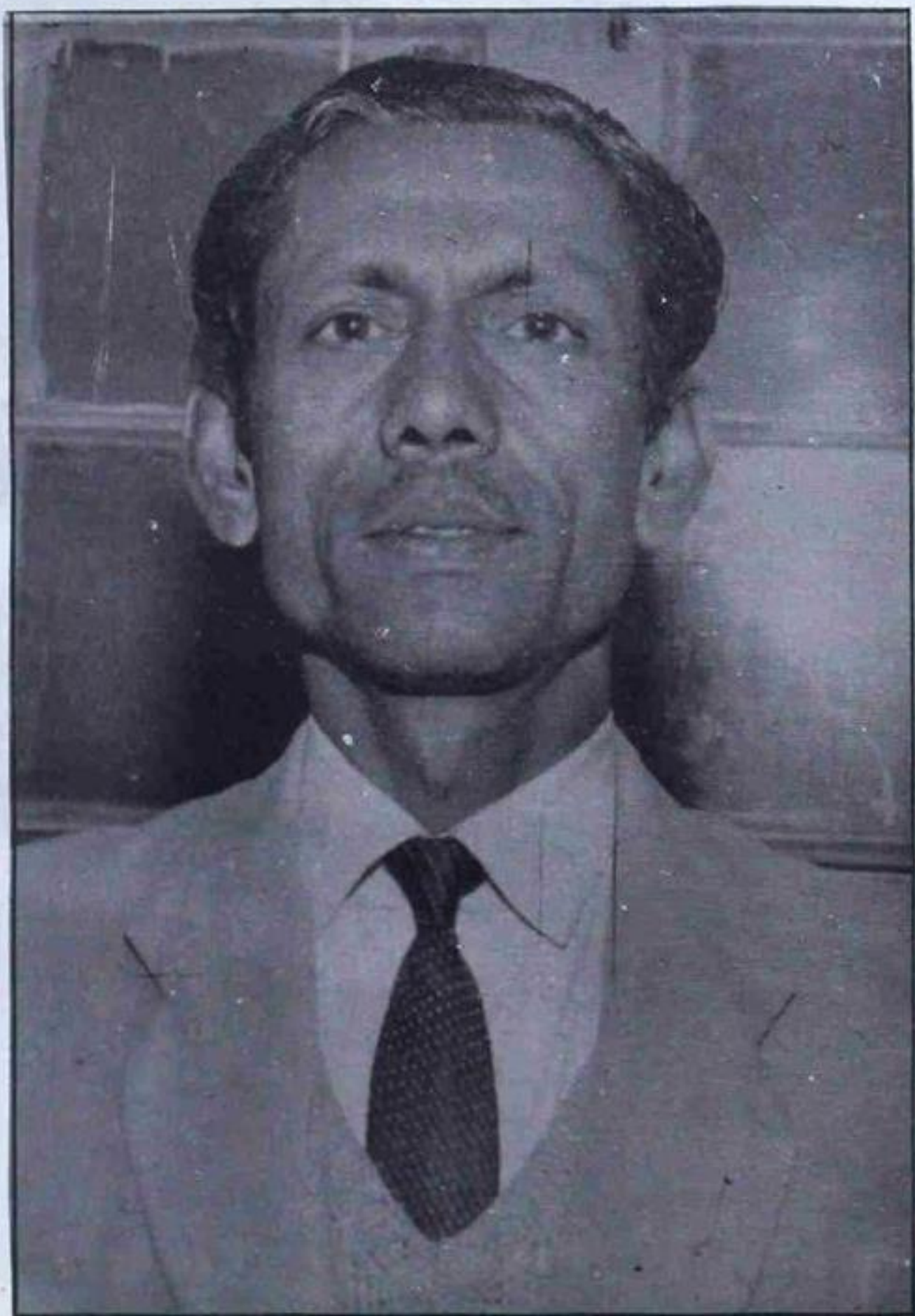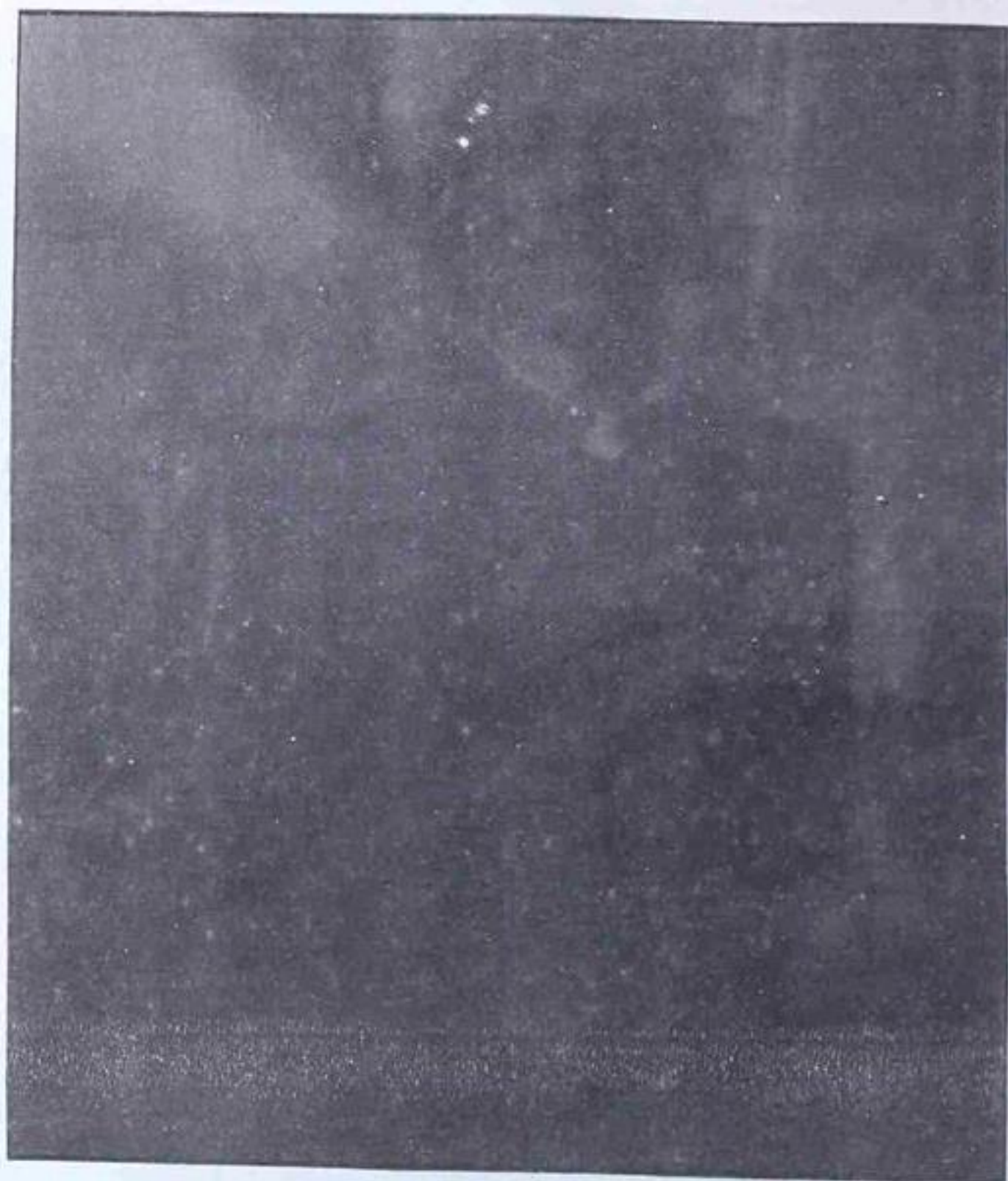
بیگم کے ہمراہ۔

ناصر کاظمی اپنی بیگم کے ہمراہ - جون ۱۹۷۰ء - مری ہلز -

ناصر کاظمی مری ہلز میں اپنے چھوٹے بھائی عنصر کاظمی کے ہمراہ۔ جون ۱۹۷۰ء۔

مری میں بھائی عنصر کاظمی کے ساتھ۔ ۱۹۷۰ء۔

دائیں سے بائیں۔ بیگم ناصر کاظمی، حسن سُلطان کاظمی، بیگم عنصر رضا کاظمی، ناصر کاظمی، باصر سُلطان کاظمی، آگے بائیں سے دائیں۔ عنصر رضا کاظمی اور اُن کے بیٹے عارف کاظمی اور رضا تنصیر کاظمی۔ جون ۱۹۷۰ء۔ مَری ہلز۔
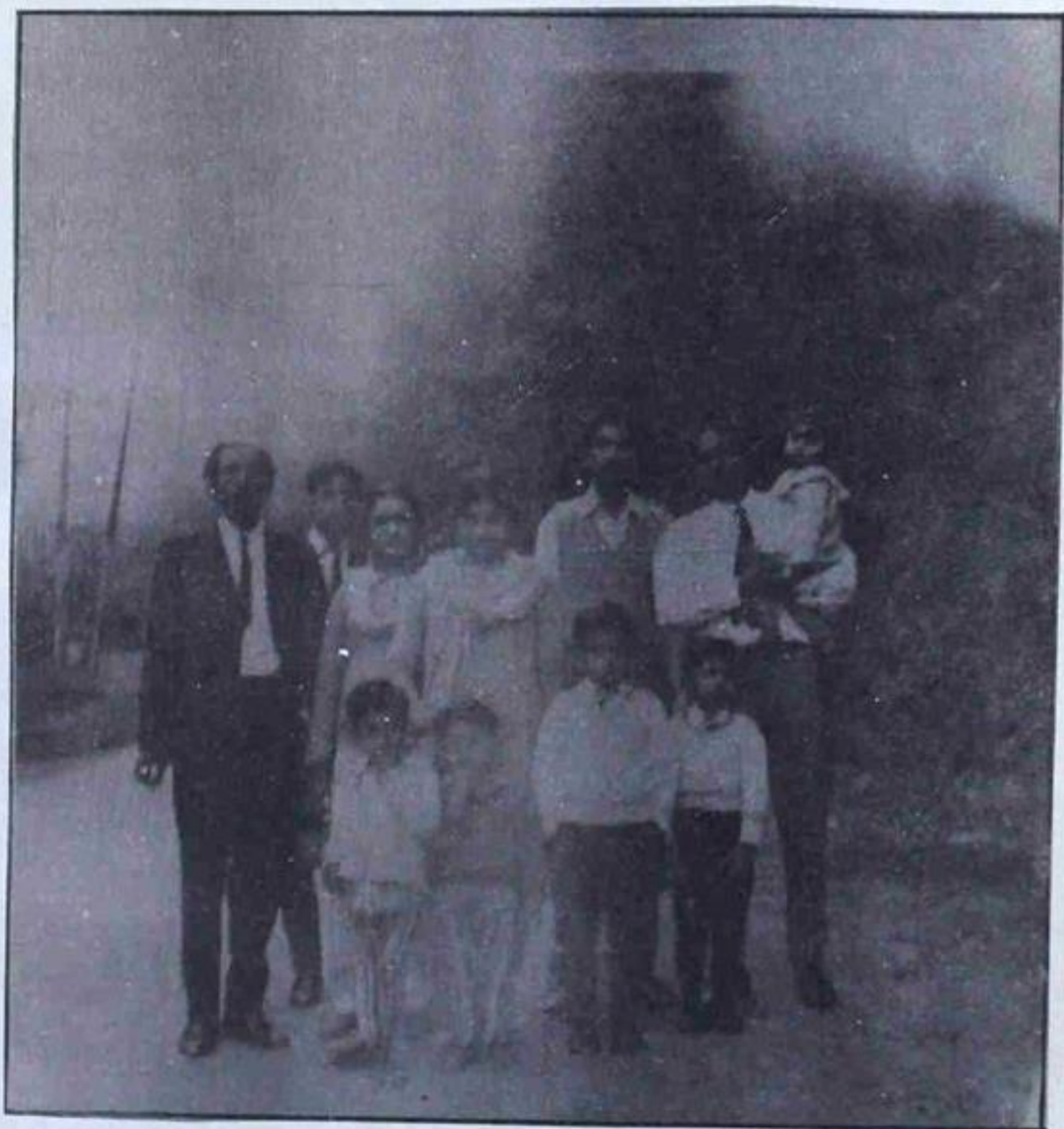
بائیں سے دائیں ۔ ناصر کاظمی، حسن، بیگم ناصر کاظمی، بیگم عنصر کاظمی، باصر، اختر حسین (عزیز)
اپنے بچے کو گود میں لیے ہوئے ۔ آگے دائیں سے بائیں ۔ اختر حسین کے بیٹے عبداللہ اور علی،
عنصر کاظمی کے بیٹے عارف کاظمی اور رضا تنصیر کاظمی ۔

بائیں سے دائیں۔ عنصر کاظمی، ناصر کاظمی (گود میں اُن کے بھتیجے عارف اور تنضیرا)، باصر سُلطان کاظمی، حسن سُلطان کاظمی اور اختر حسین کے بیٹے علی اور عبداللہ۔

الیکشن ۱۹۷۰ء کے انتخابی نتائج کے ریڈیو سے اعلانات کے موقع پر۔

۱۹۷۱ء

مارچ تا دسمبر ۱۹۷۱ء

۵ مارچ ۔ ساتویں محرّم ۔ بعد دوپہر خون کی قے ہوئی ۔

---

۶ مارچ ۔ البرٹ وکٹر ہسپتال، کمرہ نمبر ۱۳ میں داخل ہوا ۔

---

۲۶ اپریل ۔ خون دیا (برائے ٹیسٹ) جس کے سبب شدید بخار رہا ۔

یکم مئی ۔ ٹی ۔ ڈی ۔ آئی ۔ ٹیسٹ ـــــ ۹½ گھنٹے تک ۔
مفتی صاحب، انتظار حسین اور احباب آئے ۔

---

۳ مئی ۔ شیخ صاحب، صلاح الدین محمود، سلیم الرحمٰن، انتظار حسین، شہزاد اور آمر رضا آئے ۔

---

۴ مئی ۔ قتیل شفائی، مظفر وارثی، ندیم صاحب اور افتخار شبّیر صاحب آئے ۔

---

۵ مئی ۔ محبوب خزاں اور انتظار آئے ۔ بخار رہا ۔

---

۶ مئی ۔ احسان دانش صاحب ہسپتال میں داخل ہوئے ۔
نذیر قیصر، مجید صاحب، صلاح الدین محمود اور نذر مشہدی آئے ۔

---

۷ مئی ۔ محبوب خزاں، انتظار، منیر احمد شیخ وغیرہ آئے ۔

---

۸ مئی ۔ حفیظ تائب آئے ۔ سلیم احمد کا خط ملا اور پیغام بذریعہ شخصے ۔

---

۹ مئی ۔ احسان صاحب کے ہاں، گڈو بھی ساتھ تھا ۔ ؎

اُسی سے مانگ جو کچھ مانگنا ہے اے اکبؔر
یہی وہ در ہے کہ ذِلّت نہیں سوال کے بعد

جواب دینے کے بدلے وہ شکل دیکھتے ہیں
یہ کیا ہوا میرے چہرے کو عرضِ حال کے بعد

اکبؔر الہ آبادی کے یہ دو شعر احسان دانش صاحب نے سُنائے ۔

---

۱۰ مئی ۔ قاسم رضوی کا فون آیا ۔ محبوب خزاں آئے ۔

---

۱۱ مئی ۔ ہوموگلوبن ٹیسٹ ۔

---

۱۲ مئی ۔ محبوب خزاں، انتظار، مشتاق اور ڈاکٹر جمیل آئے ۔ آئس کریم ۔

۱۹۷۱ء

---

۱۳ مئی ۔ آج طبیعت بحال رہی ۔ رات کو ڈریگون میں آئس کریم کھائی ۔

---

۱۴ مئی ۔ آج صبح سے حال خراب رہا ۔ بیگم آئیں ۔
احسان دانش صاحب سے ملے ۔ انتظار آیا ۔

---

۱۵ مئی ۔ بیگم آئیں ۔ رات کو انڈس ہوٹل میں کھانا کھایا ۔

---

۱۶ مئی ۔ شمیم نیاز ، انجم رومانی ، بھائی سالم اور خالہ ، مفتی صاحب ، احمد مشتاق ، شہزاد اور اعجاز ساجد ۔

---

۱۷ مئی ۔ مسعود قریشی ، مجید صاحب ، انتظار ، افتخار بھائی ، آغا خاکی صاحب اور بھابھی آئے ۔

---

۱۸ مئی ۔ ندیم صاحب ، مجید صاحب ، انتظار معہ بیگم ، ڈاکٹر عالمگیر ، ڈاکٹر جمیل ، اخلاق احمد دہلوی اور بیگم ۔

---

۱۹ مئی ۔ منہ اندھیرے ½۳ بجے چنبیلی کے پھول نظر آئے ۔ سائٹمن کے انجکشن پھر شروع کیے ۔ ٹمپریچر ۹۷ ۔

---

۲۰ مئی ۔ مفتی صاحب ریوالور کا لائسنس دے گئے ۔
انور سجاد ، بھابھی ، صابری صاحب ، ڈاکٹر عالمگیر صاحب ، ہوش صاحب

کی صاحب زادی اور داماد آئے ۔ بعد دوپہر گھر گیا۔ عبدالعزیز خالد صاحب بھی آئے۔
صُبح کو بارش ہوئی ۔ رات کو بھی بارش ہوئی۔ بارش میں ڈریگون میں سوپ پیا
اور ۱۰½ بجے رِدالے کر واپس آیا۔ ٹمپریچر ۹۷۔

---

۲۱ مئی ۔ عنصر، بیگم، گڈو، خزاں، پروفیسر عالمگیر صاحب، دانتوں
کا ڈاکٹر، بھائی حامد، حبیب کیفوی آئے۔

---

۲۲ مئی ۔ فیضان، اخلاق احمد دہلوی، اکبر کاظمی، تابش رضوی، بڑی
بھابھی، عنصر اور ناصر آئے۔ رات کو افتخار کا فون آیا۔ پروفیسر عالمگیر صاحب'
مشتاق احمد اور قتیل صاحب۔ رات کو ڈریگون۔

---

۲۳ مئی ۔ منور سلطانہ، عقیل رُوبی، تابش رضوی آئے صلاح الدین
محمود صاحب کا فون آیا۔ نذیر چوہدری وفات پاگئے۔ اُن کا چھوٹا لڑکا آیا۔
حنیف کو خط لکھا۔

---

۲۴ مئی ۔ انتظار، ناصر زیدی، ڈاکٹر شفیع صاحب، ڈاکٹر عالمگیر۔

---

۲۵ مئی ۔ مجبوب، انتظار، صلاح الدین محمود، بیگم، بشیر غوری،
کرنل صاحب اور ڈاکٹر صاحب۔

---

۲۶ مئی ۔ کرنل صاحب، مجید صاحب، جالب، ننھا، عنصر،

ڈاکٹر عالمگیر، کرشن نگر والے خان صاحب اور بھائی افتخار صاحب آئے۔

طبیعت خراب رہی۔

---

۲۷ مئی ۔ ڈاکٹر عالمگیر صاحب۔

---

۲۹ مئی ۔ دانشوران بھارت سے خطاب۔ ۴۰-۴ بجے شام۔

---

۳۰ مئی ۔ ½۲ بجے دن میں تقریر نشر ہوئی۔

---

۳۱ مئی ۔ دفتر گیا، ڈیوٹی پر۔ عالی ملا۔ منیر نیازی۔ شام کو باصر اور انتظار آئے۔ رات کو گھر سویا۔

یکم جون ۔ ہسپتال سے صبح ۱۰ بجے ڈسچارج ہوا۔ ۵۰۰ نقد اور ۵۰۰ روپے کا چیک راجپوت صاحب کو دیا۔ دفتر گیا۔ جیلانی صاحب سے فون پر بات کی۔ تنخواہ لی۔ دفتر سے اُٹھ کر افتخار شبیر کے دفتر گیا۔ قاسم رضوی سے فون پر بات کی۔ واپس آیا تو ہائی کورٹ سے مقدمہ مکان کا نوٹس ملا۔

---

۲ جون ۔ جسٹس ذکی الدین پال کی عدالت میں کیس چوہدری محمد اقبال نے ملتوی کرایا۔ محبوب کے ہاں گڈو کے ساتھ گیا۔

---

۵ جون ۔ سعید اختر صاحب کے پاس گیا۔

۶ جون - بٹ صاحب گھر آئے۔

---

۸ جون - افتخار شبیّر اُن کی بیگم اور محبوب خزاں آئے۔

---

۹ جون - جسٹس سلیم اظہر کی عدالت میں شیخ سعید اختر (ایڈووکیٹ) اور چوہدری محمد اقبال ہماری طرف سے پیش ہوتے - پہلا کیس، شیخ آفتاب، زیدی کی طرف سے بولتا رہا - پھر چائے کے بعد بولتا رہا - محبوب کے پاس گیا۔ رات کو گڈو کے ساتھ سعید اختر کے پاس گیا۔

---

۱۰ جون - پہلا کیس - شیخ آفتاب مسلسل ۱ بجے تک بولتا رہا - رات کو سعید اختر صاحب کے ہاں گیا - سیٹلمنٹ فائل رِٹ برانچ لٹن روڈ کا میں نے اور عنصر نے معائنہ کیا - ۱۲ بجے دن کے وقت۔

---

۱۱ جون - صبح پہلے نمبر پر تقریباً ½ گھنٹہ شیخ آفتاب بولتے رہے - پھر عدالت برخواست - دفتر گیا - شیخ سعید اختر کے ہاں رات کو بھی گیا۔

---

۱۲ جون - صبح ۱۱ بجے شیخ سعید اختر صاحب کے ہاں گیا، نہیں مِلے۔ پھر دفتر گیا - پہلی ڈائری مل گئی - عنصر ایجرٹن روڈ سے نقلیں لایا۔

---

۱۳ جون - شیخ سعید اختر کے ہاں صبح ½ ۱۱ بجے گیا اور ۲۰۰ روپے کا چیک دیا - افتخار شبیّر کو فون کیا - رات کو ½ ۸ بجے شیخ سعید اختر کے ہاں

پڑ گیا، ۱۷ جون کو پیشی لگی مگر صبح بھی جانا ہے۔

---

۱۶ جون ۔ شیخ سعید اختر کو ۱۲ بجے مکان دکھایا ۔ اُن کے نئے گھر بھی گئے۔ دفتر گیا۔

---

۱۷ جون ۔ صبح ہائی کورٹ گیا۔ پھر دفتر گیا اور نغمے دیئے۔ ۱۱ بجے پھر ہائی کورٹ ـــــ ½ ۱ بجے چوہدری اقبال پیش ہوئے ۔ ۲۱ جون کی صبح پہلا کیس لگا۔

---

۱۸ جون ۔ دفتر گیا۔ گھر آیا۔

---

۱۹ جون ۔ شبّیر صاحب کے دفتر گیا۔ اجلال کو فون کیا ۔طبیعت خراب رہی ۔ رات کو گڈو کے ساتھ ٹی ہاؤس گیا، پہلی بار اُس نے ٹی ہاؤس میں غزل سُنائی ۔ سہیل، سلیم شاہد اور احمد مشتاق ۔

---

۲۰ جون ۔ دن کو ڈاکٹر رحمٰن کے ہاں سے دوا لایا۔ گھر پہ ہی رہا ۔ رات کو چوہدری اقبال کو ۱۰۰ روپے دیئے ۔عنصر اور ہیں گئے ۔شیخ سعید اختر سے بھی ملے ۔ صبح پیشی ہے ۔

---

۲۱ جون ۔ چائے کے بعد سوا گیارہ بجے صبح پیشی ہوئی اور بغیر فیصلے کے کیس کل پر ملتوی ہوا ۔ رات کو شیخ سعید اختر صاحب نے حلف نامہ ٹائپ

کرایا۔ دفتر سے مکمل چھٹی لی۔

---

۲۲ جون ۔ اِس وقت رات کا ایک بج چکا ہے اور میں حسبِ معمول جاگ رہا ہوں۔ طبیعت خراب ہے۔ دانت میں سخت درد ہے۔ آج حلف نامہ داخل کرایا۔ پیشی نہیں ہوئی۔

---

۲۳ جون ۔ پیشی ہوئی۔ شیخ صاحب نہیں پہنچے۔ عدالت برخواست۔ دوسری عدالت ـــــ ٹی وی کے لئے نظم 'اے وطن' ـــ ریڈیو پروگرام 'حرف وصوت' کی ریکارڈنگ شام کو پانچ بجے ہوئی، ۹½ بجے رات نشر ہوا۔ ندیم صاحب کا مضمون۔ وقار عظیم، انتظار اور مختار صدیقی ـــ 'ہماری شاعری میں بزم و رزم'۔

---

۲۴ جون ۔ شبیر کے ہاں گیا۔ سعید اختر کو فون کیا۔

---

۲۶ جون ۔ رات کو ہوٹل انٹر کانٹیننٹل۔

---

۲۷ جون ۔ گھر پہ رہا۔ رات کو انٹر کانٹیننٹل، مشتاق احمد کے ساتھ۔

---

۲۸ جون ۔ دفتر نہیں گیا۔ صبح ۱۰ بجے سے ۵ بجے تک محبوب کے ہاں رہا۔ شام کو ریاض چوہدری کے ہاں گیا۔ رات کو شیخ سعید اختر اور چوہدری اقبال کے ہاں ـــــ کل صبح جسٹس ایچ ایس قریشی کے ہاں پیشی ہے۔

---

۲۹ جون۔ پیشی نہیں ہوئی۔ دفتر سے چھٹی۔

---

۳۰ جون۔ پیشی ہوئی۔ شیخ آفتاب صاحب بولے مگر ہمارے شیخ صاحب فارغ نہیں تھے ——— باقی کل۔ دفتر گیا۔ پھر محبوب کے ہاں دفتر گڈو کے ہمراہ جم خانہ کلب سے کھانا منگوا کر کھایا۔ قمر جمیل سے فون پر بات کی۔

یکم جولائی۔ صبح ۱/۲ ۱۰ بجے کیس مکمل سُنا گیا۔ پھر دفتر گیا۔ تنخواہ وصول کی۔ مشاعرہ ریڈیو۔

---

۲ جولائی۔ رات سے بارش، راستہ بند۔ دفتر گیا۔ رات کو شیخ سعید اختر کے ہاں عنصر کے ہمراہ گیا۔ رات پھر بارش۔

---

۳ جولائی۔ دفتر گیا——— بیلا، آتش کا تلفظ، نسیمِ سحر کتاب کی رپورٹ بھیجی۔

---

۴ جولائی۔ صبح ۱۰ بجے سیف کے ہاں گئے۔ عنصر بھی ساتھ تھا۔ خواجہ صلاح الدین نہیں مِلے۔ ریڈیو گاڑی آئی واپس چلی گئی۔ رات کو الفلاح ننھے کے ہمراہ۔

---

۵ جولائی۔ دفتر گیا۔ آفتاب احمد، مسعود صاحب کے کمرے میں مِلے۔ دوپہر کو گھر آیا۔ رات کو باہر گیا۔ دن میں معمولی بونداباندی ہوئی۔

بینک میں چھ سو روپے جمع کرائے۔

---

۶ جولائی ۔ سالگرہ شادی، ۱۹۵۲ء۔ صبح سویرے اُٹھا۔ ٹی ہاؤس میں ۷ ۳/۴ بجے صبح چائے پی۔ پھر شیخ صاحب کے دفتر گیا، وہ نہ ملے۔ پھر محبوب کے ہاں دفتر گیا۔ وہ پونے نو بجے آتے۔ بھائی کا فون آیا کہ مقدمے کا ہمارے حق میں فیصلہ ہو گیا۔ شبیّر کے ہاں گیا۔ شیخ سعید کے ہاں گیا۔ آج جسٹس قریشی نے فیصلے کا اعلان کیا۔

---

۷ جولائی ۔ دفتر گیا۔ نقل فیصلہ کے لئے عنصر نے عرضی دی۔ عنصر کے ہمراہ چوہدری اقبال کے ہاں رات کو گیا۔ صبح احمد مشتاق کے ساتھ شیزان میں چائے پی ۔ رات کو مشتاق کے ہاں تھوڑی دیر کے لئے گھر گیا۔ جیلانی صاحب کو ملتان فون کیا۔

---

۸ جولائی ۔ دفتر گیا۔ رات کو شیخ سعید صاحب کو ۲۰۰۰ روپے کا چیک دیا۔ ۲۵ روپے اقبال منشی اور ۱۰ روپے مسکین کو دیئے ۔ واپسی میں رات کو آم لئے۔ قمر جمیل کا خط ملا۔ دن میں شہزاد کے دفتر گیا۔ مکان کے فارم منگوائے۔

---

۹ جولائی ۔ تھوڑی دیر کے لئے دفتر گیا۔ شام کو کبوتروں میں۔ رات کو ہائیکو میں ——— ٹی ہاؤس بھی گیا۔

---

۱۰ جولائی۔ علی الصباح اذان کے ہمراہ آنکھ کھلی۔ ٹھنڈا دودھ پیا۔

---

۱۴ جولائی۔ نقل فیصلہ حاصل کی۔

---

۲۲ جولائی۔ میں باہر تھا۔ رات کو ½۱۰ بجے محبوب، شبیرؔ معہ بیگم آئے۔

---

۲۳ جولائی۔ محبوب کے دفتر دن بھر رہا۔

---

۲۴ جولائی۔ دفتر گیا۔ رات کو ننھے کے ہاں آم کھائے۔

---

۲۶ جولائی۔ میں اپنے دل کی دھڑکنوں کے ہمراہ اکیلا جاگتا ہوں۔

---

۳۱ جولائی۔ اجلال صاحب سے ملاقات۔ صبح محبوب کے ساتھ دفتر گیا۔ دوپہر کو محبوب کو گھر لایا، کھانا کھایا۔ شام کو بیگم کا کولیسٹرول لیول ٹیسٹ کروایا۔ رات کو افتخار شبیرؔ کے ہاں۔ جم خانہ سے کھانا منگوایا۔ ایک بجے رات محبوب ہمیں چھوڑ کر گیا۔

---

۷ اگست۔ افتخار شبیرؔ، اُن کی بیگم اور اپنی بیگم کے ہمراہ اوریگا گلبرگ میں دوسرا شو "سلامِ محبت" دیکھی۔ اِس سے پہلے دارالکباب میں تکّے کھائے۔

۱۹۷۱ء

۸ اگست ۔ دن بھر گھر پہ پڑا رہا۔

---

۹ اگست ۔ دفتر گیا ------- اور پھر گھر پہ ہی رہا۔ مری ریسٹ ہاؤس کا پرمٹ ملا۔ تین میٹیں ریل کار کے لئے پنڈی تک ریزرو کرائیں۔

---

۱۰ اگست ۔ محبوب خزاں کے ہاں گیا۔ گڈو، پپّو کے ہمراہ اسٹیشن تک گیا۔ محبوب کا ڈرائیور گاڑی دیر سے لایا۔ اس لئے گاڑی چھوٹ گئی۔ ٹکٹ واپس کئے۔

---

۱۲ اگست ۔ رات بھر درد رہا۔

---

۱۳ اگست ۔ شام کو ڈاکٹر عالمگیر کے ہاں گیا۔ وہ ایبٹ آباد گئے ہوئے تھے۔ اِس کے بعد بیگم کے ہمراہ مسعود قریشی کے ہاں گیا۔

---

۱۴ اگست ۔ شام کو ساڑھے چھ بجے محبوب آیا۔ عنصر کو ساتھ لے کر ڈاکٹر کمال کے ہاں گیا۔ نسخہ لکھوایا۔ محبوب نے ۱۶ روپے فیس دی اِس کے بعد مسعود صاحب کے ہاں گئے پھر شبّیر کے ہاں ——— اِس کے بعد گھر آئے۔

ڈاکٹر کمال کے منہ سے ایک فقرہ نکلا جسے محبوب نے مصرع بنا دیا۔

ع سگریٹ کا کش لگا کے دُھواں اُس کا دیکھنا۔

---

۵ ستمبر۔ چھ ستمبر صبح کا پروگرام "شہروں کے گیت"۔

---

۶ ستمبر۔ صبح — "شہروں کے گیت" (ریڈیو فیچر)۔
علی الصبح صوفی صاحب کا علاج شروع کیا۔ گیارہ بجے ندیم قاسمی صاحب آئے۔
گوجرخان بذریعہ کار گئے۔ رات کو مشاعرہ پڑھا۔ طبیعت بدستور خراب رہی۔

---

۷ ستمبر۔ ندیم صاحب اور قاسمی صاحب اور گڈو کو لے کر گوجرانوالہ گیا۔

---

۱۰ ستمبر۔ گجرات۔ مشاعرہ رات کو۔ حسن کے ہمراہ گیا۔ صبح چار بجے کالا شاہ کاکو
پہ بارش ہوئی۔

---

۱۸ ستمبر۔ آرٹس کونسل لاہور کے زیر اہتمام مشاعرہ۔

---

۲۲ ستمبر۔ ریڈیو پروگرام "حرف وصوت" — اُردو شاعری میں
نعت گوئی۔

---

۲۴ ستمبر۔ تلفظ چیک کیا۔

---

۱۵ اکتوبر۔ صبح سات بجے ریل کار سے قاسمی صاحب، قتیل صاحب،
مظفر وارثی اور فراز۔ راولپنڈی۔ دوپہر کا کھانا آمر رضا (کزن) کے ہاں
کھایا۔ شام کو اُس کے ہمراہ پشاور گئے۔ جانسنز ہوٹل — رات کو مشاعرہ۔

---

۱۶ اکتوبر۔ دن کا کھانا خلیل الرحمٰن کے ہاں کھایا۔ شام کو راولپنڈی پہنچے۔

---

۱۷ اکتوبر۔ راولپنڈی۔

---

۱۸ اکتوبر۔ راولپنڈی۔ شام کو ریل کار سے سوار ہو کر رات کو ۱۰ بجے لاہور پہنچا۔

---

۱۹ اکتوبر۔ طبیعت خراب رہی۔ دفتر گیا۔

---

۲۰ اکتوبر۔ صحت خراب رہی۔ شام کو پھر حملہ ہوا اور ہسپتال میں لایا گیا۔

---

۲۱ اکتوبر۔ ایس۔ ڈبلیو۔ ایم وارڈ۔ سائیڈ روم۔ بعد دوپہر، اے۔ وی۔ ایچ وارڈ، بستر نمبر ۶۔

---

۲۲ اکتوبر۔ عالمگیر صاحب۔

---

۲۳ اکتوبر۔ اے۔ وی۔ ایچ، کمرہ نمبر ۳۹ میں منتقل ہوا۔
ڈاکٹر صاحب صبح دیکھ گئے تھے ——— H.G – 66 %

---

۲۴ اکتوبر۔ Blood Transfusion

---

۲۵ اکتوبر۔ انتی (انتظار حسین)، مشتاق اور ضمیر۔

---

۲۷ اکتوبر۔ Blood Transfusion ۔ عسکری صاحب۔

---

۲۹ اکتوبر۔ H.G--- 91% ۔ رات کو کرشن نگر گیا۔

---

۳۰ اکتوبر۔ رات کو تھوڑی دیر کے لیے کرشن نگر گیا —— عرضی برائے رخصت۔

---

۳۱ اکتوبر۔ جمشید آیا، شام کو انتظار۔ رات کو کرشن نگر گیا۔

یکم نومبر۔ H.G---98% ۔ قمر جمیل کا خط ملا۔
سالگرہ حسن۔ H.G---95%

---

۲ نومبر۔ صبح ½۸ بجے ایکسرے کے لئے گیا۔ اب معلوم ہوا کہ کل پھر یہ عذاب کھینچنا ہوگا۔

---

۳ نومبر۔ ایکسرے —— عنصر تنخواہ لایا۔ رات کو ڈاکٹر نوروز کے ہاں چائے۔

---

۴ نومبر۔ ایکسرے۔ Two Spots -- Result.

---

۵ نومبر۔ رات سے طبیعت خراب ہے۔ رات Basopan کا انجکشن لیا۔

---

۶ نومبر۔ Bardase نئی دوا شروع کی۔

---

۷ نومبر۔ پروفیسر سردار علی شیخ نے اپریشن تجویز کیا۔ آج سخت درد رہا۔

---

۸ نومبر۔ رات کو گھر گیا۔ اصغر کو لے کر آیا۔ چائے بنائی۔ آج طبیعت بہتر ہے۔ افتخار شبیر آئے۔

---

۹ نومبر۔ ڈاکٹر صاحب نہیں آئے۔ عنصر آیا۔ گڈو کے ساتھ ڈاکٹر ماجد کے ہاں گئے۔ سعید محمود، مشتاق، انتظار اور زاہد ڈار آئے۔ شام کو شہزاد آیا۔

---

۱۰ نومبر۔ طبیعت کچھ بہتر رہی۔ ڈاکٹر عالمگیر صاحب آئے۔ بلڈ بنک میں معائنہ کرایا۔ H.G -- 95% غذا دن کو، صبح دلیہ، دودھ۔ دوپہر کو چانپ مرغ اور جیلی۔ رات کو دودھ۔

---

۱۱ نومبر۔ شام کو ضمیر صاحب آئے۔ جاوید شاہین اور شہرت بخاری بھی آئے۔

---

۱۲ نومبر۔ دن کو صبح افتخار شبیّر صاحب آئے۔ ڈاکٹر صاحب، رات کو ماجد صاحب کے ساتھ آئے۔

---

۱۶ نومبر۔ صبح محبوب کے دفتر گیا۔ اجلال بھائی کو کراچی فون کیا۔ رضوی صاحب کا خط ملا۔ ہسپتال سے بعد دوپہر چھٹی لی۔ محبوب کی گاڑی میں گھر آیا۔

---

۱۷ نومبر۔ رات کو ضمیر صاحب اور شبیّر صاحب گھر آئے۔ دوپہر کو مسعود قریشی صاحب اور سجّاد ترمذی گھر آئے۔

---

۱۸ نومبر۔ سجّاد صاحب کو لے کر افضل ڈاکٹر کے ہاں گیا۔

---

۱۹ نومبر۔ عید کا اعلان۔

---

۲۰ نومبر۔ عید —— بھائی حامد آئے۔ مشتاق آیا۔

---

۲۱ نومبر۔ گھر پہ ہی رہا۔

---

۲۲ نومبر۔ شبّیر صاحب کو فون کیا۔ انجکشن لگوایا۔ عنصر، نذیر اور اصغر کے ہمراہ شاہدرہ گئے۔ عبیداللہ صاحب نہیں ملے۔ مشرقی پاکستان پر تین طرف سے حملہ۔

---

۲۳ نومبر۔ صبح باہر نکلا۔ صابری صاحب کا علاج شروع کیا۔ رات ماجد صاحب کھانے پر آئے۔ ملک میں ہنگامی حالات کا اعلان۔

---

۲۴ نومبر۔ اِس وقت رات کا ایک بجا ہے۔ شہر سنسان ہے۔ سڑکوں پر پولیس گشت کر رہی ہے۔ چاروں طرف اندھیرا ہے۔ نہ جانے صبح تک کیا ہو جائے۔ آج رات ½۸ سے ½۹ بجے تک بلیک آؤٹ رہا۔ نذیر کی بیٹھک میں بیٹھے چائے پیتے رہے۔ صابری صاحب کی دوا سے کچھ افاقہ ہے۔ رات کو فرائی انڈا اور ٹوسٹ کھایا۔

---

۲۵ نومبر۔ صبح سویرے اُٹھا۔ رضوی صاحب کو خط لکھا۔ ایک سادہ ٹوسٹ دودھ کے ساتھ کھایا۔ رات کو بلیک آؤٹ۔

---

۲۶ نومبر۔ آج رات طبیعت ذرا بہتر تھی۔ رات کو Brown out سات بجے محبوب آیا۔ چائے پی۔ دن میں کبوتر خوب اُڑائے۔

---

۲۷ نومبر۔ طبیعت ذرا خراب رہی۔ دوا مسلسل جاری ہے۔ کبوتر خوب اُڑائے۔ ۷ سے ½۷ بجے تک بلیک آؤٹ۔ مسلسل براؤن آؤٹ۔ ۱۲ بجے رات تک نذیر کے ہاں محفل رہی۔

---

۲۸ نومبر۔ صبح آنکھ کھلی۔ دودھ پی کر پھر سو گیا۔ ۱۱ بجے اُٹھ کر نذیر کے ہاں گیا۔ رات ۱۲ بجے تک زاہدی ہوٹل —— اصغر، اکرم اور عنصر۔

---

۲۹ نومبر۔ صبح ½۶ بجے نذیر نے آ جگایا۔ اُسے ۵۰ روپے دیئے، سرگودھا سے کبوتر لانے کے لئے۔ پھر سو رہا۔ ½۹ بجے خزاں کی گاڑی

نے آجگایا۔ اُس کے دفتر گیا۔ ریحان صدیقی کے ہاں قمر جمیل سے فون پر بات کی۔ پھر نصیر ترابی سے بات ہوئی اور نئے مجموعے کی اشاعت کے لئے تجویز آئی۔ پھر ضمیر احمد آتے اور اُن کے ہاں گئے۔ وہاں شبّیر آتے۔ شبّیر اور خزاں ۲½ بجے مجھے گھر چھوڑ گئے۔ جنگ کی خبریں تشویشناک ہوتی جا رہی ہیں۔ رات کو نذیر کے ہاں محفلِ کبوتر بازاں۔ ماسٹر کے سب کبوتر مر گئے، تار ملا۔ آج قیمہ، فرائی انڈا اور بسکٹ کھایا۔ تھوڑا سا شوربہ پیا اور رات کو دودھ۔ شائد اسی لئے پیٹ میں درد رہا۔ صابری صاحب سے دوا لایا۔

---

۳۰ نومبر۔ طبیعت کا وہی حال ہے۔ دوپہر کو کراچی سے قمر صاحب آئے۔ پھر انتظار آیا۔ کچھ دیر جی بہلا۔

یکم دسمبر۔ طبیعت مسلسل خراب رہی۔ دوپہر کو کبوتروں سے جی بہلایا۔ ایک کبوتر اعجاز کے ہاں گر گیا۔ رات کو براؤن آؤٹ رہا۔

---

۲ دسمبر۔ آج عرصے کے بعد دفتر گیا۔ ڈیوٹی کے لئے رپورٹ کی۔ تنخواہ لی اور گھر آیا۔ بچوں پر خفا ہوا ـــــ طبیعت صُبح سے بے حد خراب ہے۔ صُبح بیلاڈونا کی خوراک لی۔ اب آرسنک کی خوراک کھائی۔

---

۳ دسمبر۔ دفتر گیا۔ شام کو کبوتر کھولے۔ ذرا سو کر اُٹھا تو سارا شہر بیدار تھا۔ بھارت نے پاکستان پر حملہ کر دیا۔ شہر میں اندھیرا فضا میں چاندنی۔ بچے سول ڈیفنس کے کارکن بنے۔ تھوڑی دیر کے بعد توپ کی

آواز سنائی دی۔ پاک فضائیہ نے ہند کے بارہ اڈوں پر حملہ کیا۔ رات کو نیند کم آئی۔ طبیعت بہت خراب رہی۔

ع بڑھنے نہ پائے لشکرِ کفار دیکھنا

---

۴ دسمبر۔ علی الصبح اُٹھا۔ شہر میں جیسے میلہ۔ رات سرگودھا سے نذیر کبوتر لایا۔ اچھے نہیں۔ دن بھر راوی پر طیارہ شکن توپیں چلتی رہیں۔ دو جہاز بھارت کے گرائے گئے۔ ابھی گیارہ بجے رات دھماکہ ہوا۔ گھر کے دروازے بول اُٹھے۔ دریا کے اوپر سُرخ رنگ کے غبارے اور گولے نظر پڑے۔ باصر اور حسن نے وردیاں پہنیں، علاقے کے ڈپٹی وارڈن کی حیثیت سے۔

ع جن پہ سجتی ہے کلاہِ امتیازی، آ گئے۔

---

۵ دسمبر۔ دن بھر سائرن، رات کو وہی گولہ باری۔

---

۶ دسمبر۔ دفتر گیا۔ ہوائی حملے ہوتے رہے۔ سٹوڈیو میں شاعروں اور فنکاروں کا بلوہ۔ قومی خدمت۔ وہی نفسا نفسی۔ دو جہاز دشمن کے گرائے گئے۔

---

۷ دسمبر۔ آغا فانی صاحب کے ہمراہ دفتر گیا۔ پھر مختار صدیقی اور فضل کمال کے ہاں۔ آج دن میں دوپہر تک سائرن اس کے بعد رات تک خاموشی رہی۔ چھمب فتح ہوا۔

---

۸ دسمبر۔ علی الصبح ۴ بجے ہوائی حملے کے ساتھ آنکھ کھل گئی۔ آج میرا یومِ پیدائش ہے۔ یہی وقت تھا۔
باصر کو لے کر دفتر اور ٹی وی گیا۔ پھر آغا صاحب آ گئے۔ امانت علی خان سے اپنے ترانے کی دھن سنی۔

ع زچ کرنہ جائے لشکرِ کفار دیکھنا۔

مسعود رانا کو بھی ایک ترانہ دیا۔ آج طبیعت بہت خراب رہی۔ وہی متلی۔ پرسوں رات بھٹو صاحب نائب وزیرِاعظم ہوئے۔ کابل کے راستے یو۔این کو روانہ ہوئے۔ روس کے دو مرتبہ ویٹو کے بعد جنرل اسمبلی نے بھاری اکثریت سے فائر بندی کی قرارداد منظور کی۔

---

۹ دسمبر۔ علی الصبح ہوائی حملہ۔ گھر پہ ہی پڑا رہا۔

---

۱۰ دسمبر۔ ۲ بجے رات سائرن۔ ہوائی حملہ۔ دن بھر سائرن بجتے رہے ریڈیو اور ٹی وی گیا۔ باقر صاحب کو گھر لے کر آیا۔ کھانا کھایا۔ رات بھر درد میں تڑپتا رہا۔ آج پاک فضائیہ نے بھارت کے ۵ طیارے گرا لئے۔ بیگم ادلپک ہاؤس گئیں۔

---

۱۱ دسمبر۔ ۹ بجے دفتر گیا۔ ریڈیو اور ٹی وی کو ہوابازوں کے لئے ترانہ دیا۔

ع چھائے ہیں فضاؤں پہ ہوا باز ہمارے

طبیعت دوپہر کے بعد ذرا سنبھلی ہے۔

شیخوپورہ میں جنگ سے پہلے دفاعی تیاریاں دیکھ کر کسی نے پوچھا کہ خطرہ تو لاہور کو ہے یہ تیاریاں کیوں۔ ایک منچلے نے کہا کہ خطرہ تو کوئی نہیں مگر بھارت کے ہوا بازوں کے نشانے ہی ایسے ہیں کہ لاہور کو نشانہ بنائیں تو گولہ شیخوپورہ پر گرے گا اور وہی ہوا۔

---

۱۲ دسمبر۔ گھر پہ ہی رہا۔

---

۱۳ دسمبر۔ طبیعت خراب تھی۔ گھر پہ ہی رہا۔ ذرا باہر نکلا۔ صابری صاحب سے دوا لی اور بس۔ دن بھر سائرن ہوتا رہا۔ اندھیری رات میں ستارے کتنے روشن ہیں۔

---

۱۴ دسمبر۔ ½۱۰ بجے صبح صابری صاحب سے دوا لینے گیا کہ ایک دم دھماکہ ہوا۔ معلوم ہوا کہ کوٹ لکھپت کے اسٹیشن پر بھارت نے بمباری کی۔ پھر دفتر گیا۔ ٹی۔ وی گیا۔ باصر بھی وہاں آ گیا۔ شام کو اندھیرے میں حسن کو لے کر بمشکل رکشہ لیا اور ٹی وی پر پروگرام میں نظم پڑھی۔ واپسی پہ ٹی وی کی گاڑی میں مختار صدیقی صاحب چھوڑنے آئے۔ اسٹیشن سے لے کر گھر تک سارا شہر اندھیرے کی چادر میں لپٹا ہوا تھا۔ بس کہیں کہیں سُرخ اور ہری بتی تھوڑی دیر کے لئے نظر آتی تھی یا موٹروں کی براؤن روشنی کی لکیریں۔

---

۱۵ دسمبر۔ صُبح سے تین مرتبہ بھارتی جہاز لاہور پر آئے۔ دوپہر کو مصری شاہ پر چار جہازوں نے بمباری کی۔ آسمان پہ جہازوں کو آگ برساتے

دیکھا ـــــ طبیعت بہت خراب ہے۔ گھر پر ہی رہا۔

---

۱۶ دسمبر۔ حال بے حال ـــــ ڈھاکہ میں بھارتیوں کا داخلہ۔ جنرل نیازی نے ہتھیار ڈال دیئے۔ یہ بدنصیب دن دیکھنے کے لئے ہم زندہ ہیں۔ دن بھر ہوائی حملے۔ شہر ہراساں۔

---

۱۷ دسمبر۔ رات بھر طبیعت خراب رہی۔ جاگتا رہا۔ صبح سائرن نے جگا دیا۔ دن بھر شہر پر اُداسی چھائی رہی۔ ایک بجے باصر کو لے کر ریڈیو گیا۔ شکور کے کمرے میں بیٹھا رہا۔ فائر بندی کی خبر سُنی ـــــ پانچ مرتبہ بھارتی جہازوں نے حملہ کیا۔ ایک مرتبہ تو ریڈیو سٹیشن کی چھتیں ہل گئیں۔ شیشوں کے کاغذ اُڑ گئے۔ میں پی آر او کے کمرے میں تھا۔ باصر باہر موجود رہا۔ بال بال بچے اور خطرے کے سائرن کے دوران رکشہ لیا۔ شکور کو گھر چھوڑا۔ اس کے بعد شام کو فائر بندی کا حکم ہوا، ساڑھے سات بجے۔ لیکن اس وقت گیارہ بجے رات تک توپوں کی آوازیں آ رہی ہیں اور دروازے بول رہے ہیں۔

اللہ اللہ کیا دن آیا کہ ایک شخص کہہ رہا تھا کہ "جن کسی گھر سے جاتے ہوئے اپنی نشانی چھوڑ جاتا ہے۔ یہی حال فائر بندی کی شام کو بھارتی طیاروں کا ہے۔"

ریڈیو سٹیشن بھی آج خالی خالی تھا۔ شہر، بازاروں اور دفتروں کا یہ حال جیسے مُردے کو دفن کرنے کے بعد بیچارے پسماندگان رہ جاتے ہیں اور بس۔

---

۲۲ دسمبر۔ "حرف وصوت" ـــــ "ادیب اور حب الوطنی"۔ انتظار، جیلانی کامران اور باقر صاحب۔

---

۲۳ دسمبر۔ دفتر گیا۔ پھر قاسم رضوی کے ہاں گیا۔ یہ میرا دیرینہ ساتھی ہے۔

---

۲۴ دسمبر۔ گھر پہ ہی رہا۔ رات کو مشتاق آیا۔

---

۲۵ دسمبر۔ یومِ قائدِ اعظم ـــــ گیارہ بجے رشید ناز کے ہمراہ حکیم صابر کے ہاں گیا۔ انہوں نے ایک ہفتہ خوراک بدلنے کو کہا۔ دوا ابھی تک نہیں دی۔ کبوتر صاف کئے۔

---

۲۶ دسمبر۔ حال دِگرگوں ہے۔ بستر میں لیٹا رہا۔

---

۲۷ دسمبر۔ بیگم کو لے کر حکیم صابر کے ہاں گیا۔

---

۲۸ دسمبر۔ رات کو ڈاکٹر ماجد اور محبوب خزاں آئے۔

---

۲۹ دسمبر۔ حکیم صابر سے دوا لایا۔ پانچ روز کے لئے۔ پھر دفتر گیا۔ طبیعت مسلسل خراب رہی۔

---

۳۰ دسمبر۔ گوجرانوالہ کے لئے تیاری کی۔ لیکن نہ جا سکا۔ خزاں کے دفتر گیا۔ چائے پی۔ بسکٹ کے ساتھ شہد کھایا۔ پھر طبیعت خراب رہی۔ رات کو دس بجے یکایک خیال آیا کہ سال جا رہا ہے اور میں مدت سے گھر پر ہی پڑا ہوں۔ حسن کو لے کر ہاٹیکو گیا۔ مچھلی کھائی۔ طبیعت کچھ سنبھلی کچھ بگڑی۔

کہیں کہیں کوئی روشنی ہے
جو آتے جاتے سے پوچھتی ہے
کہاں ہے وہ اجنبی مسافر
کہاں گیا وہ اُداس شاعر

○

اے غازیانِ صاحبِ کردار دیکھنا
بچ کر نہ جائے لشکرِ کفّار دیکھنا

سارے جہاں کی تم پہ نظر ہے بڑھے چلو
ہر گام سوئے فتح و ظفر ہے بڑھے چلو
خالی نہ جائے کوئی بھی اب وار دیکھنا
بچ کر نہ جائے لشکرِ کفّار دیکھنا

راہِ خدا میں بدر کے اصحاب کی طرح
بڑھنا ہے تم کو نوح کے سیلاب کی طرح
کرنا ہے آج کفر کو مسمار دیکھنا
بچ کر نہ جائے لشکرِ کفّار دیکھنا

رکھنا ہے تم کو ملّتِ اسلام کا بھرم
شیرانہ ہر محاذ پہ آگے بڑھے قدم
ایمان پر ہے کفر کی یلغار دیکھنا
بچ کر نہ جائے لشکرِ کفّار دیکھنا

۱۹۷۱ء

اللہ اور رسولؐ کا پیغام ہے وہی
اسلام اور دشمنِ اسلام ہے وہی
اے پیروانِ حیدرِ کرّار دیکھنا
بچ کر نہ جائے لشکرِ کفّار دیکھنا
بارہ کروڑ ہونٹوں پہ ہے ایک ہی صدا
اے ارضِ پاک تیرا نگہبان ہے خدا
ظاہر ہوئے ہیں فتح کے آثار دیکھنا
بچ کر نہ جائے لشکرِ کفّار دیکھنا

اُستاد امانت علی خاں، فتح علی خاں۔

۸ دسمبر ۱۹۷۱ء

○

چھائے ہیں فضاؤں پہ ہوا باز ہمارے
یہ قوم کے شاہین ہیں جرأت کے ستارے

اڑتے ہیں یہ شاہیں تہِ افلاک جہاں تک
اِک آگ کا دریا نظر آتا ہے وہاں تک
مشرق کے کنارے کبھی مغرب کے کنارے
چھائے ہیں فضاؤں پہ ہوا باز ہمارے

اِک جست میں دشمن کے نشیمن کو جلایا
جو سامنے آیا اُسے اِک پل میں گرایا
ہیں اِن کے پر و بال میں بجلی کے شرارے
چھائے ہیں فضاؤں پہ ہوا باز ہمارے

بھولے سے کبھی اِن کے نشانے نہیں چُوکے
فی النّار کیے آن میں طیّارے عَدُو کے
کچھ ڈھیر کیے خاک پہ کچھ راہ میں مارے
چھائے ہیں فضاؤں پہ ہوا باز ہمارے

ہو اَمن کا موسم تو یہ خوشبو ہیں صبا ہیں
اور جنگ میں دشمن کے لئے قہرِ خدا ہیں
محفوظ ہے یہ پاک وطن اِن کے سہارے
چھائے ہیں فضاؤں پہ ہوا باز ہمارے

۱۱ دسمبر ۱۹۷۱ء

۱۹۷۱ء

۱۹۷۲ء

ناصر کاظمی کا عکسِ تحریر

جنوری تا یکم مارچ ۱۹۷۲ء

۲ جنوری۔ غفار سے ۱۷ شیرازی لیے۔

---

۴ جنوری۔ دفتر گیا۔ تنخواہ لایا۔

---

۹ جنوری۔ صبح سویرے محبوب کا ڈرائیور اسلم آیا۔ عنصر کو لے کر جھنگ کو روانہ ہوئے۔ سمیع بھی ساتھ تھے اور شنا ور بھی۔ لائلپور چائے پی۔ ۱½ بجے جھنگ مگھیانہ پہنچے۔ مجید سے ٹکڑی لی۔ پھر حسین احمد سے ۲۰ رنگین کبوتر لیے۔ رات کو ۱۲½ بجے لاہور واپس آئے۔ بہت ہی اچھا سفر رہا۔ البتہ طبیعت خراب رہی۔

---

۱۳ جنوری۔ جال (کبوتروں کا) مکمل کرایا۔ طبیعت مسلسل خراب، رات کو ۱۰ بجے اے وی ایچ (کمرہ نمبر ۲۷) میں آیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر عالمگیر صاحب آئے اور دوا تجویز کی۔

---

۱۴ جنوری۔ صبح سردار علی شیخ صاحب نے دیکھا۔ پھر ڈاکٹر عالمگیر آئے۔ شام کو انتظار، مشتاق، محبوب، شبیر اور ضمیر معہ بیگم آئے۔ پھر صمدانی اور نذیر آئے۔ انجکشن بی کمپلکس اور دوا شروع کی۔ دوپہر کو مسعود قریشی صاحب، ابراہیم سلیم اور عبدالمجید بھٹی آئے۔

---

۱۵ جنوری ۔ عیادت کا سلسلہ جاری ۔

---

۱۶ جنوری ۔ اخبارات میں علالت کی خبر شائع ہوئی ۔ قاسم رضوی، اکرم قمر اور دوسرے احباب آئے ۔

---

۱۷ جنوری ۔ آپریشن رُوم میں سردار علی شیخ نے پیٹ سے ۱۱۰ اونس پانی نکالا ۔

---

۱۸ جنوری ۔ ادیبوں نے جلوس کی صورت میں میری عیادت کی ۔ بعد میں خالہ صاحبہ بھی تشریف لائیں ۔

---

۱۹ جنوری ۔ تمام اخبارات میں خبریں ۔ طبیعت ذرا بہتر رہی ۔ پھر شام کو وہی حال ۔ ڈاکٹر مسعود نے دیکھا ۔ نصرت پراچہ اور منظر بشیر صاحب کا خط ملا ۔ بھائی فیاض بھی آئے ۔

---

۲۰ جنوری ۔ ایکسرے چیسٹ ۔ مطلع ابر آلود ۔ شام کو مشتاق، انتظار سعید محمود، شفقت مرزا، مسعود اللہ خان، شہرت، یوسف جمال اور اعجاز نقوی آئے ۔ طبیعت مسلسل خراب رہی ۔ تمام اخبارات میں خبر دیکھی کہ پنجاب گورنمنٹ میرے علاج کے مصارف اٹھائے گی ۔

---

۲۱ جنوری ۔ ساری رات جاگتا رہا ۔ اِس وقت صُبح کے ۵ بجے ہیں ۔

تھوڑی سی چائے پی۔

---

۲۲ جنوری۔ کلب سے کھانا منگوایا۔

---

۲۳ جنوری۔ دوپہر کو شہزاد آیا۔ سعید، انتظار اور یونس منصور بھی آئے۔ FUL۔ پہلا انجکشن۔

---

۲۴ جنوری۔ Tapling — ۲۰۰ اونس پانی۔ بعد دوپہر مسعود قریشی، کلیم اللہ، آغا ناصر، شبیر، انتظار، سعید، یونس منصور، آغا صاحب اور ضمیر احمد معہ بیگم آئے۔ دوسرا انجکشن — رات بھر نیند نہیں آئی۔

---

۲۵ جنوری۔ حسبِ معمول صبح ½ ۵ بجے آنکھ کھلی۔ Drip۔

---

۲۶ جنوری۔ طبیعت مسلسل خراب رہی۔ Drip۔ انتظار، سعید، مشتاق اور دیگر احباب آتے رہے۔

---

۲۷ جنوری۔ عیدِ قرباں۔ صبح نماز کے بعد صلاح الدین محمود آئے۔ اس کے بعد مشتاق پھر انتظار معہ بیگم اور کرشن نگر کے احباب۔ آج Drip نہیں لگا۔ ڈاکٹر مسعود صاحب رات کو ۹ بجے تشریف لائے۔

اب کی عید تو محرّم بن کر نازل ہوئی البتہ منچلے لوگ پتنگ ضرور اُڑاتے رہے۔

---

۲۸ جنوری۔ Drip 1½، انجکشن، ۸۰۰ سی سی گلوکوز۔ حنیف رامے، غالب احمد، شہزاد اور ٹی وی کے لوگ آئے۔ پھر محبوب آ گئے۔ شام سے طبیعت پھر خراب ہوئی۔

---

۲۹ جنوری۔ صبح ½۸ بجے کاردار صاحب آئے۔ بہت اچھے سُرخ سیب لائے۔ پھر مختار صدیقی اور شہنشاہ نواب ٹی وی سے آئے۔ شام کو مشتاق آیا اور میرا کلام نقل کرنے کے لئے لے گیا۔ رات ۱۰ بجے محبوب آئے اور ۱۲ بجے تک بیٹھے رہے۔ طبیعت بڑی دیر کے بعد بحال ہوئی۔ ندیم صاحب نے سات سو روپے بھجوائے۔ شاعر کے لئے شاعروں کا نذرانہ —— بوندا باندی۔

---

۳۰ جنوری۔ رات کچھ نیند آئی۔ سیب کھایا۔ صبح ۷ بجے آنکھ کھلی۔ ½۸ بجے بھائی اختیار آئے۔ شام کو جمیل جالبی، شہرت، انجم رومانی، انتظار، عطاء اللہ شاہ اور صابری صاحب آئے۔ Drip + 1½ Ful۔ رات کو بوندا باندی ہوئی۔

---

۳۱ جنوری۔ ابر چھایا ہوا ہے۔ ½۱۱ بجے کے قریب فضلی صاحب آئے۔ پھر مسعود قریشی صاحب اور مجید صاحب آئے۔ آج طبیعت کچھ سنبھلی ہے۔ اللہ کا شکر ہے۔

ڈاکٹر عالمگیر اور ڈاکٹر مسعود بدستور Visit کر رہے ہیں۔ شام کو عطاء اللہ شاہ، حسن طارق اور ریاض شاہد کو لے کر آئے۔ وہ دیر تک بیٹھے رہے طارق جاتے ہوئے دس رائج سبز دے گیا۔ رات کو بیگم اور ڈاکٹر ماجد کے ساتھ

انڈس ہیں کھانا کھایا۔ ۱۱½ بجے واپس آئے۔ آج تقریباً ۱۸ روز کے بعد کمرے سے قدم باہر نکالا۔ یخنی پی۔ چرغہ کھایا پھر آئس کریم کھائی۔ دن بھر بوندا باندی ہوتی رہی۔

یکم فروری ۔ مطلع ابر آلود رہا۔ Drip + 1 ½ ۔ شہنشاہ نواب ٹی وی کے لئے آئے۔ شام کو عالی، اشفاق، اے حمید، اعجاز وغیرہ آئے۔ بعد دوپہر بوندیں پڑیں۔ عنصر تنخواہ لایا۔ ڈاکٹر عالمگیر آئے۔ ڈاکٹر مسعود دو مرتبہ آئے۔

---

۲ فروری ۔ شہنشاہ نواب ٹیلی ویژن کے لئے انٹرویو کرانے آئے۔ شام کے ۴ بجے فارغ ہوئے۔ انتظار نے انٹرویو کیا۔ رات کو حسن کے ساتھ انڈس ہیں کھانا کھایا۔ شام کو آغا سہیل آئے۔

---

۳ فروری ۔ ½1 + Drip ۔ اِس انجکشن کا ردِّ عمل ہوا۔ طبیعت دن بھر خراب رہی۔

---

۸ فروری ۔ تین شیروانیاں، ایک سوٹ کھدر کا کپڑا لیا۔ جمشید اور ماجد صاحب ہمراہ تھے۔

---

۹ فروری ۔ بیگم کو تین قمیضیں لے کر دیں۔ اُن کی تصویر بنوائی اور پہلی مرتبہ گھر گیا۔ مُرغ کے کوفتے کھائے۔ کبوتروں کو دیکھا۔ شام کو ٹی وی چیک سے ملے، دو ہزار ـــــ شبّیر معہ بیگم اور محبوب آئے۔ انتظار، مشتاق اور یزدانی ملک

آئے۔ ملک صاحب ۵۰ دے گئے۔ قاسمی صاحب کا خط ملا۔

---

۱۰ فروری۔ پیچش رہی۔ باصر سیکرٹری (گورنمنٹ کالج سٹوڈنٹس یونین) ہوگیا۔ شام کو ایک جلوس کی شکل میں میری عیادت کو آیا—— مطلع ابر آلود۔ انتظار اور احسن آئے۔ رفیقہ بہن آئیں۔

---

۱۱ فروری۔ دوپہر کو حسن آیا، شام کو باصر۔ انتظار اور شہرت آئے۔ بابو جی، عنصر کے ہمراہ آئے۔ خوب خوب بارش ہوئی۔ طبیعت مسلسل خراب۔

---

۱۲ فروری۔ دوپہر قاسمی صاحب نے ۱۱۱ سو روپے بھجوائے۔ پھر ۲۵ کا منی آرڈر۔ دو بجے نواب صادق قریشی صاحب اور مشیر گورنر تشریف لائے اور آئیڈیل لائف انشورنس کمپنی کی طرف سے ایک ہزار روپے کا چیک دے گئے۔

---

۲۲ فروری۔ گزشتہ پانچ روز سے مسلسل بخار۔ کھانسی۔ آج رضا عسکری نے خون دیا۔ 500 CC۔ انتظار کے ذریعے قاسمی صاحب نے رحمٰن الکبرٹ کمپنی کا ہدیہ ۳۰۰ بھجوایا۔ اس سے پہلے پنڈی سے ۲۰۰۔

---

۲۴ فروری۔ اکرم قمر صاحب آئے۔ ۱۲۰ روپے دے گئے۔ انجکشن کے لئے۔ بے حد اصرار پر میں نے لے لئے۔ شام کو ۴ بجے ٹیکسی لے کر حسن اور عنصر کے ہمراہ کرشن نگر گیا۔ دُور سے امام کی سواری کو آتے دیکھا۔ پھر گھر آیا اور ۶ بجے شام دوبارہ مین بازار میں سواریٔ امامِ مظلوم کی زیارت کی۔ خوشبوئیں

میں نہایا ہوا، پھولوں اور زیورات سے لدا پھندا ذوالجناح۔ پھول چڑھاتے، گلے لگایا اور ہسپتال آیا۔ آتے ہی ۱۰۰۰ سی سی گلوکوز لگوایا۔ افتخار سرگودھا سے ۲۲ کو آیا تھا آج شام واپس گیا۔

---

۲۵ فروری۔ ایک بوتل خون شعیب نے دی۔ شہزاد، انتظار معہ بیگم۔

---

۲۶ فروری۔ ایک ہزار سی سی گلوکوز معہ بی جیکٹل وغیرہ۔ پھر تقریباً ۵۰۰ سی سی — جسم ٹیکوں نے چھلنی کر دیا ہے اور سٹول سیاہ ہو چلا ہے۔ شام کو مشتاق آیا۔

۲۷ فروری۔ طبیعت خراب رہی۔ کمرہ نمبر ۲۴ میں آیا۔ Blood & Drip — سعید، رومانی، سجّاد۔

---

۲۸ فروری۔ طبیعت مسلسل خراب رہی۔

---

۲۹ فروری۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایکسرے کرایا۔ رات کو ضمیر صاحب کو بلایا۔

یکم مارچ ۱۹۷۲ء۔ اب ذرا طبیعت کسی قدر سنبھلی ہے لیکن متلی کا وہی عالم ہے۔ ۷ روز سے نیند نہیں آتی نہ کھانا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ناصر کاظمی کی آخری تصویر

۲ مارچ ۱۹۷۲ء

ناصر کاظمی کا اگلا سفر

۲ مارچ ۱۹۷۲ء
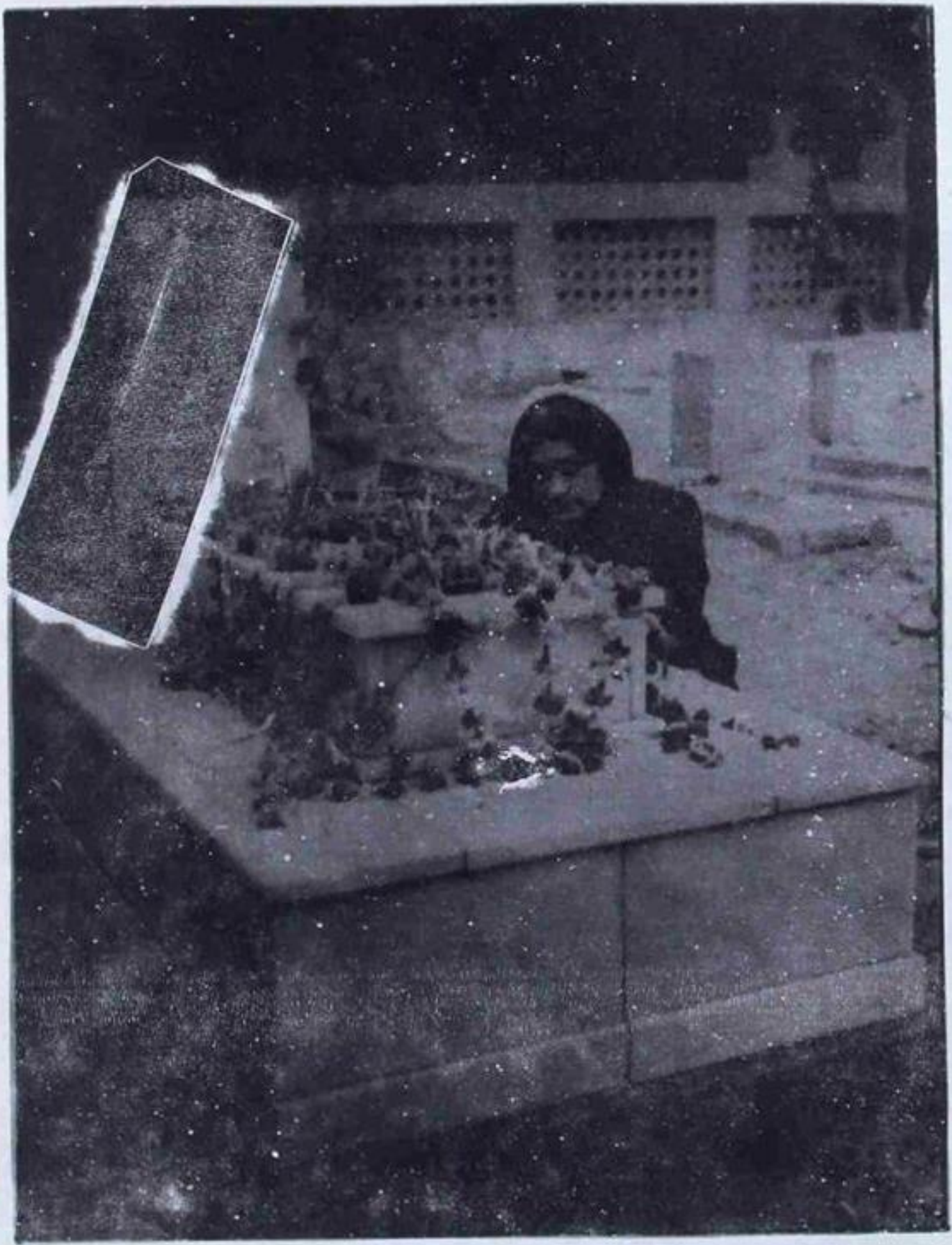
ناصر کاظمی کی آخری آرام گاہ، واقع قبرستان مومن پورہ، میکلوڈ روڈ، لاہور۔
بیگم ناصر کاظمی قرآن خوانی کرتے ہوئے
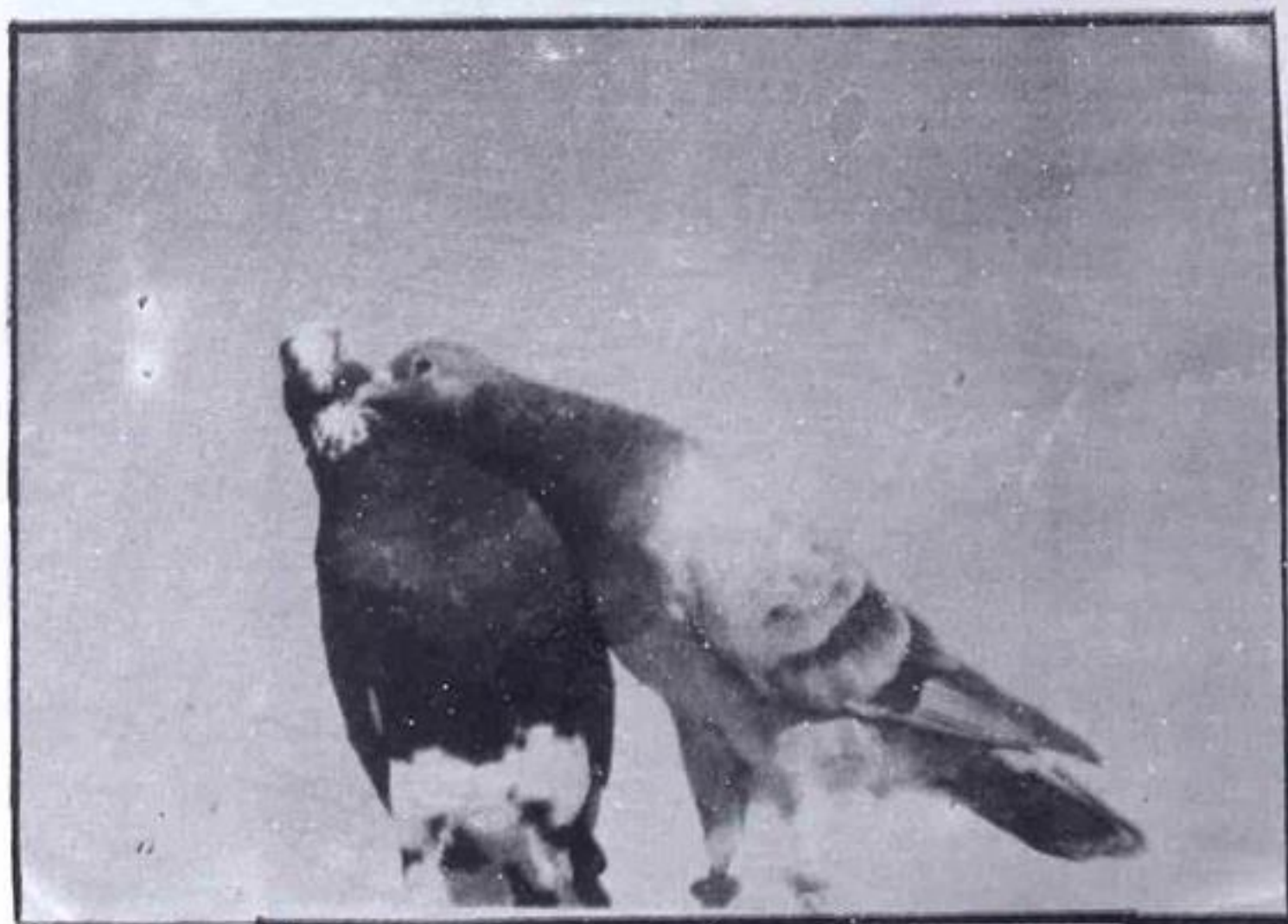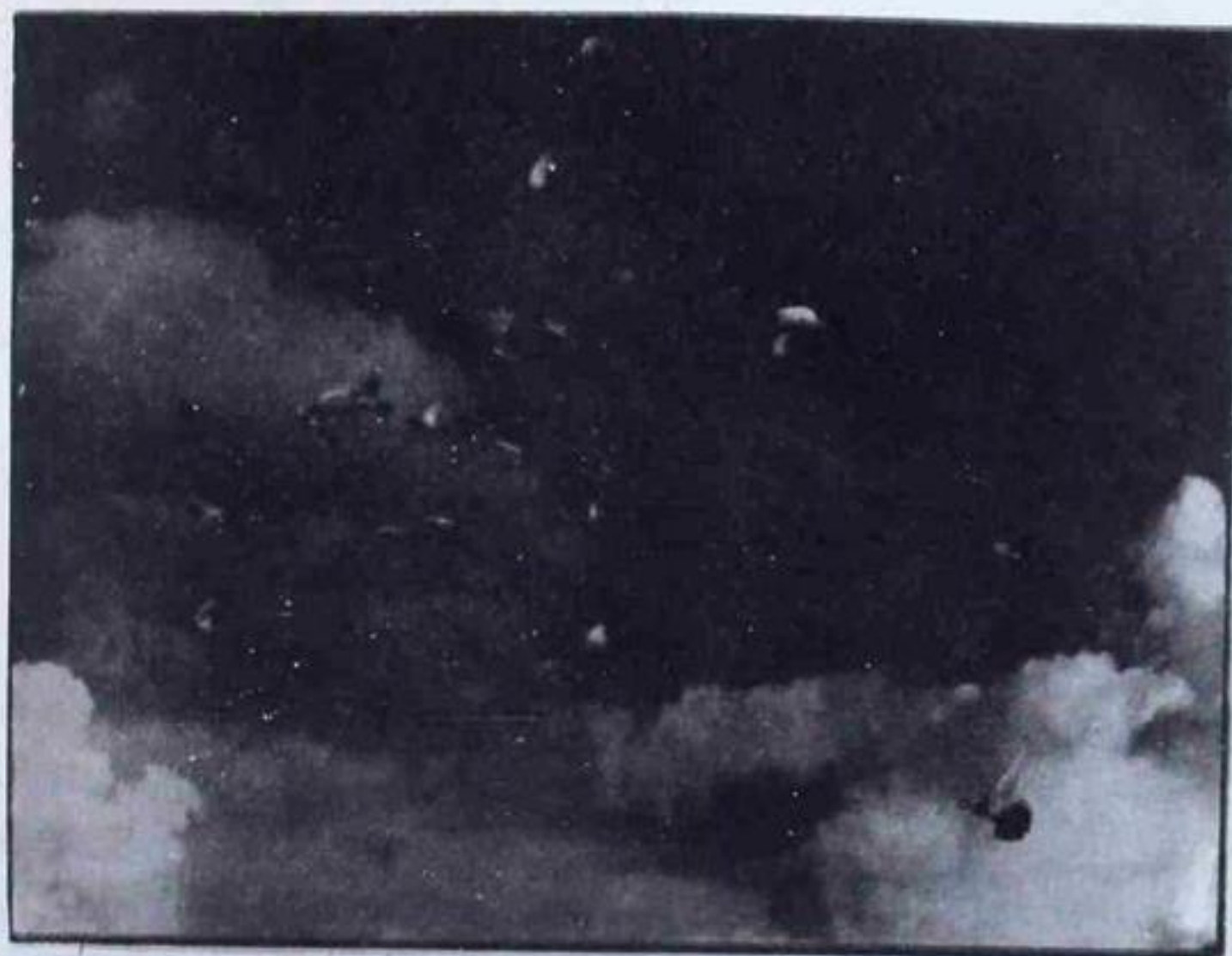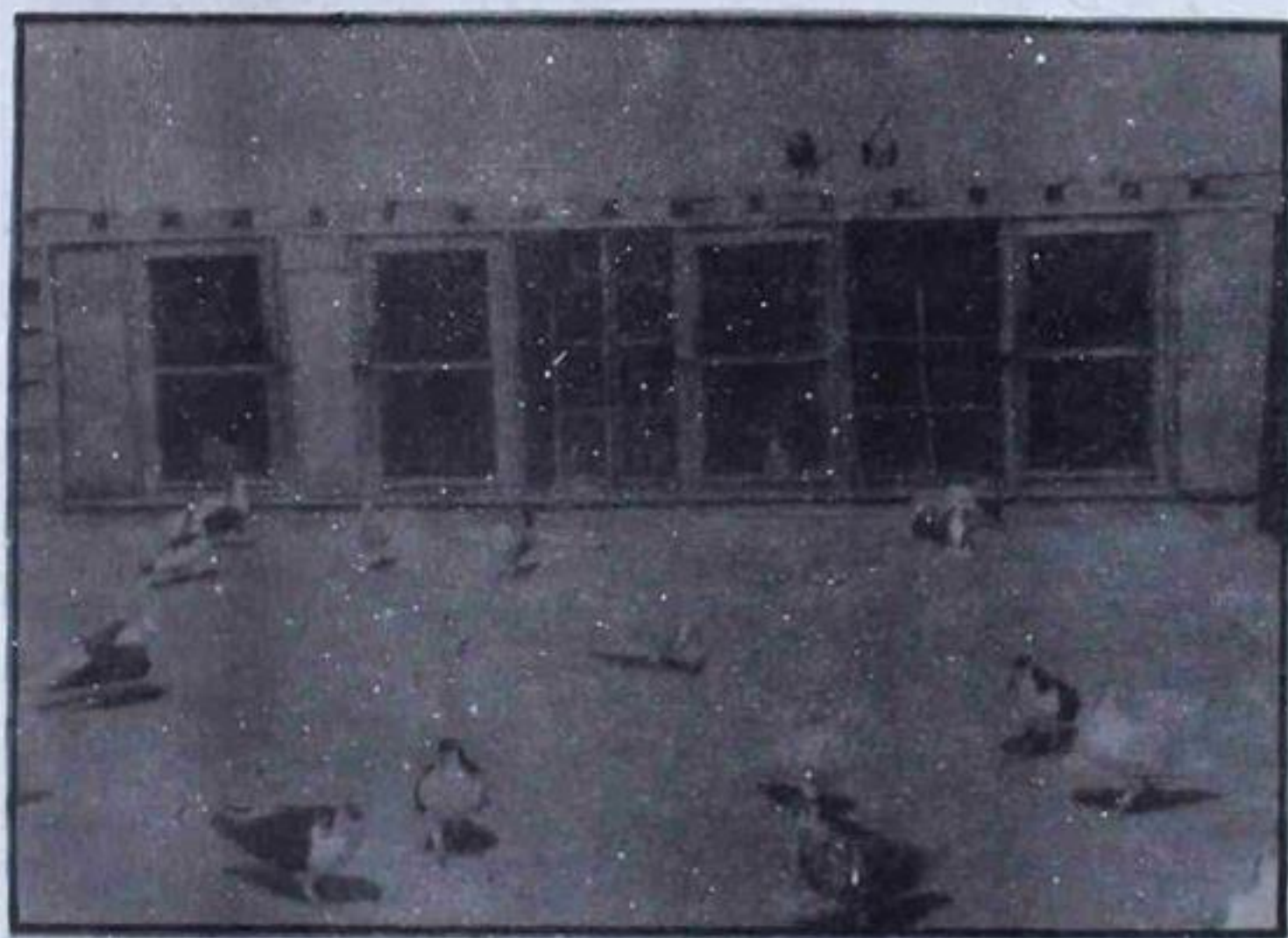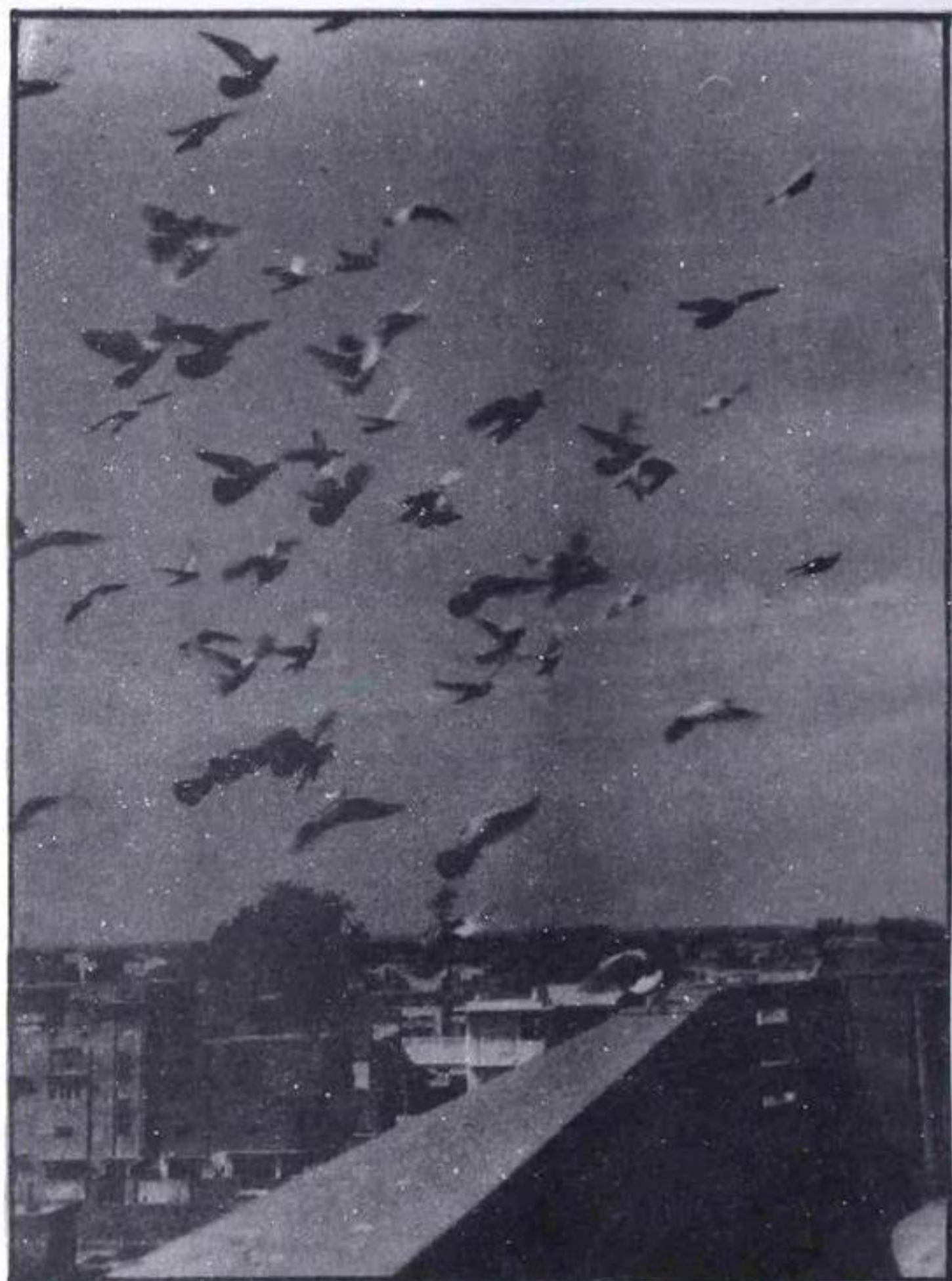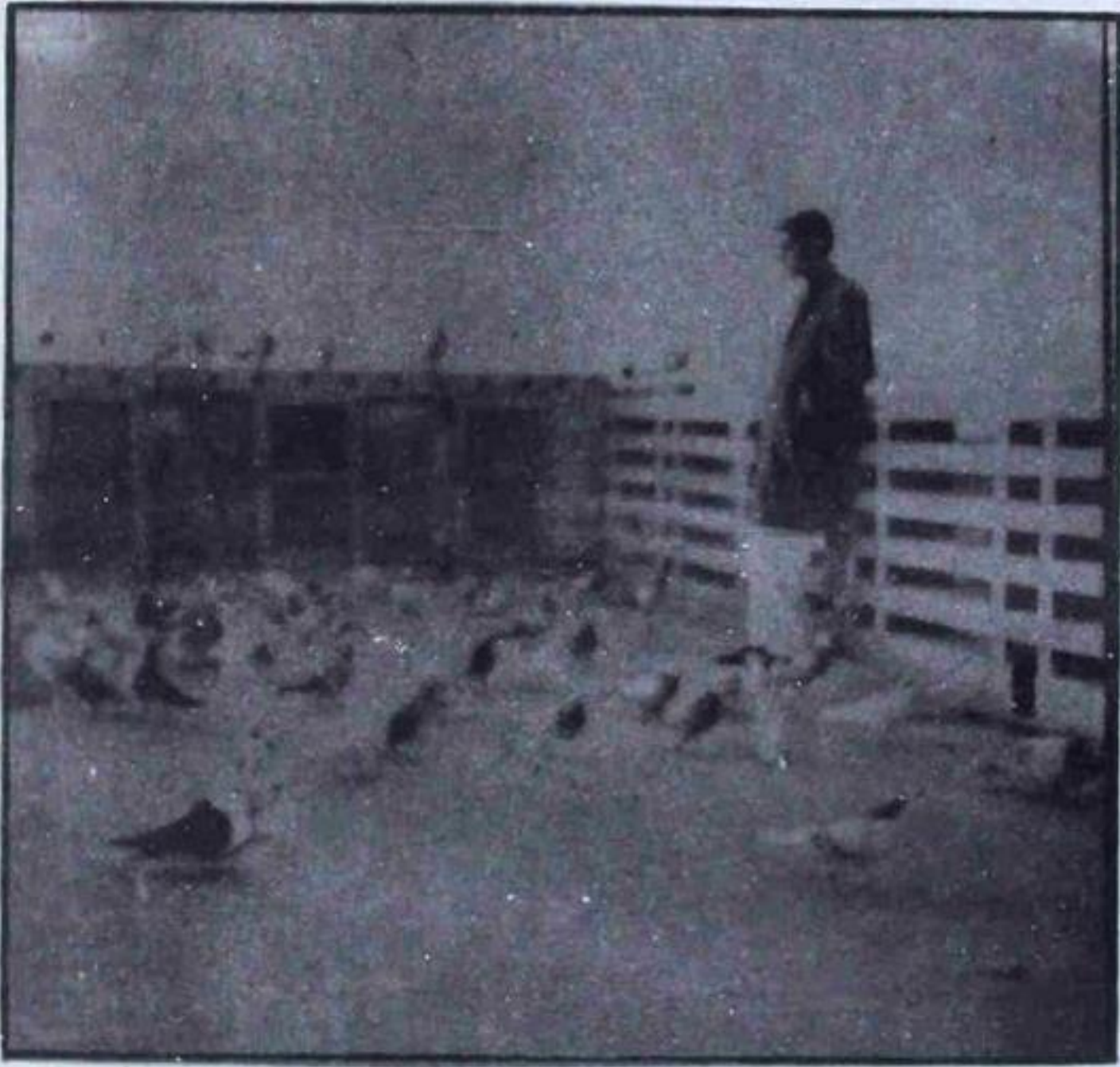
ناصر کاظمی کے کبوتر

ناصر کاظمی کے گھر کی چھت پر اُن کے چھوٹے بھائی عنصر رضا کاظمی کبوتروں کے ساتھ۔

کبوتروں کی اقسام اور نسخے

ٹکڑی کے کبوتروں کی اقسام

رنگین - کپُور - شیرازی - خال - جوگیئے - مینا زاغ - قمریا - پوتی - خال گُلدار - شیرازی گلدار - چپ گُلدار - خال چَپ شیرازی چپ - چوُاچندن - ممولا - زرد - تانبڑے - بھاتیئے - بھروپیئے - یاہو - چوٹی دار -

رنگ ——— زرد - لال - کتیھیُ - سبز - اگرئی - کالے - بینگنی - سفید - کپُور - دوباز -

سبز پرے (دیسی) - نیلے - لال بند - بمنے - نفتے - گھاگرے - بنارسی گھاگرے - خیرے -

سبز پرے (پٹیالہ شاہی) کلپوٹیئے - کالے - زرد - کامنی - مہدکیئے - زرد ببرے - لال ببرے - عنابی -

پکھ پَرے۔ سبز بَبرے۔ کالے ببرے۔ کیوڑے۔ مگسی
لال بند۔ زرد بند۔ زرد بند کامنی۔ گھاگرے خیرے۔
بنارسی گھاگرے خَیرے۔ سبز خیرے۔ مہوکیئے خیرے۔
بَبرے خیرے۔ کالے جوگیئے۔ گنڈے دار کالے اور
دوسرے۔ سبز دیبڑ۔ چاندے۔ سبز پٹیت۔ لال پٹیت۔
کالے پٹیت۔ کاسنی۔ پٹیت۔ جنگلے۔ مکوہے۔ قاصد۔
کالے یمنے۔ نیلے یَمنے۔ لال بند نیلے یمنے۔ لال یمنے۔ زرد
یمنے۔ پلکے۔ بھورے یعنی نَفتے۔ چوٹی دار۔ چاندنے۔

گائی کبوتر۔ یعنی آوارہ جو جنگلی کبوتروں میں مِل کر
رہنے لگیں۔ (Stray pigeons)

اصیل کبوتر

یہ بلند پرواز کبوتر ہوتے ہیں۔

لَل سرے۔ کَل سرے۔ جونسرے۔ سفید۔ سبز۔

شاہجہاں پوری۔ گلُدار۔ تانبڑے۔ قاصد۔ کالے۔ نیلے۔

لَقّے۔ دوباز۔

یہ کبوتر لمبے نہیں اُڑتے اور نہ ہی ٹُکڑی میں اڑ سکتے ہیں۔

البتہ دو ایک کبوتر کبھی کبھار ٹُکڑی میں رکھے جا سکتے ہیں۔

مجُھے ذاتی طور پر اصیل کبوتروں کا شوق نہیں۔

(نسخہ اُستاد شریف)
بذریعہ ڈاکٹر عبد الشکور
ڈیرہ غازی خان -

گردان ٹکڑی کے کبوتروں کا نسخہ - دوڑانے کیلئے

(رنگین اور نیلے کالے ہر اقسام کے لئے)
۵۰ کبوتروں کے لئے

اکتوبر کے آخر تک کبوتر قدرتی طور پر پَر جھاڑ لیتے ہیں اور اُڑنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں - ڈربوں میں نَر الگ بند کریں اور مادہ کو الگ لیکن یہ ضروری نہیں -
یکم اور دو نومبر کو خوراک دینے سے پہلے کبوتروں کو جُلّاب دے کر صاف کریں - یہ نسخہ صرف دو روز مسلسل دیں -
گلاب کے پھول (۲ تولہ) - کوزہ مصری (ایک تولہ) - دودھ گاڈ (۱/۲ سیر) - پانی تازہ (۱/۲ سیر) دس عدد چھوٹی الائچی کے دانے چھلکا اُتار کر دودھ میں جوش دے لیں - پھر گلاب کے پھول، کوزہ مصری کُوٹ کر مِلا دیں اور پانی بھی مِلا دیں -
شام کو دانہ دینے کے بعد یہ پانی دو روز مسلسل پلائیں -
تین نومبر —— ۶ ماشہ چھوٹی الائچی کے خالی چھلکے اچھی طرح رگڑ کر پانی میں جوش دیں - پھر پانی کو ٹھنڈا کر کے کبوتروں کو نہلا دیں - دوپہر کے وقت جب کبوتروں کے پَر خشک ہو جائیں، اِس کے بعد پراٹھا کھلائیں جس کا نسخہ درج ذیل ہے - یہ پراٹھا پندرہ نومبر تک چار روز کے بعد کھِلاتے رہیں یعنی

تیسرے چوتھے روز۔

پراٹھے کا نسخہ

پاؤ بھر آٹا۔ ½ پاؤ دیسی خالص گھی۔ ایک پاؤ دودھ میں گوندھ لیں اور اُس میں ½ تولہ چینی ملا دیں اور اس کا پراٹھا بنالیں۔

جس روز پراٹھا کھلائیں اُس روز شام کو ذرا دانہ پراٹھے کے وزن کے مطابق کم کر دیں۔ یعنی ۵۰ کبوتروں کو ایک سیر باجرہ کی بجائے تین پاؤ باجرہ دیں۔ پراٹھے کے بعد شام تک پانی نہ پلائیں۔ پراٹھا اِس طرح پکائیں کہ جلنے نہ پائے۔

مذکورہ تاریخوں میں حسبِ ضرورت ترمیم کی جاسکتی ہے۔ خوراک اُس وقت شروع کرنی چاہیئے جب کبوتر اُڑنے کے لئے اچھی طرح تیار ہو جائیں۔

جاڑے میں خوراک گولیوں کے ذریعے۔ دوڑانے کیلئے
۵۰ کبوتروں کے لئے

½ سیر بادام کی گری (بادام توڑ کر چکھ لیں۔ کڑوی گری ہرگز نہ استعمال کریں)۔ ایک پاؤ منقہ بیج نکال کر۔ ½ پاؤ پستہ۔ ایک تولہ بھوری مرچ۔ اِن سب کو اچھی طرح کوٹ کر رکھ لیں۔

دوپہر کو اچھی طرح اُڑا کر یہ خوراک کھلائیں۔ [مذکورہ نسخہ پندرہ روز کے لئے کافی ہے]۔ روزانہ مذکورہ خوراک کا پندرھواں حِصّہ لے کر ½ سیر دانے میں ملا کر کھلائیں۔ اِس خوراک کے ساتھ گھی یا دوسری خوراک نہ دیں۔

اِس خوراک کے دوران شام کو صرف ½ سیر دانہ کھلائیں۔ بعد میں سادہ پانی پلا دیں۔ یہ خوراک پندرہ روز مسلسل دیں۔ اس کے دو تین روز بعد پانی

کا نسخہ دیں جو آگے درج ہے۔

پراٹھا ——— ۱۵ - ۲۵ اور ۳۰ نومبر کو دیں۔ یا دو ایک اور زیادہ۔

خاص پانی سخت سردی یا بارش کے موسم میں

(صرف جاڑوں کے لئے)

دو میٹھے بادام کی گری۔ تباشیر (۳ ماشے)۔ مُلٹھی (۳ ماشے)۔ چھوٹی الائچی چھلکا اُتار کر (۲ دانے)۔ دال چینی زرد (چھوٹا سا ٹکڑا)۔

پہلے تباشیر، الائچی اور مُلٹھی کو کُونڈی میں کُوٹ کر بہت باریک کر لیں۔ دال چینی اور بادام کے دانوں کو کبوتروں کے پانی والے برتن میں گھس لیں اور ایک سیر پانی میں ڈالیں۔ مذکورہ چیزیں مَلمل کے کپڑے میں چھان کر ڈالیں۔ شام کو دانہ کھلا کر پانی پِلا دیں۔

صرف دس روز کے دوران یہ پانی ہر تیسرے روز دیں۔ (یعنی ایک دو دن چھوڑ کر صرف تین مرتبہ)۔ اِس پانی کے ساتھ گولیوں والی خوراک دلانے میں مِلا کر دیں۔ پھر شام کو سادہ دانہ۔ اس کے بعد یہ پانی دیں۔

پانی کا نسخہ — کبوتروں کو تیز رفتار بنانے کے لئے

(برسات کے سِوا ہر موسم کے لئے)

دَھنیا (ایک آنہ)۔ سونف (ایک آنہ)۔ سرد چینی (ایک تولہ)۔ کشمش (۲ تولہ)۔ بُرادہ صندل سفید (۲ آنے)۔ ہڑ کلاں (دس دانے) خشک ہڑ آملہ

(۲۰ دانے)۔ بہیڑہ (۱۰ دانے)۔ کاسنی (۲ آنے)۔ کاہو (۲ آنے)۔ ملٹھی (½ تولہ)۔ گلاب کے پھول (ایک تولہ)۔

اِن سب چیزوں کو اچھی طرح کوُٹ کر تین پوٹلیاں بنالیں۔ ایک پوٹلی کا پانی چار مرتبہ دیں۔ پھر پندرہ روز کے بعد اِسی طرح دو تین روز دیں۔ پانی تیسرے روز دیں۔

ایک پوٹلی پا پنچ سیر پانی میں مِلا کر گھڑے میں ڈھک کر رکھ دیں اور شام کو دانہ دینے کے بعد تین پاؤ پانی پِلا دیں۔

بالائی دینی ہو تو باجرے کو ۲۴ گھنٹے پہلے دھولیں۔ (½ سیر باجرہ، ایک چھٹانک بالائی)۔

کبوتروں کو قطار میں دانہ کھِلائیں اور دائیں بائیں دونوں طرف سے اُڑائیں اور بٹھائیں تاکہ دونوں شہپر مضبوط رہیں۔ ڈربے کی چھت کو پختہ بنائیں تاکہ کبوتر مٹی نہ کھائیں۔

کبوتروں کی مستی مارنے کا نسخہ

ایک سیر باجرہ بغیر دھوئے صاف کریں۔ آدھ سیر دودھ میں مِلا دیں۔ پانچ کالی مرچیں رگڑ کر اِس میں مِلا دیں۔ دانہ بھگو کر رکھ دیں۔ اگلے روز صبح دوپہر کو ہِلاتے رہیں۔ شام کو چُگانے سے دو گھنٹے پہلے خشک کرلیں۔ جب دانہ معمولی سا نم رہ جائے تو چُگا دیں۔ اس کے بعد سادہ پانی پِلا کر بند کر دیں۔

پیلے رنگ کا کھٹا سنگترہ یا عام کھٹا سنگترہ شام کو دانے کے بعد پانی میں نچوڑ کر پلانے سے بھی مستی کم ہو جاتی ہے۔

گرمی کا نسخہ ۔ گیرُو اور ہیڑ خشک شام کو رگڑ کر پانی میں پلانے سے کبوتر ہونکنا بند کر دیں گے۔

باجرے کو صاف کر کے پانی میں اُبال لیں۔ بعد میں گھی ڈال کر ذرا سی دیر پکا لیں اور پھر اُڑا کر کھلائیں۔ شام کو آدھا سادہ باجرہ دیں۔ اِس طرح کبوتر مِل کر اُڑیں گے اور صاف ہو جائیں گے مگر اِس خوراک کے ساتھ کبوتروں کو لڑائیں نہیں۔

کبوتروں کے پَر دانت سے کھینچنے نہیں چاہیئں بلکہ قدرتی طور پر جھاڑنے دیں۔

نسخہ ـــ ۴۰ کبوتروں کے لئے

خوراک دینے سے پہلے ستمبر میں پانی دیں۔

نسخہ ـــ ہیڑ (۲ تولہ)۔ سونف (ایک تولہ)۔ گلاب کے پھول (۲ تولہ)۔ آملہ (۲ تولہ)۔ انبہ ہلدی (۲ تولہ) ـــ الگ الگ کوٹیں۔ پھر اکٹھا کر کے خوب کوٹ لیں۔ ہیڑ کی گٹھلی نکال کر وزن دو تولہ رہے۔ پھر آدھا سفوف پوٹلی بنا کر گھڑے میں ڈالیں اور تین دن کے لئے پانی ڈالیں۔ یہ پانی تین روز مسلسل پلائیں پھر بند کر دیں۔ ایک روز ناغہ دیں پھر تین روز مسلسل نئی پوٹلی بنا کر دیں۔

نسخہ خوراک ۔ ۶۰ کبوتروں کے لئے

۲ تولہ چینی ۔ ۳۰ کالی مرچ ۔ دو تولہ انبہ ہلدی ۔ پیس کر ½ پاؤ بالائی میں ملا کر دیں ۔ بالائی باجرے آدھا سیر میں ملا کر دیں ۔ یا روٹی میں ملا کر دیں ۔

کبوتروں کو اُڑنے کے دوران آغازِ سرما میں یہ خوراک دیں ۔ تیز پر ہو جائیں گے

ایک چھٹانک انبہ ہلدی ۔ ایک تولہ کالی مرچ ۔ دو عدد پیپلاں ۔ پیس کر رکھ لیں ۔ دس روز تک مسلسل آدھا سیر باجرہ دھو کر خشک کر لیں ۔ پھر اس پر ذراسی چٹکی لے کر چھڑک دیں اور کھلائیں ۔

نسخہ سرما و آغازِ سرما ۔ ۶۰ کبوتروں کے لئے

خوراک ۔ تباشیر (۲ تولہ) ۔ کوزہ مصری (۲ تولہ) ۔ کالی مرچ (۲ تولہ) انبہ ہلدی (تولہ) ۔ کوٹ کر رکھ لیں ۔ آدھ سیر دُھلے ہوئے خشک باجرے میں آدھ پاؤ بالائی ملا کر اس پر چھڑک کر اچھی طرح ملا لیں ۔ پھر کھلائیں ۔

باجرہ کا چکناؤ کبوتروں کو بنچا کرتا ہے ۔ ٹکیہ کا چکناؤ بہتر ہوتا ہے ۔

کبوتروں کو صبح اڑانے سے پہلے ایک مرتبہ گھر ہی پر تاوا دے کر بٹھا لیں اور چند دانے ڈال دیں ۔ کچھ دیر آرام کے بعد پھر اڑائیں ۔

ایک آسان اور سادہ نسخہ

کبوتروں کو اڑانے سے پہلے دو چار روز شام کو تاوے دیں ۔ ایک مرتبہ اُڑا کر پھر بٹھا دیں ۔ اس طرح متعدد بار کریں اور شام کو دانے کے بعد سادہ پانی

میں انبہ ہلدی اور گھس کر پلادیں۔ ہیڑ اور ہلدی صرف چند مرتبہ گھسیں۔ (۶۰ کبوتروں کے لئے)۔

دو چار روز کے بعد ——— دو یوم مسلسل ایک پوری ہیڑ اور انبہ ہلدی (۳ ماشہ) گھس کر دانے کے شام کو پانی میں رگڑ کر پلائیں۔

تیسرے روز سے صبح کو یا دوپہر کو اُڑا کر ملائی میں درج ذیل نسخہ دیں۔ باجرہ ایک پاؤ میں ½ ۱ چھٹانک بالائی ملائیں اور بن سلوچن (ایک تولہ)۔ سرد چینی (ایک تولہ)۔ چھوٹی الائچی چھلکا اُتار کر (½ تولہ)۔ بھوری مرچ (½ تولہ)۔ یہ چار چیزیں پیس کر ایک چٹکی بالائی ملے باجرے پر ڈال کر خوب ملائیں اور کبوتروں کو اُڑانے کے ساتھ ساتھ کھلاتے رہیں۔ ایک ہفتہ مسلسل کھلائیں۔ اس کے بعد انبہ ہلدی اور ہیڑ صرف دو روز معمولی گھس کر پلائیں۔ پھر چار پانچ روز کے بعد تین روز بالائی کا نسخہ دیں۔ پھر چھوڑ دیں۔ پھر اسی طرح حسبِ ضرورت دیں۔

بھہیڑہ (ایک) اور ہیڑ (ایک) آدھا آدھا رگڑ لیں۔ یہاں تک کہ ایک طرف کی گٹھلی نکل آئے۔ پھر تھوڑی سی انبہ ہلدی رگڑ لیں، اس قدر کہ پانی زرد ہو جائے۔ دانے کے بعد پانی میں ڈال کر پلا دیں۔ یہ پانی چار پانچ روز خوراک کے بعد دو روز مسلسل دیں۔

دوڑنے والوں کی خوراک۔

۶۰ کبوتروں کے لیئے

صبح اڑائی کے بعد ۹ چھٹانک باجرے میں تقریباً ایک چھٹانک گھی ملا کر دیں گھی کو پہلے چند لونگ ڈال کر تڑکا دے لیں۔ چار روز کھلائیں۔

پانی صاف کرنے کا نسخہ

(گرمی اور ماہ اکتوبر)

بن سلوچن (ایک تولہ)۔ سرد چینی (ایک تولہ)۔ آملہ (ایک تولہ)۔ بھیڑہ معہ گٹھلی (ایک تولہ)۔ ہیڑ (ایک تولہ)۔ بھونکرٹے (دو تولہ)۔ چھوٹی الائچی (ایک تولہ)۔ پٹھانی لوتھ (دو تولہ) ـــــ کوٹ کر تین پوٹلیاں بنا کر تین یا دو روز مسلسل دیں۔ اس پانی کے بعد تین روز چکنائی دیں۔ اور ہر چکنائی کے بعد تین روز مسلسل انبہ ہلدی اور ملٹھی کے پانی میں ڈالنے کے بعد رگڑ کر دیں۔ یہ چیزیں بس اس قدر رگڑیں کہ پانی معمولی سا زرد ہو جائے۔

پانی۔ بارش کے بعد سرد ہوا میں

پوست خشخاش (۳ ماشہ)۔ چوب تنگ (۳ ماشہ)۔ گل دھاڑ (۳ ماشہ)۔ الائچی خورد (۳ ماشہ)۔ ہیڑ (آدھی)۔ جوتری (۳ ماشہ) زعفران (۳ ماشہ)۔ یہ چیزیں باریک کوٹ کر عراقی مصری میں ملا کر تین پوٹلیاں بنالیں۔ تین روز مسلسل دیں۔

جاڑے کا پانی

یہ اجزا تین روز کے لئے ہیں

انبہ ہلدی (ایک تولہ)۔ فلفل سیاہ (ایک تولہ)۔ مغز بادام شیریں (۱۵ عدد) —— ۲۵ کبوتروں کے لئے یہ پانی بنائیں۔ مذکورہ تینوں چیزیں شام کو دانے کے بعد پانی میں گھس کر پلائیں۔ دو روز مسلسل۔

دوڑنے کی خوراک گھی

۲۵ کبوتروں کے لئے

سرد چینی (۴ ماشہ)۔ جائفل (۴ ماشہ)۔ جوتری (۲ ماشہ)۔ زنجبیل (۴ ماشہ)۔ منقّہ (۳ ماشہ)۔ انبہ ہلدی (۶ ماشہ)۔ الائچی خورد (۶ ماشہ)۔ بادام شیریں (۴۰ عدد)۔ پستہ (۲۰ دانے)۔ فلفل سیاہ (۴ ماشہ)۔ برگ پان (ایک عدد) ——

پاؤ بھر گھی میں پہلے منقّہ اور برگ پان ڈالیں۔ تڑکا لگائیں۔ اس کے بعد دونوں چیز نکال کر گھی نیچے اُتارلیں اور فوراً باریک میوہ مذکورہ یعنی بادام۔ پستہ۔ گری اخروٹ (۲ ماشہ) اور چلغوزہ (۲ ماشہ) ڈال دیں اور ایک آنچ اور دیں۔ پھر نیم گرم گھی میں باقی چیزیں مِلادیں۔

یہ گھی ایک چھٹانک روز ٹکیہ میں مِلاکر تین روز مسلسل کِھلائیں۔ پھر تین روز گھی چھوڑ دیں اور صرف انبہ ہلدی اور مُلٹھی رگڑ کر دانے کے بعد پانی میں دیں۔ پھر تین روز مسلسل ٹکیہ پھر پانی اور اسی طرح گھی ختم کر دیں۔ گھی کے دوران کبوتروں کو ذرا کم اُڑائیں مگر تاوے بکثرت دیں۔

چکناؤ ٹکیہ ۔ ۵۵ کبوتروں کے لئے

(چار روز کے لئے)

دال چینی (۳ ماشہ)۔کالی مرچ (دس عدد)۔کباب چینی (۳ ماشہ)۔ ہلدی گھرکی (۳ ماشہ)۔ مگ (۳ ماشہ) —— باریک پیس کر ۱/۲ ۱ چھٹانک گھی کو تڑکا دے کر ملالیں۔ پھر ٹکیہ میں ڈال کر چوری بنالیں۔ چھوٹی الائچی اور ذراسی چینی پیس کر بھی ملائی جاسکتی ہے اور چاہو تو ۵ ادانے بادام بھی۔

چار روز کے بعد دو روز پانی کی پوٹلی شام کو دانے کے بعد دیں۔

چھوٹی الائچی (۳ ماشہ)۔ دال چینی (۳ ماشہ)۔کباب چینی (۳ ماشہ)۔مگ (۳ ماشہ)۔ صندل کا برادہ (۴ ماشہ)۔ ہیرٹ (ایک عدد)۔ چینی (۳ ماشہ)۔ پوٹلی بنا کر دیں۔

زعفران (ایک ماشہ)۔سفوف (مرد حریان۔ تین ماشہ)۔شہد (۳ ماشہ)۔ یاقوت (ایک ماشہ)۔قند لاشتہ (ایک ماشہ)۔ ریگ ماہی (ایک ماشہ)۔ —— بمطابق معجون بنائیں اور تھوڑا سا ہر روز باجرے میں ملا کر تین روز تک دیں۔

سادہ چکناؤ ۔ ۴۰ کبوتروں کے لئے

چار روز مسلسل پھر ایک دن چھوڑ کر —— ۳ چھٹانک آٹا۔ ۸ عدد کالی مرچ۔ ایک چٹکی کھانے کی ہلدی۔ ایک چائے کی چمچ چینی —— یہ چیزیں پیس کر رکھ لیں۔ ۱/۲ ۱ چھٹانک دیسی گھی کو دو لونگ میں تڑکا دیں۔ پھر گھی

ٹھنڈا کرلیں اور لونگ نکال کر پھینک دیں۔ آٹے کی روٹی پکائیں۔ اس طرح کہ جلنے نہ پائے۔ اس کی چوری بنا کر اس میں مذکورہ چیزیں ملا دیں۔ پھر گولیاں بنا کر کھلائیں بعد میں ½ سیر باجرہ کھلائیں اور پانی پلائیں۔ پانی میں معمولی ہیرڑ اور انبہ ہلدی گھستے رہیں۔

پانی۔ سرد چینی (ایک تولہ)۔ چھوٹی الائچی (ایک تولہ)۔ بھبھیڑہ گٹھلی نکال کر ایک تولہ۔ ہیرڑ گٹھلی نکال کر ایک تولہ۔ دال چینی (۶ ماشہ) —— باریک کوٹ کر تین عدد پوٹلیاں بنالیں۔ تین روز پانی میں ملا کر دیں۔

نسخہ بابو نصیر الدین

اگر کبوتروں کا کندہ ہلکا کرنا ہو تو ہلدی اور ہیرٹ کا گھسا لگائیں تیسرے روز

ہفتے میں دو چار دن ایک الائچی چھوٹی کے دلنے اور چھلکا پانی کی کونڈی میں ڈال دیا کریں۔

کبوتر کھولنے سے ایک روز پہلے ایک منقّہ فی کبوتر بیج نکال کر اس میں ایک کالی مرچ رکھیں اور بتّی بنا کر رات کو دانہ ہضم ہو جانے کے بعد دیں۔

صاف کرنے کا نسخہ۔

۵۰، ۶۰ کبوتروں کے لئے

منقّہ (ایک آنہ)۔ سونف (ایک آنہ)۔ ملّٹھی (ایک آنہ)۔ مصری (۹ ماشہ)۔ کالی مرچ یا دکنی مرچ (۱½ ماشہ) ——— سب کو جوش دیں اور بعد میں مصری ڈالیں۔ یہ پانی پلائیں۔

چکناؤ۔ جاڑے کا۔

۵۰، ۶۰ کبوتروں کے لئے

انبہ ہلدی (۳ ماشہ)۔ بڑی ہڑ (۲ ماشہ)۔ کالی مرچ (۱½ ماشہ)۔

چھوٹی الائچی (۴ عدد)۔ چوب چینی (۳ ماشہ)۔ تباشیر (۳ ماشہ) ——
سب کو باریک کوٹ لیں۔ ایک چھٹانک گھی گرم کریں پھر اس میں ڈالیں۔
اس کے بعد ½ پاؤ باجرے میں ڈال کر کھلائیں۔ باجرہ دھو کر صاف کریں۔
اس کے بعد باقی باجرہ کھلائیں۔
اگر کبوتر مستی کرے تو اس چکناؤ میں نرکا چور ۳ ماشہ ڈالیں۔

تیسرے روز۔

نسخہ بابو نصیر الدین

ململی کا نسخہ

۱½ سیر دودھ گائے / کالی بکری۔ ½۱ پاؤ باجرہ۔ ۶ ماشے انار دانہ۔ ۶ ماشے کولیجن۔ ۳ ماشے زر کا چور۔ ۶ ماشے انیہ ہلدی۔ ۶ ماشے مصری کوزہ۔ ½۱ ماشہ چھوٹی الائچی مع چھلکا۔ ۶ ماشے چوب چینی۔ ۳ ماشے سفید فلفل۔ ½۴ ماشے بڑی ہیڑ۔ ۴ رتی نمک۔ ۳ ماشے جائفل۔ ۳ ماشے جوتری۔ ۴ رتی روئے متگی (الگ رکھیں اور چکناؤ بنا کر بعد میں ڈالیں)۔

تمام چیزوں کو کوٹ کر جوش دے کر کپڑ چھان کر لیں۔ دودھ میں باجرہ بھگو دیں۔ رات کو معمولی جوش دے کر صبح باجرہ نکال کر نسخے کی تین پڑیا کریں۔ ایک پڑیا اور مکھن کی ایک ٹکیہ پھر چکناؤ کھلائیں پھر سادہ باجرہ۔ مکھن ذرا سا گرم کر لیں۔ اس کے بعد سادہ پانی۔

اگر رات کو کبوتر سردی محسوس کرے تو صبح لوبان کی دھونی دے دیں بلکہ رات کو دے دیں ۔ سخت سردی میں ایک مرتبہ۔

جاڑوں میں نہان

خوشبو۔ پھول ٹیسو۔ تیز پات۔ دیسی صابن۔ دو قطرے حنا کے — پانی جوش کریں پھر ٹھنڈا کریں اور پھر سے دو قطرے حنا اور ذرا سا صابن اس میں ملا دیں۔

نسخہ بابو نصیر الدین

سادہ ٹکیہ کا چناؤ۔ ۵۰ کبوتر

انبہ ہلدی (۶ ماشہ)۔ ہیرڑ (۴ ماشہ)۔ کالی مرچ (فی کس ½)۔ مصری دیسی (۳ ماشہ)۔ چھوٹی الائچی مع چھلکا (۲ عدد) ——— اِن سب کو کُوٹ کر کپڑچھان کریں۔

پھر ایک چھٹانک گھی گرم کر کے اسے ذرا ٹھنڈا کریں اور اس میں مذکورہ سفوف ڈالیں اور ٹکیہ ملا کر گولیاں بنائیں۔ اس کے ساتھ سادہ پانی دیں۔ تیسرے روز صرف ہلدی لگائیں۔ اگر کبوتر میں تڑا کا پیدا نہ ہو تو ہیڑ بھی ساتھ لگائیں۔

آم کی گُٹھلی کے اندر کی بجلی (یعنی بجلی) لے کر سادہ پانی میں رگڑ کر پلائیں۔ اس سے کبوتر لَڑ کر کڑا کی ماریں گے۔

---

۱۰ نومبر ۱۹۷۰ء
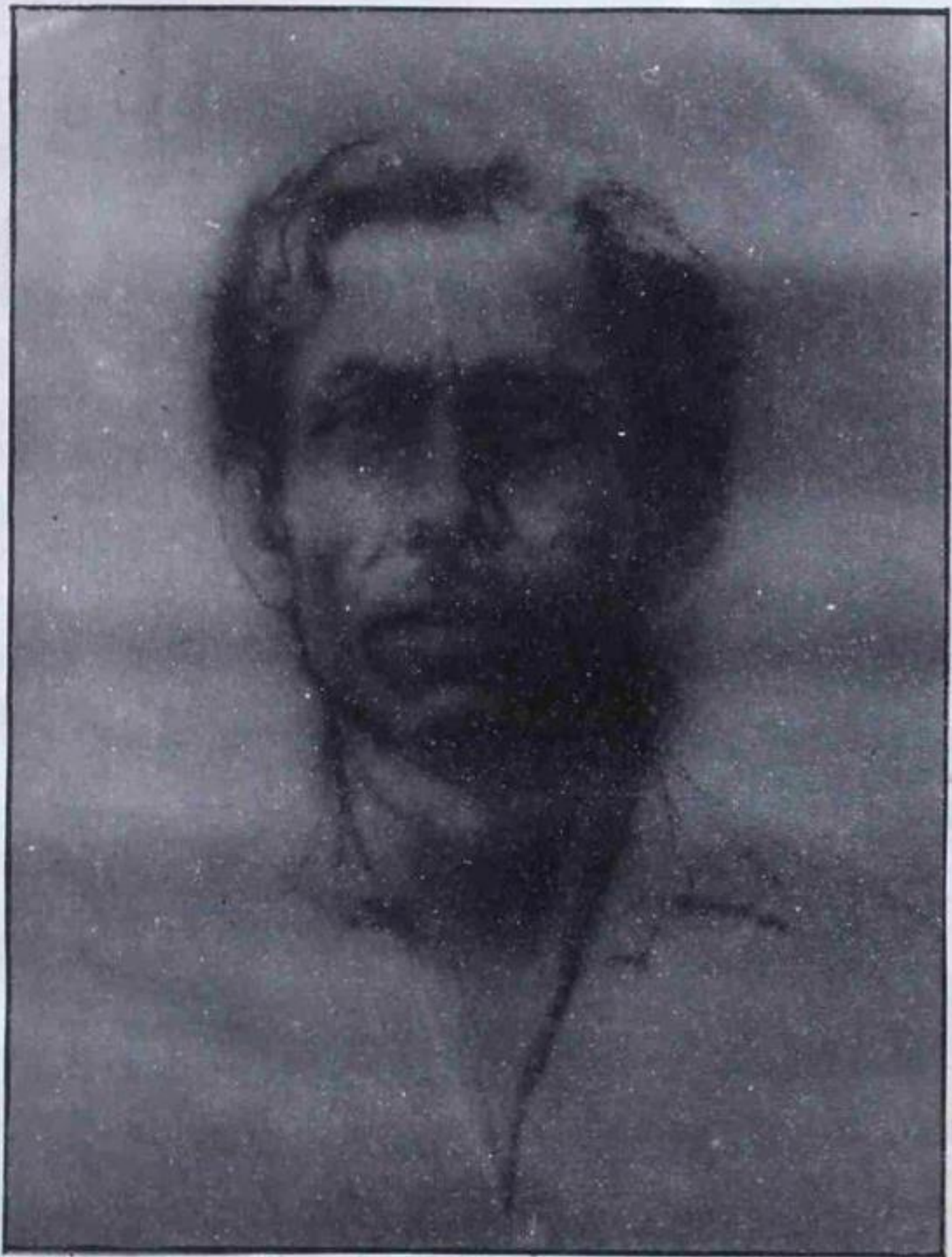
ناصر کاظمی کا پورٹریٹ اسکیچ

از

پروفیسر سعید اختر بہ وساطت پروفیسر محمود الحسن جعفری

نیشنل کالج آف آرٹس، لاہور۔ ۱۹۸۰ء

ناصؔر کاظمی کی کتابیں

دیوان (غزلیں)

برگِ نَے (غزلیں)

پہلی بارش (غزلیں)

نشاطِ خواب (نظمیں)

سُر کی چھایا (منظوم ڈراما)

کُلیاتِ ناصؔر (شاعری)

خُشک چشمے کے کنارے (نثر)

ناصؔر کاظمی کی ڈائری (چند پریشاں کاغذ)

انتخابِ میؔر (شاعری)

انتخابِ نظیؔر (شاعری)

انتخابِ ولی دکنی (شاعری)

انتخابِ انشاؔ (شاعری)

دیگر شعراء کے انتخاب